ماہنامہ

# جہانِ رضا

مدیرِ اعلیٰ:

پیرزادہ اِقبال احمد فاروقی ایم اے

## ھدیہ تحسین

بخدمت ماہر رضویات و ترجمان افکار امام ربانی

ڈاکٹر پروفیسر **محمد مسعود احمد مظہری** رحمۃ اللہ علیہ

قیمت:=/40


مرکزی مجلسِ رضا (رجسٹرڈ)

نعمانیہ بلڈنگ۔ ٹکسالی گیٹ ○ لاہور (پوسٹ بکس ۲۲۰۶) رابطہ آفس: مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ○ لاہور 0300-4235658

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

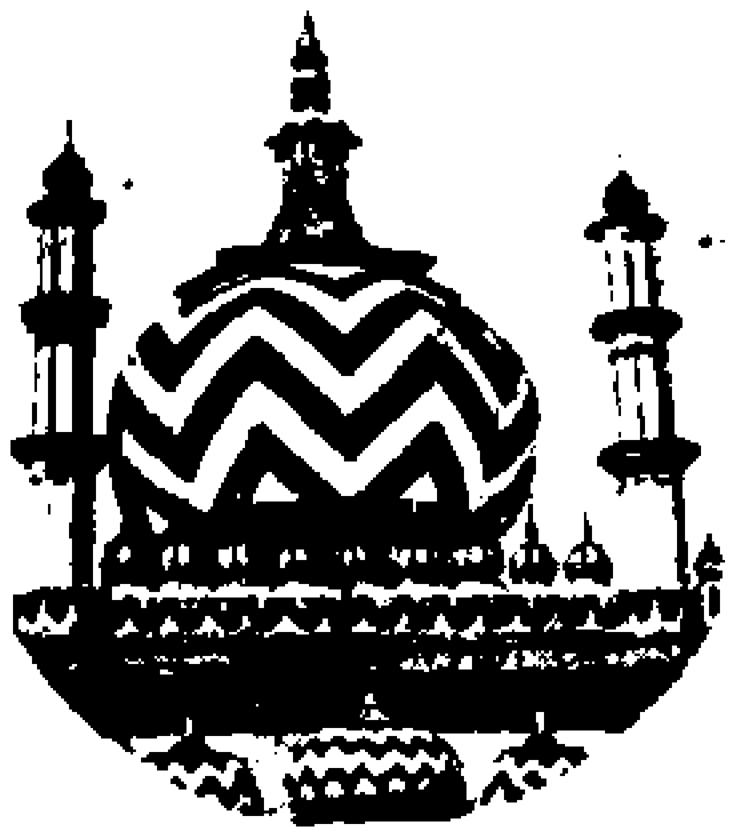


ماہنامہ

# جہانِ رضا

لاہور

پاکستان

جلد نمبر ۱۴ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

اگست ۲۰۰۸ء شمارہ ۱۵۵

مدیرِ اعلیٰ: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی


## ماہر رضویات

## ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری ؒ کی علمی خدمات پر

## تحسینی نمبر

## جہانِ امامِ ربانی

## حضرت مجدّد الف ثانی اور حضرت مجدّد اہلسنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی ؒ کی بارگاہ میں

## ہدیۂ عقیدت

**ہم ہیں ان کے زیرِ سایہ**

شیخ عبدالحق محدث دہلی ○ علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی ○ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سید شاہ آل رسول احمد مارہروی ○ علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلی ○ مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری ○ علامہ عبدالعلیٰ فرنگی محلی لکھنوی ○ مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری ○ شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی ○ علامہ عبدالقادر برکاتی بدایونی ○ شاہ احمد سعید مجددی رام پوری ○ امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی ○ علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی ○ سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی ○ علامہ عبدالعلیم فرنگی محلی لکھنوی ○ شیخ الاسلام شاہ نور اللہ فاروقی حیدر آبادی ○ حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی مرکزی مجلس رضا ؒ

قارئین جہانِ رضا اعلیٰ حضرت کے افکار عام کرنے کے لیے مالی تعاون کریں


**مرکزی مجلس رضا**

پوسٹ بکس 2206 نعمانیہ بلڈنگ، ٹیکسالی گیٹ، لاہور، موبائل 0300-4235658



marfat.com

Marfat.com

# آئینہ جہانِ رضا


| نمبر شمار | مضمون | نام مضمون نگار | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | منقبت مسعودِ ملت | پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی | ۳ |
| ۲۔ | در مدح حضرت مسعود ملت | صلاح الدین سعیدی | ۴ |
| ۳۔ | اداریہ | پیرزادہ اقبال احمد فاروقی | ۵ |
| ۴۔ | پروفیسر مسعود احمد کی یادوں کے چراغ | پیرزادہ اقبال احمد فاروقی | ۸ |
| ۵۔ | ماہر رضویات | محمد کاشف اسلام قادری | ۱۴ |
| ۶۔ | امام احمد رضا کی علمی یادگاریں | پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری | ۱۹ |
| ۷۔ | حق اور سچ کا بے باک ترجمان | حافظ محمد مشتاق سابقی | ۳۳ |
| ۸۔ | آہ! تاجدار امارت قلم | ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بریلی شریف | ۳۹ |
| ۹۔ | قطعہ تاریخ وفات | سید عارف محمود مجور رضوی | ۴۸ |
| ۱۰۔ | ڈاکٹر مسعود احمد کے ساتھ لاہور کے مجددی علماء کی ایک مجلس | محمد عالم مختار حق | ۴۹ |
| ۱۱۔ | مسعودِ ملت کے نقوشِ تابندہ | یٰسین اختر مصباحی | ۶۱ |
| ۱۲۔ | مسعودِ ملت۔ محسنِ ملت | پروفیسر معاذ احمد ایم اے | ۶۵ |
| ۱۳۔ | خیابانِ رضویات کا مہکتا ہوا پھول | غلام مصطفیٰ قادری رضوی | ۷۴ |
| ۱۴۔ | پروفیسر مسعود احمد | عبدالحق ظفر چشتی | ۷۸ |
| ۱۵۔ | مسعود ملت اور جہانِ رضا کی سیر | محمد ارشاد عالم نعمانی | ۸۱ |
| ۱۶۔ | چراغِ صد انجمن | ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی | ۹۳ |
| ۱۷۔ | مسعودِ ملت دہلی سے کراچی تک | قاری محمد اقبال سیالوی | ۱۰۵ |
| ۱۸۔ | قطعہ تاریخ وفات | سید عارف محمود مجور | ۱۰۸ |
| ۱۹۔ | مسعودِ ملت کا سفرِ آخرت | عبدالستار طاہر مسعودی | ۱۱۳ |
| ۲۰۔ | وہ گیا تاروں سے آگے | ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری | ۱۲۱ |
| ۲۱۔ | یادوں کے چراغ | پروفیسر ریحانہ ناز مسعودی | ۱۳۲ |
| ۲۲۔ | پروفیسر مسعود احمد مظہری | عبدالخالق سعیدی | ۱۴۳ |
| ۲۳۔ | مکتوبات پروفیسر مسعود احمد | محمد عالم مختار حق (گولڈ میڈلسٹ) | ۱۵۶ |
| ۲۴۔ | حضرت مسعودِ ملت۔ چند یادیں | محمد زبیر قادری ممبئی | ۱۷۹ |


marfat.com

Marfat.com

# مسعودِ ملت رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی

عشق و مستی کا گُل خوشبو فشاں جاتا رہا
حُسن کی دنیا سے جانِ دلبراں جاتا رہا

محشر آسا تھی خبر جس کے وصالِ پاک کی
صحن دل میں چھوڑ کر غم کا دھواں جاتا رہا

آبروئے بزمِ حکمت تھا جو مسعود زمن
دے کے دنیا کو ''مجدّد کا جہاں'' جاتا رہا

وارثِ فیضِ مجدّد الفِ ثانی بالیقین
لوحِ ہستی سے تفکر کا نشاں جاتا رہا

گریہ زن ہیں جس کے جانے سے یہ قرطاس وقلم
حرمت تحقیقِ حق کا پاسبان جاتا رہا

قافلے کا ہر قدم فرط الم سے چور ہے
اے دریغا! جب امیر کارواں جاتا رہا

حضرت مسعود ملت، فخر ابرارِ کرم
دہر کو دل کی سنا کر داستاں جاتا رہا

جس کی تحقیقات سے روحِ رضا شاداں ہوئی
جس کی تدقیقات سے وہم وگماں جاتا رہا

جس نے مکتوباتِ شیخ احمد کو یوں بخشا فروغ
ہر نظر بولی کہ وہ رشک زماں جاتا رہا

نقشہ اسلاف تھا جس کا حسیں کردار بھی
لفظ ومعنی کو عطا کر کے زباں جاتا رہا

marfat.com
Marfat.com

# در مدح حضرت مسعود ملت

حضرت مسعود ملت صاحب راز و نیاز

حضرت مسعود ملت قوم کا مایۂ ناز

حضرت مسعود ملت کشتۂ میرِ حجاز

حضرت مسعود ملت اپنے آقا کا ایاز

حضرت مسعود ملت صاحب سوز وگداز

حضرت مسعود ملت لحہ لحہ درنماز

حضرت مسعود ملت معرفت کے شاہ باز

حضرت مسعودملت با وفا و پاکباز

حضرت مسعود وملت شہرتوں سے بے نیاز

حضرت مسعود ملت کاچلن اخفائے راز

حضرت مسعود ملت سے سعیدی فیضیاب

حضرت مسعود ملت مشفق وبندہ نواز

صلاح الدین سعیدی

ڈائریکٹر تاریخ اسلام فاؤنڈیشن لاہور

marfat.com

Marfat.com

جہانِ رضا | اداریہ | مسعودِ ملّت نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ

دی شیخ باچراغ ہمی گشت گردِ شہر — کزدام و ددملولم وانسانم آرزوست!
زین ہمرہان سُست عناصر دلم گرفت — بازوے زور، دستان و زوآور آرزوست
گفت آن کہ یافت می نشود جُستہ ایم ما — گفت آنکہ۔ یافت می نوشدانم آرزوست'

یہ بڑا پرانا شعر ہے۔ اور ہمارے پرانے علماء ومشائخ سنایا کرتے تھے۔ ''ایک بزرگ رات کے وقت ہاتھ پر چراغ رکھے شہر کی بے چراغ گلیوں میں پھرتا رہتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ میں گدھوں گھوڑوں سے تنگ آگیا ہوں۔ مجھے انسانوں کی تلاش ہے''۔ شہر کے لوگ غافل اور سست رفتار ہوگئے ہیں۔ میرا دل ان سے اچاٹ ہو چکا ہے۔ مجھے ایسے متحرک اور مستعد نوجوانوں کی ضرورت ہے۔۔ جواپنے زور بازو اور ایمانی قوت سے ملّت اسلامیہ کی قسمت بدل ڈالیں''۔ لوگوں نے اس بزرگ کی بات سنی۔ اور کہا'' مدت ہوئی ہم بھی ایسے افراد امت کو تلاش کرتے ہیں۔ مگر وہ کہیں نظر نہیں آتے''۔ اس درویش نے کہا'' ہاں ہاں میں بھی ایسے لوگوں کی تلاش میں ہوں جو'' ان دنوں کہیں نظر نہیں آرہے''۔

یہ بات پرانی ہے۔ یہ لوگ بھی پرانے تھے۔ مگر آج بھی اگر ہم بڑے بڑے شہروں میں کوئی'' مردخدا'' تلاش کرنے نکلیں تو نہیں ملے گا۔ ہاں چارپائے، حیوانات اور درندے چرندے ہر گلی ہر کوچہ ہر بازار میں دندناتے نظر آئیں گے۔

آج اولادآدم کے رنگ برنگے لوگوں سے کوچہ و بازار اٹے پڑے ہیں۔ فقیر، درویش، غریب، غربا، دولت مند و مال دار۔ جونپڑیوں سے نکل کر محلات میں بسنے لگے ہیں۔ محلات سے نکل

marfat.com
Marfat.com

کر ایوانوں میں پر قبضہ کرنے والے۔ ایوانوں سے نکل کر اقتدار کی کرسیوں پر براجمان ہونے والے اقتدار کی کرسیوں سے اٹھ کر "قارون اور شداد" کے خزانوں پر قابض ہونے والے تو ملیں گے مگر یہ سارے دام ودَد ہیں ہمیں تو انسانوں کی ضرورت ہے۔

اہل دنیا چہ مہین و چہ کہین لعنت اللہ علیہم اجمعین!

"مولانا روم نے ایک شعر کہا تھا کہ دولت سے محبت کرنے والے علما، سیم وزر اکٹھے کرنے والے پیرزادے، محلات میں رہنے والے شہزادے، اقتدار کے جھوٹے نعرے، مارنے والے دولت مند جگہ جگہ ملتے ہیں مگر محبت کی وادیوں میں بسنے والے لوگ نہیں ملتے۔

کز نیستان تا مرا ببریدہ اند از نفیرم مرد وزن نالیدہ اند

ہر کسے باظنِ خود شد یار من وز درونم کس نہ جست اسرار من

مجھے جب سے اللہ کے بندوں کے جنگل سے کاٹ کر جدا کیا گیا ہے۔ میری دردناک آواز سے مردوزن روئے ہیں"۔ لوگ میری آوازیں میری باتیں تو سنتے ہیں۔ مگر میرے دل کی آواز کوئی بھی نہیں سن سکا! اور میرے دل کے اسرار تک کوئی نہ پہنچ سکا"۔

ہم رومی کی بات اس لئے کر رہے ہیں کہ ہمارے دیدہ ور عالم دین، اسکالر حضرت مجدد اہلسنت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کو ساری دنیا میں پھیلانے والا اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے اسرار کو دنیائے اسلام میں پہنچانے والا "ماہر رضویات" "ترجمانِ مجدد الف ثانی"۔ مسعود ملت پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے ہیں۔ وہ ساری زندگی چراغ لے کر انسانوں کی تلاش کرتے رہے۔ اور ان کا قلم اہل درد کا کو ڈھونڈتا رہا۔ مگر وہ نہ مل سکے۔

آج کا "جہان رضا" "مسعود ملت کی یادوں پر مشتمل آپ تک پہنچ رہا ہے۔ آپ اسے پڑھیں گے آپ کو حضرت مسعود ملت سامنے نظر آئیں گے آپ اس کے اوراق پلٹیں گے۔ تو مسعود ملت کا روشن چہرہ مسکراتا ہوا آپ کو دکھائی دے گا۔ آپ ان سے سوال کریں گے تو وہ جواب دیں گے۔

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم!

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ان کی روح کو خیاباں جنت میں خوش رکھے اور ان کی علمی اور روحانی خدمات کو ہمارے لیے مشعل راہ بنائے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ حضرت مسعودِ ملّت کے حلقہء احباب وعقیدت کی تحریروں سے ان کے تذکار کا گلدستہ بنا کر ''قارئین جہان رضا'' کی خدمت میں پیش کریں۔ پھر یہ تحریریں دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچیں۔ ان کی کتابوں کی روشنیاں ان کی زندگی میں چار دانگ عالم میں پھیل چکی ہیں۔ اور دنیا کے گوشے گوشے میں رہنے والے رضوی اور مجدّدی ان سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ مگر ان کے بعد جب لوگ ان کی علمی اور روحانی خدمات کا مطالعہ کریں گے تو بے اختیار ان کی زبان سے حضرت کے لیے دعائے مغفرت کے کلمات نکلیں گے۔ پاکستان اور ہندوستان کے ہزاروں علماء کرام ''جہان رضا'' کا یہ مجلّہ پڑھ کر حضرت مسعود ملّت کو اپنے درمیان بیٹھا پائیں گے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ ان کے جانشین ''جہان امام ربانی'' کے وہ حصے جو نامکمل رہ گئے ہیں مکمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

پھر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیدنا امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا جو خاکہ انہوں نے تیار کیا تھا اسے پایہء تکمیل تک پہنچانے کے لیے آگے بڑھیں گے۔ رضویوں اور مجدّدیوں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ آپ کے چھوڑے ہوئے کاموں کو مکمل کریں۔ اور ان کی روح کو خوش کر دیں۔

روحِ شاں در باغ جنت شاد باد!

marfat.com
Marfat.com

# پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ کی یادوں کے چراغ

**پیرزادہ اقبال احمد فاروقی**
ایڈیٹر جہانِ رضا لاہور

حضرت محترم ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ ایک معلم، مفکر، اور دینی سکالر تھے۔ انہوں نے اپنی تحریروں سے ہزاروں اہل علم وفضل کو متاثر کیا۔ اور لاکھوں ارباب علم سے خراج تحسین حاصل کیا۔ وہ علمی دنیا میں آفتاب بن کر چکے۔ اور مسلکی شاہراہوں میں خضرراہ بن کر رہے۔ ہم ان کے علم وکمال کے خرمنوں کے خوشہ چیں رہے ہیں۔ اور ان کے گلستانِ علم وادب کی گلچینی کرتے رہے ہیں۔

وہ جب تک اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل کے گلستانوں میں رہے "ماہر رضویات" کہلائے۔ جب وہ امام ربانی مجدد الف ثانی کے نظریات کے ترجمان بن کر آئے تو "جہان امام ربانی کے روشن چراغ" بن کر رہے۔ ہمیں زندگی کی طویل راہوں میں ان کے شاہسوار قلم کی ہم رکابی کا شرف حاصل رہا ہے۔ اور ہمارے دل ودماغ میں ان کی یادوں کے چراغ جگمگاتے رہیں گے۔

غالباً یہ ۱۹۷۰ء کا زمانہ تھا جب وہ لاہور تشریف لائے۔ انہوں نے پی ایچ ڈی کا مقالہ اپنے دستخطوں سے مزین کر کے عطا فرمایا۔ یہ قرآن پر پی ایچ ڈی کا معلوماتی مقالہ تھا۔ جو خوبصورت تحریر میں کتابی انداز میں سامنے آیا اور یہ مقالہ ہمارے لیے وجہ تعارف بنا۔ ان دنوں حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد مائۃ حاضرہ کے افکار ونظریات کو علمی دنیا میں پھیلانے میں مصروف تھے۔ انہوں نے حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد کی تحریریں دیکھیں تو بڑے متاثر ہوئے۔ ان کے طرز تحریر کو پسند کیا۔ اور انداز تحریر کو دیکھ کر جھوم اٹھے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ

marfat.com
Marfat.com

کوئی صاحب قلم اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعارفی ٹیم میں شامل ہو کر اہل علم کی راہنمائی کرے۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے آپ کی توجہ اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کی طرف مبذول کرائی۔ اور انہیں آمادہ کیا کہ اگر آپ فاضل بریلوی کے افکار کو اپنے انداز میں سامنے لائیں تو علمی دنیا میں بہار آجائے گی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد ایک استاد تھے۔ ایک کالج کے پروفیسر تھے۔ سرکاری ملازم تھے۔ طلبہ کے جھمگھٹوں میں شب وروز بسر کر رہے تھے۔ بھلا ایک پروفیسر "مولویوں" کے حلقہ میں کیسا لگے گا۔ مگر حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے انہیں اعلیٰ حضرت پر لٹریچر دیا۔ کتابیں مہیا کیں۔ "مرکزی مجلس رضا" کے مقاصد پر گفتگو کی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب آگے بڑھے۔ اور دنیائے رضویت میں آہستہ آہستہ قدم رکھا۔ آپ نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی علمی، اعتقادی، فقہی اور مسلکی تحریروں کے ساتھ ساتھ آپ کی سیاسی خدمات اور نظریات پر قلم اٹھایا۔ جب ان کی پہلی کتاب سامنے آئی۔ تو "مرکزی مجلس رضا" کے حلقوں میں ایک نیا انداز سامنے آیا۔ تو ہر صاحب علم نے اسے سراہا بلکہ لفظ لفظ کا مطالعہ کیا اور پروفیسر مسعود احمد کے سامنے تحسین وتبریک کے پھول برسنے لگے۔ حضرت پروفیسر مزید آگے بڑھے ان کی تازہ بتازہ تحریریں چھپنے لگیں جب "مرکزی مجلس رضا" کئی کئی ایڈیشن چھپوا کر دنیا کے گوشے تک پہنچانے لگی۔ تو چمنستان رضویت میں بہار آگئی۔

اعلیٰ حضرت کے دوسرے علوم پر "مرکزی مجلس رضا" نے بڑی کتابیں شائع کیں اور تقسیم کیں۔ مگر پروفیسر محمد مسعود احمد کی تحریروں کا ایک خاص رخ تھا۔ اور ایک خاص انداز تھا۔ آپ کی تحریریں پاکستان کی سرحدوں سے نکل کر جب ہندوستان کے علماء کرام تک پہنچیں تو یوں محسوس ہوا۔

گویا دبستاں کھل گیا!

ہم ان دنوں مرکزی مجلس رضا کے حاشیہ نشینوں میں تھے۔ جو کتاب آتی پڑھتے دل خوش ہو جاتا۔ مگر پروفیسر صاحب کی تحریریں سامنے آئیں تو

دل وجان وجد کناں جھک گئے بہر تعظیم!

جب پروفیسر مسعود احمد لاہور آتے تو ہم ان کا دامن پکڑ کر ہر مجلس، ہر محفل اور ہر علمی ادارہ میں چلے جاتے۔ ہمیں یاد ہے کہ ایک بار حضرت لاہور آئے فرمانے لگے۔ آج میں لاہور کے ان ناشرین

marfat.com
Marfat.com

کتب کو ملنا چاہتا ہوں۔ جو اعلیٰ حضرت کی کتابیں شائع کرتے ہیں۔ جناب پروفیسر کا یہ انداز ایک تو اعلیٰ حضرت کی کتابیں چھاپنے والوں کی قدر افزائی تھا دوسرے یہ دیکھنا تھا کہ یہ لوگ کس انداز سے کام کر رہے ہیں۔ میں حضرت کا ہم رکاب تھا۔ اور اعلیٰ حضرت کی کئی کتابوں کا ناشر بھی تھا۔ سب سے پہلے آپ ''مکتبہ نبویہ'' میں تشریف لائے ہماری اشاعتی خدمات کی بے حد تعریف کی۔ بڑا حوصلہ دیا۔ ایک ایک کتاب کو دیکھا۔ اور اس پر اپنے تاثرات دیے۔ اس طرح حضرت لاہور کے ان تمام ناشرین کے پاس خود چل کر گئے اور ایک ایک کو ہدیۂ تحسین پیش کیا۔ حتیٰ کہ کسی نے اعلیٰ حضرت پر ایک اگر رسالہ بھی چھاپا تو اس کو بھی ملے۔ عام علماء کی روش سے ہٹ کر پروفیسر مرحوم کا یہ انداز تھا۔ جس سے دنیائے رضویت کے ناشرین خوش ہو گئے کہ اتنا بڑا اسکالر، خود چل کر ہماری حوصلہ افزائی کے لیے آیا۔ میں نے کسی مولوی، عالم، پیر، واعظ، رضوی اور سنی کو نہیں دیکھا کہ وہ امام اہلسنت محدث بریلوی کی تصانیف کو عام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لیے خود چل کر گیا ہو یا ایک لفظ بھی زباں سے نکالا ہو کہ ''تم نے یہ اچھا کام کیا ہے۔''

تحریری دنیا کے ساتھ ساتھ حضرت پروفیسر رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے مختلف کالجوں میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے تو آپ کے شاگرد، رفقائے کار حتیٰ کہ کالج کے پرنسپل بھی اعلیٰ حضرت کی تعلیمات سے متعارف ہوتے جاتے۔ اس طرح آپ نے سندھ کے دور دراز علاقوں میں اعلیٰ حضرت کے افکار سے ہزاروں لوگوں کو حصہ عطا فرمایا۔ سکھر، سکرنڈ، ٹھٹھہ، میر پور جیسے کالجوں میں پہنچے۔ سندھ کے دور دراز صحرا میں ایک شہر مٹھی ہے۔ وہاں کالج تھا۔ مگر اکثر اساتذہ اس ریگ زار میں جانے سے گھبراتے تھے۔ جنہیں وہاں بھیجا جاتا وہ بیماری کی چھٹی لے کر گھر آبیٹھتے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد کو مٹھی کالج کا پرنسپل بنا کر جانے کے لیے آڈر دیے گئے۔ ان دنوں مٹھی جانے کے لیے چھوٹی ٹرین ہفتے میں ایک دن جاتی تھی۔ پھر صحرا کا سفر بعض اوقات اونٹوں پر سوار ہو کر طے کرنا پڑتا تھا۔ لق ودق صحرا میں مٹھی کالج زندگی کی آسائشوں سے محروم تھا۔ مجھے پروفیسر مرحوم نے اس کالج تک آنے جانے اور اپنی رہائش کی صورت حال خود بیان کیں تو میں تڑپ اٹھا کہ ایک ''ماہر رضویات'' ایک عالم دین، ایک روحانی راہنما سندھ کے بے آب وگیاہ صحرا میں جائے گا اور نوکری

marfat.com
Marfat.com

کرے گا۔

ان دنوں سندھ کے گورنر میر رسول بخش خاں تالپور تھے۔ وہ میرے نہ صرف مہربان تھے۔قدردان بھی تھے۔ان کے بڑے بھائی میر علی احمد خاں تالپور بھی میرے کرم فرماتھے۔ میں نے پروفیسر صاحب کو کہا کہ میں ابھی کراچی آرہا ہوں۔اور گورنر سندھ سے آپ کے آرڈرز منسوخ کرواتا ہوں۔''کون ہیں یہ لوگ جو آپ کو''مٹھی'' جانے والے اونٹوں پر بٹھا رہے ہیں''۔ پروفیسر محمد مسعود احمد نے میرے جذبات کو سنا۔میرے تعلقات کی تصدیق کی۔مگر فرمانے لگے فاروقی صاحب جہاں کوئی استاد نہیں جاتا میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔جن بچوں کو کوئی نہیں پڑھاتا انہیں میں پڑھاؤں گا۔میں آپ کے سامنے چپ ہو گیا اور جناب پروفیسر کراچی کی روشنیوں کو چھوڑ کر سندھ کے تپتے ہوئے صحرا میں مٹھی کالج جا پہنچے۔

آپ کا مٹھی جانا کیا ہوا گویا صحرا میں بہاریں آگئیں۔تمام اساتذہ کو اپنی ڈیوٹی پر بلایا گیا۔تمام طلبہ کو گھر گھر سے طلب کیا گیا۔تمام سٹاف اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے،نمازیں باجماعت ادا ہونے لگیں۔اساتذہ اپنے پرنسپل کی شفقت کے گھنے سایوں میں بیٹھنے لگے صحرائی بچے زیور تعلیم سے آراستہ ہونے لگے۔سب سے بڑھ کر اعلیٰ حضرت کی تعلیمات سے ہر ایک کو حصہ ملنے لگا۔آپ کے قیام کے زمانہ کو مٹھی کے لوگ آج تک یاد کرتے ہیں۔

آپ کیا آئے کہ مٹھی میں بہاریں آگئیں

جن دنوں مجھے''مرکزی مجلس رضا'' کا نگران بنایا گیا۔تو مجھ پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھل گئے۔ماہنامہ''جہان رضا'' میری ادارت میں نکلنے لگا۔تو ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب میری تحریر کو خصوصیت سے پڑھتے خوش ہوتے۔''جہان رضا'' میں ان کے مضامین چھپتے تو جہان رضا کے قارئین بڑی دلچسپی سے پڑھتے۔''جہان رضا'' میں خطوط چھپتے تو ان میں ڈاکٹر صاحب کے خطوط خصوصی طور پر چھپتے،ان میں دنیائے رضویت میں ہونے والے علمی کاموں کی نشاندہی ہوتی۔ پھر اعلیٰ حضرت کے متعلق دنیا وجہاں کی بے شمار خبریں ہوتیں جنہیں جہان رضا کے قارئین بڑی دلچسپی سے پڑھتے۔اعلیٰ حضرت کی برکات اور جہان رضا کی علمی خدمات کی وجہ سے مجھے ہر سال دیار

marfat.com
Marfat.com

حبیب میں حاضری کا موقع ملتا۔ حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی دیارِ حبیب میں ملتے تو بڑی محبتوں سے نوازتے۔ بعض خصوصی مجالس میں لے جاتے۔ بعض علمائے کرام سے ملاتے تعارف کراتے۔ میری خدمات کا ذکر کرتے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی بات کرتے تو دل و جان خوش ہو جاتے ہم قطب مدینہ سیدی ضیاء الدین قادری رضوی کے خادم حکیم محمد عارف ضیائی کی مجالس میں اکثر اکٹھے بیٹھتے تھے۔ تو گنبد خضریٰ کی رعنائیاں ہمارے دلوں کو سکون بخشیں:

اعلیٰ حضرت کے افکار و نظریات پر جناب پروفیسر رحمۃ اللہ علیہ کی تحریریں بڑی مقبول ہوئیں۔ خصوصاً جب آپ کی ''دوقومی نظریہ''۔ ''تحریک ترک موالات'''' کانگریسی علماء کی وطن دشمنی'' پر کتابیں سامنے آئیں تو ملک کے سیاست دانوں نے بھی اعلیٰ حضرت کے سیاسی نظریات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور محسوس کیا کہ پاکستان بننے سے نصف صدی قبل بریلی کا ایک عالم بھی دوقومی نظریہ پیش کر رہا ہے۔ ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود کی تحریر پاک و ہند کے علاوہ عالم اسلام میں پہنچی تو اہل علم حضرات ''مرکزی مجلس رضا لاہور'' کی خدمات کو سراہنے لگے۔ یہ حسن اتفاق تھا کہ اعلیٰ حضرت کے افکار و نظریات کو پھیلانے والی ''مرکزی مجلس رضا'' کے بانی حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم چشتی نظامی تھے۔ مگر ایک قادری عالم دین کی کتابوں کی اشاعت میں مصروف رہے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ ایک مجددی بزرگ تھے۔ مگر بریلی کے ایک قادری بزرگ پر کتابیں لکھتے رہے۔ حضرت پروفیسر رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت پر تیس جلدوں میں ایک کتاب لکھنا چاہتے تھے۔ اور اس کا ایک خاکہ بھی تیار کیا تھا۔ اسے چھپوا کر تقسیم کیا۔ مگر انہیں وہ ٹیم نہ مل سکی جو اس خاکہ کے نقوش میں رنگ بھرتی۔

حضرت مسعود احمد مظہری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے شہنشاہ سرہند حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی پر کام کرنا شروع کیا۔ تو اس سلسلہ میں کئی سال مسلسل کام کیا۔ اور چودہ مجلدات میں امام ربانی مجدد الف ثانی کے علوم و معارف پر ''جہان امام ربانی'' مرتب کرایا۔ [illegible] عت سے آراستہ کیا اور اہل علم و فضل میں تقسیم کیا۔ آپ کا یہ بڑا کارنامہ ہے برصغیر کا کوئی [illegible] نقشبندی وہ کام نہیں کر سکا۔ جو حضرت مسعود مظہری نے کیا۔ مرکزی مجلس رضا [illegible] آپ نے ''ادارہ تحقیقات

marfat.com
Marfat.com

امام احمد رضا کراچی'' کی سر پرستی فرماتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر بڑے شاندار مقالے لکھے۔ جو''معارف رضا'' کے مخصوص شماروں میں چھپے ان مقالات نے دنیائے رضویت کے اعلیٰ طبقوں میں افکار رضا کو پھیلایا۔ اور آپ کی تحریریں دور دور تک پہنچیں۔ ان تحریروں نے آپ کو'' ماہر رضویات'' کے خطاب سے مشہور کر دیا۔ پاکستان کے علاوہ ہندوستان کے علماء کرام نے آپ کی تحریروں کو بڑا پسند کیا حضرت کی علمی خدمات پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات لکھے گئے تو آپ نے راہنمائی فرمائی۔ آپ کو ہندوستان کے مختلف شہروں میں بلا کر آپ کے اعزاز میں استقبالیے دیئے جاتے۔ دہلی، بریلی، ممبئی، مبارک پور، اعظم گڑھ، علی گڑھ، اجمیر شریف کے علماء کرام نے آپ کو دعوت خطاب دے کر بڑا اعزاز دیا۔ ہندوستان کے علماء اہلسنت ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری کی علمی خدمات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دہلی میں ان کے والد گرامی کا دارالارشاد شاہی مسجد فتح پوری میں ایک صدی سے کام کر رہا ہے۔ جہاں ان کے برادر عزیز حضرت مولانا محمد مکرم مجددی خطیب بھی ہیں اور سلسلہ مجددیہ کے پیر طریقت بھی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری پاکستان میں رہتے ہوئے اس'' دارالارشاد'' کے رکن ہیں۔ اور اس مرکز کی آبیاری میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔

زندگی کے آخری ایام میں آپ لاہور تشریف لائے تو صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری سجادہ نشین دربار شیر ربانی نے آپ کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ جس میں لاہور کے سکالرز کو بھی دعوت دی گئی۔ اس دعوت میں مجددی نقشبندی حضرات کی اکثریت تھی۔ راقم نے اس استقبالیہ میں صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری اور ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی مظہری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو ہدیہ تحسین پیش کیا آپ کی علمی اور فکری خدمات پر تفصیلی گفتگو کی۔ آپ کی کوششوں کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔ جس پر آپ بہت خوش ہوئے۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ حضرت سے آخری ملاقات ہے۔ آخری مجلس ہے۔ آخری گفتگو ہے اور آخری زیارت ہے۔

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

marfat.com
Marfat.com

# ماہر رضویات

## پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ

از قلم: محمد کاشف اسلام قادری رضوی
عارف والا

عالم اسلام کی عظیم شخصیت، میدان تحقیق میں بین الاقوامی شہرت کے مالک، قلم کے بادشاہ، مفکر، مدبر علم وفضل میں یگانہ روزگار محققین اور مورخین کے دلوں میں گھر کر جانے والے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مجددی نقشبندی ہیں جنہیں دنیا "ماہر رضویات" کے نام سے جانتی ہے۔ آپ عاشق رسول بھی ہیں، آئینہ مجدد الف ثانی بھی، ترجمان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی بھی ہیں رہبر اہلسنت بھی ہیں۔ پیکر ادب وروحانیت بھی یادگار اسلاف بھی ہیں۔ شریعت وسنت مبارکہ کے پابند بھی، رہبر شریعت بھی ہیں۔ مرشد کریم بھی۔ علامہ حضرت مظہر اللہ کے مظہر اور لخت جگر بھی ہیں، کون مظہر اللہ؟ وہ مفتی مظہر اللہ جو اپنے زمانے کے مفتی اعظم ہند، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم بزرگ امام شاہی مسجد فتح پوری دہلی جن کے فیضان تربیت اور نظر کیمیا اثر نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کو گوہر یکتا بنا دیا وہ مفتی مظہر اللہ نقشبندی مجددی جنہوں اپنے دور میں علم وعرفان کے دریا بہائے آپ مسجد فتح پوری دہلی کی امامت و خطابت پر تقریباً 70 سال تک فائز رہے آپ کے دست حق پر ہزاروں نے بیعت کی اور روحانی فیوض حاصل کیے آپ کی تصانیف پر پندرہ (15) کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ترجمہ قرآن پاک ایک امتیازی مقام رکھتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی نقشبندی کے نانا جان شیر اسلام سید واحد علی شاہ نے تقریباً 1920 میں یہ پیش گوئی فرمائی تھی کہ ان کی بیٹی کے ہاں ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا۔ جو عالم اسلام میں نام پیدا کرے گا وہ بیٹی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی والدہ ماجدہ تھیں۔

آپ 24 اکتوبر 1930 میں جامع مسجد فتح پوری دہلی کے نزدیکی محلے میں پیدا ہوئے آپ والد ماجد کی طرف سے صدیقی ہیں اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سید تھے مسلکاً حنفی اور

marfat.com
Marfat.com

مشرباً نقشبندی مجددی ہیں آپ نے قرآن پاک کی تعلیم عربی اور فارسی سے شناسائی 1935 سے لیکر 1940 تک اپنے والد ماجد سے ہی حاصل کی 1941 سے لے کر 1945 تک علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہوئے اور اس کے بعد پاکستان تشریف لے آئے آپ نے میٹرک اور انٹر پاس کرنے کے بعد 1956 میں بی اے (B.A) پاس کیا 1956 میں ڈاکٹر صاحب دہلی تشریف لے گئے اور وہاں اپنے والد بزرگوار سے شرف بیعت حاصل کیا 1958 میں آپ نے ایم اے اردو کے امتحان میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی۔ آپکی تعلیم فاضل اردو، فاضل فارسی، فاضل درس نظامی، وعلوم شرقیہ میں گولڈ میڈلسٹ پی ایچ ڈی ہے 11 اگست 1958 کو گورنمنٹ کالج میر پور میں لیکچرار مقرر ہوئے پھر آپ پروفیسر ہوئے سولہ سال تک مختلف کالجوں میں پرنسپل رہے آپ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ممتحن بھی رہ چکے ہیں، سندھ میں محکمہ تعلیم میں ڈپٹی سیکریٹری رہے۔آپ اپنا وقت غیر نصابی سرگرمیوں میں ضائع کرنے کی بجائے تحقیقات علمی میں صرف کرتے اور اسی علمی وتحقیقی سفر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے اپنا PHD کا مقالہ اردو میں قرآنی تراجم اور تفاسیر کے عنوان سے پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ یہ مقالہ ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے آپکی علمی تحقیقی زندگی کا آغاز 1951 سے ہوتا ہے جب آپ نے لیو پولڈ اسد کی کتاب Islam at the cross road کے بعض ابواب کا ''اسلام دوراہے پر'' کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت مولانا الشاہ امام احمد رضا پر لکھنے کا آغاز محسن اہلسنت، صدر مرکزی مجلس رضا لاہور محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بے حد اصرار پر کیا یہ وہ دور تھا جب جامعات وکلیات اور تحقیقی اداروں میں محققین اور دانشور امام احمد رضا کے علمی مقام سے واقف نہ تھے بلکہ ان اداروں میں تو امام احمد رضا کا ذکر وفکر معیوب سمجھا جاتا تھا آپ فرماتے ہیں جب 1970 میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ امام احمد رضا کے حالات اور علمی خدمات پر تحقیق شروع کی تو یوں محسوس ہوا جیسے میں ایک عظیم خزانے تک پہنچ گیا ہوں جو نہ معلوم کب تک زیر زمین دفن کر دیا گیا تھا۔ 1970 سے لیکر اب ...ب نکلا چلا آرہا ہے چنانچہ پروفیسر صاحب نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی پر پہلی کتاب"

marfat.com
Marfat.com

فاضل بریلوی اور ترک موالات" لکھی اس کتاب میں حضرت مسعود ملت نے بڑے تحقیقی انداز میں تحریک ترک موالات کو اس کے پس منظر میں پیش کیا۔

یہ کتاب پہلی بار مرکزی مجلس رضا لاہور نے 1971 میں شائع کی اسکی شاندار پذیرائی پر مرکزی مجلس رضا لاہور نے اسے چھ بار شائع کیا۔ کتاب کی پہلی ہی اشاعت سے بدعقیدہ مولویوں میں بوکھلاہٹ پیدا ہوگئی۔ اور غیظ وغضب کی لہر دوڑ گئی چنانچہ یونیورسٹی کے ایک شیخ الجامعہ نے اپنی نجی محفل میں ڈاکٹر مسعود احمد سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں فلاں پبلشر سے کہوں گا کہ پروفیسر مسعود کی کتابیں نہ چھاپا کرے ایک دوسری یونیورسٹی کے پروفیسر صدر شعبہ تاریخ بھی ناراض ہوگئے اور دیرینہ دوستی بھی ختم کردی تو ڈاکٹر صاحب نے عرض کی، تاریخی حقائق عقائد نہیں ہوتے آپ میری بات غلط ثابت کردیں میں اپنی بات کاٹ کر آپکی بات لکھ دونگا۔ ایک فاضل نے یہاں تک فرمایا کہ، امام احمد رضا کو ہم دفن کر چکے تھے فلاں پروفیسر (اس سے مراد ڈاکٹر مسعود صاحب) نے انہیں قبر سے نکالا ہے'' اور اب دوبارہ دفن کرنے میں نصف صدی لگے گی'' دیگر محرکین کے علاوہ بنیادی طور پر جس بات نے حضرت مسعود ملت کو اعلیٰ حضرت پر خصوصیت سے لکھنے کے لیے ملتفت کیا اس پہلو کو یکم مئی 1990 میں منکشف فرمایا جب کوئٹہ میں سندھ یونیورسٹی کے اساتذہ کو عصرانہ پر بلایا تھا۔ وہاں سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کا ذکر چل نکلا۔ پھر امام احمد رضا کا ذکر نکل آیا جس پر ایک سنیئر استاد نے فرمایا "وہ جاہلوں کے امام تھے" یہ جملہ ایک تازیانہ ثابت ہوا۔ اس کے بعد حضرت مسعود ملت کا قلم گویا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے لیے وقف ہو کے رہ گیا ایک پڑھے لکھے آدمی کی یکطرفہ سوچ نے آپکو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا اس صورت حال کے پیش نظر حضرت مسعود ملت نے تہیہ کرلیا کہ وہ امام احمد رضا کے نظریات کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرکے حقائق کا کھوج لگائیں گے اور تاریخ کے چہرے پر پڑی گرد کی تہوں کو ہٹا کر اصل خدوخال سامنے لائیں گے چنانچہ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر دوسری کتاب '' فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر'' میں لکھی جسے مرکزی مجلس رضا لاہور نے شائع کیا۔ اس کتاب کے ذریعہ پہلی بار علمی حلقوں میں امام احمد رضا کا تعارف ہوا اس کے بعد 1975 میں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام لاہور کے لیے ایک تحقیقی مقالہ لکھا۔ جو

marfat.com
Marfat.com

امام احمد رضا کی شخصیت اور کارناموں کا اجمالی جائزہ تھا اس سے غیر دینی اسکالروں کا حلقہ بہت متاثر ہوا 1974 میں امام احمد رضا کی شاعری پر ایک رسالہ" بنام عاشق رسول" تحریر فرمایا اسے بھی مرکزی مجلس رضا لاہور نے شائع کیا 1978 میں امام احمد رضا کے عربی و فارسی مکاتیب پر مبنی ایک تحقیقی مقالہ تنقیدات وتعاقبات امام احمد رضا رقم فرمایا 1981 میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی سوانح پر ایک علمی و تحقیقی کتاب مرتب فرمائی۔ پھر ایک معرکہ آرا تحقیقی کتاب " گناہ بے گناہی " لکھی اسی طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر علمی و تحقیقی کتابیں تحریر ہو کر منظر عام پر آتی گئیں جو رضویات پر ریسرچ کرنے والوں کے لیے مشعل راہ بنیں اور تحقیق کی، نئی نئی جہتیں کھلتی گئیں۔ آپ نے 1982 میں بہت ہی اہم اور بہت ہی مشکل کام امام احمد رضا بریلوی کا پندرہ (15) جلدوں پر مشتمل ایک سوانحی خاکہ پیش کیا جو " دائرہ معارف امام احمد رضا" کے عنوان سے شائع ہوا اس خاکہ میں حضرت فاضل بریلوی کی غیر مطبوعہ تصانیف کے نادر عکس بھی شامل ہیں اس خاکہ کو دیکھ کر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی قابلیت اور امام احمد رضا سے ان کی پرخلوص محبت اور ان کے دینی جذبے کی داد دینی پڑتی ہے۔ یہ خاکہ ثابت کرتا ہے کہ پروفیسر محمد مسعود احمد حقیقتاً ''ماہر رضویات'' کہے جانے کے مستحق ہیں۔

پروفیسر صاحب نے امام احمد رضا پر قلم اٹھایا تو جمود ٹوٹنے لگا اور عالم یہ ہوا کہ متعدد جگہوں پر امام احمد رضا پر تحقیقی وتحریری کام کے لیے ادارے واکیڈمیاں قائم ہونے لگیں اور لوگوں کے حوصلے بلند ہونے لگے مصنف بھی ابھرے اور مصنف گر بھی اٹھے اور منتظم و مہتمم اور ریسرچ اسکالر بھی ابھرے۔ اور ہر طرف حرکت وعمل کی گہما گہمی نظر آنے لگی بھارت میں ''المجمع الاسلامی مبارک پور''، ''جامعہ اشرفیہ مبارکپور'' میں کام کی تیزی بڑھ گئی۔ بریلی شریف میں ''ادارہ تصنیفات رضا'' قائم ہوا۔ پاکستان میں سید ریاست علی قادری نے 1980 میں ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا'' کی داغ بیل ڈالی مسعود ملت نے اپنے قلم سے اسکو مضبوط کیا۔ مرکزی مجلس رضا لاہور تو فعال تھا ہی اس کی فعالیت میں بھی تیزی آگئی۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ امام احمد رضا بریلوی پر تحقیقی کام کرنے کے علاوہ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی پر بھی بہت کام کیا ''جہان مجدد الف ثانی'' کی پندرہ (15) جلدیں اس پر شاہد ہیں اور اس کے علاوہ بھی حضرت مجدد الف ثانی پر کئی تحقیقی کتابیں تحریر فرما چکے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

باقی جن موضوعات پر آپ نے قلم اٹھایا ان میں سوانح، سیرت، اخلاقیات، ادب، شخصیات، تصوف اقبالیات فلسفہ، تاثرات نفسیات سیاست شامل ہے۔ بریلی کے ڈاکٹر مولانا عبدالنعیم عزیزی آپکے متعلق فرماتے ہیں "آپکا وجود ملت اسلامیہ کے لیے ایک نعمت عظمٰی ہے"۔ سید وجاہت رسول قادری فرماتے ہیں کہ ہم یہ بات بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اعلٰی حضرت مولانا امام احمد رضا کا نام ذہن میں آتے ہی ایک اور نام ذہن میں آتا ہے وہ ہے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا۔ دنیائے رضویات پر آپکی خدمات واحسانات کا بدلہ اگر پوری دنیائے رضویت بھی ادا کرنا چاہے تو یہ ناممکن ہے علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی نے آپکو "محب رضا" کہہ کر یاد کیا ہے محمد بناء جنوبی افریقہ سے بیان کرتے ہیں کہ پروفیسر صاحب نے مغربی دنیا اور انگریزی جاننے والی دوسری قوموں میں امام احمد رضا کا خوب تعارف کرایا اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عاشق کی علمی خدمات کی طرف دنیا کو متوجہ کرانے کے لیے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا خاص طور پر انتخاب فرمایا تو ہمیں ذرہ برابر بھی تعجب نہ ہوگا۔ بھارت سے 1997 میں ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی صاحب نے آپکی حیات، علمی اور ادبی خدمات پر بہار یونیورسٹی سے (PHD) پی ایچ ڈی کا مقالہ پیش کیا اور اسکے علاوہ جہانِ مسعود، منزل بہ منزل، القاب مسعودِ ملت، تذکارِ مسعودِ ملت، آئینہ رضویات وغیرہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ جس سے حضرت مسعودِ ملت کے علمی مقام کا پتا چلتا ہے آپ نقشبندی مجددی ہو کر رضویات پر وہ کام کر گئے جو کوئی رضوی آج نہ کر سکا۔ وہ علم کا آفتاب جو 24 اکتوبر 1930 کو دہلی کی سرزمین سے طلوع ہوا تھا 28 اپریل 2008 کو علم و نور کی روشنی پھیلاتا ہوا کراچی میں غروب ہو گیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون میری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی حضرت مسعودِ ملت کو جنت میں بلند مقام عطا فرمائے آپکے وصال سے ملت اسلامیہ میں وہ خلا پیدا ہو گیا ہے جو کبھی بھی پورا نہ ہو سکے گا آپکے خلفاء میں ڈاکٹر محمد سعید احمد سجادہ نشین خانقاہ عالیہ باقی باللہ دہلی۔ مولانا مفتی محمد مکرم احمد خطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی، جناب جاوید اقبال مظہری ہیں۔ آپکی اولاد میں تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ محمد مسرور احمد ہے۔

ہم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نمبر نکالنے پر پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں
منجانب: محمد کاشف قادری رضوی اسلام جنرل سٹور کارخانہ بازار عارفوالا

marfat.com
Marfat.com

# امام احمد رضا کی علمی یادگاریں

پروفیسر محمد مسعود احمد☆

تاریک فضاؤں میں بھٹکنے والے بھٹک رہے ہیں۔ اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں۔ راستہ نہیں پاتے۔ کیا کریں کیا نہ کریں۔ کدھر جائیں کدھر نہ جائیں۔ سنو سنو۔ یہ کیسی آواز آرہی ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ. ہاں! کہو کہو۔ ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔ ان پیاروں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا انعام ہوگا کہ وہ کریم اپنی اور اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے کسی کا دل جگمگا دے۔ تو جن کے دل جگمگائے، ان کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے۔ اور کوئی راستہ راستہ ہی نہیں کہ راستہ وہی ہے جو منزل تک پہنچا دے۔ منزل بغیر نور ایمان نظر نہیں آسکتی اور ایمان بغیر اللہ اور رسول علیہ التحیۃ والتسلیم کی محبت کے میسر نہیں آسکتا۔ عقل کے بس کی بات نہیں کہ وہ منزل پاسکے۔ زندہ دل ہی منزل پاسکتا ہے۔ تو زندہ دلوں کو اپنا راہنما بنایئے۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کو اپنا قائد بنایئے۔ انہی کے نشانِ قدم کو قرآن حکیم "صراط مستقیم" کہہ رہا ہے۔ انہی کے نقش پا کو فرقان حمید "منزل" بتا رہا ہے۔ قرآن کی آواز پر لبیک کہیے۔ آگے بڑھیے اور ان کا دامن تھام لیجیے جنھوں نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھاما ہے۔ ہاں! انہی دامن تھامنے والوں میں ایک وہ عاشق بھی تھا جس نے عالم اسلام میں عشق مصطفےٰ کی دھوم مچائی۔ علم وعمل میں یگانہ اور مثالِ زمانہ۔ گوناگوں عشق ہی نے اس کو ذرے سے آفتاب بنایا۔ آج پھر اس کی ضیا پاشیوں کے لیے آنکھیں ترس رہی ہیں۔ آج پھر اس کا نعرۂ مستانہ سننے کے لیے سب کان لگائے ہوئے ہیں۔

امام احمد رضا کو کون نہیں جانتا۔ سب جانتے پہچانتے ہیں۔ وہ ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ/۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف (بھارت) میں پیدا ہوئے اور

marfat.com
Marfat.com

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو اسی شہر میں وصال فرمایا۔ تقریباً ۱۴ برس کی عمر میں درسِ نظامی سے فارغ ہوئے اور ان کا شمار علماء میں ہونے لگا۔ وہ معقولات و منقولات کے فاضل اور اپنے دور کے عظیم عبقری تھے۔ پچپن علوم و فنون میں مہارت حاصل تھی۔ انہوں نے ہر فن میں علمی یادگار چھوڑی ہے۔ ان کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔

ان کا ترجمہ قرآن کنز الایمان فی ترجمة القرآن (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء) اردو تراجم کے سارے ذخیرے میں امتیازی شان رکھتا ہے۔ یہ نہ کسی ترجمے کا ترجمہ ہے اور نہ ترجموں کی ترجمانی۔ یہ تو براہِ راست قرآن سے قرآن کا ترجمہ ہے۔ تفسیر میں امام احمد رضا کی شان یہ تھی کہ صرف سورہ والضحیٰ کی چند آیتوں کی تفسیر ۶۰۰ صفحات سے بھی تجاوز کر گئی۔ زندگیاں ملتیں تو وہ تفسیر لکھتے۔ ایک زندگی تو تفسیر کے لیے کافی نہ تھی۔

علم حدیث میں ان کا یہ مقام کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مولانا رحمٰن علی، امام احمد رضا کی تصنیف الروض البھیج فی آداب التخریج (۹۹-۱۲۹۶ھ) کا تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اگر اس فن میں پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تو پھر امام احمد رضا کو اس فن کا موجد کہا جائے گا۔"

مسلکِ دیوبند کے جید عالم مولانا نظام الدین احمد پوری (سابق ریاست بہاولپور، پاکستان) کو جب فنِ حدیث میں امام احمد رضا کی کتاب الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی (۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء) کے منازلِ حدیث سے متعلق ابتدائی اوراق سنائے گئے تو انہوں نے حیرت سے فرمایا:

"یہ سب منازلِ فہمِ حدیث مولانا کو حاصل تھے؟ افسوس میں ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا۔ امام احمد رضا جس شان کے محدث تھے اسی شان کے فقیہ بھی تھے۔"

صاحب نزہۃ الخواطر، سید عبدالحئی ندوی کی رائے میں جزئیاتِ فقہیہ پر امام احمد رضا کو جو عبور حاصل تھا وہ ان کے معاصر علما میں کسی کو

marfat.com
Marfat.com

حاصل نہ تھا۔ امام احمد رضا کا عظیم مجموعۂ فتاویٰ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ان کی فقاہت پر گواہ ہے۔ ماہرین قانون میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اور ممبئی ہائی کورٹ کے پارسی جج پروفیسر ڈی ایف ملا نے "فتاویٰ رضویہ" کو سراہا ہے اور اسے عظیم شاہکار قرار دیا ہے۔ اور علمائے عرب و عجم نے تو دل کھول کر تعریف کی اور انہیں اس صدی کا "مجدد" قرار دیا۔ امام احمد رضا کے دارالافتاء میں برِ اعظم ایشیا، برِ اعظم یورپ، برِ اعظم امریکہ، برِ اعظم افریقہ سے استفتاء آتے تھے اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جایا کرتے تھے۔ یہ امتیاز، یہ مقبولیت، یہ مرجعیت صرف اور صرف امام احمد رضا ہی کو حاصل تھی۔ علمائے دین، مفتیانِ شرعِ متین اور قاضیانِ عدالت سب ان سے مستفید ہوتے تھے۔

منقولات و معقولات میں انہوں نے حیرت انگیز کارنامے انجام دیے۔ انہوں نے عربی میں تحقیقی مقالہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (۱۳۰۲ھ/۱۹۰۵ء) پیش کر کے علمائے عرب کو حیرت میں ڈال دیا۔ ریاضی کا ایک لاینحل مسئلہ حل کر کے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (بھارت) کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین کو متحیر کر دیا اور وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ امام احمد رضا "نوبل پرائز" کے مستحق ہیں۔ "قصیدہ معراجیہ" لکھ کر ادیبوں اور شاعروں کو انگشت بدنداں کر دیا۔ عرب کی نازک خیالیوں اور سائنس کی موشگافیوں کو اپنی ذات میں جمع کر کے ازہر یونیورسٹی، قاہرہ (مصر) کے پروفیسر محی الدین الوائی کو حیرت میں ڈال دیا۔

دورِ جدید کے لیے امام احمد رضا کے پیکرِ علمی کا معقولاتی پہلو نہایت اہم اور دلچسپ ہے۔ امام احمد رضا نے ان تحقیقات و تصنیفات میں قدیم و جدید فلسفیوں اور سائنسدانوں کی تحقیقات و تخلیقات کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور علمی گرفتیں کی ہیں۔ مثلاً ابن سینا، نجم الدین علی بن محمد القزوینی، شمس الدین محمد بن مبارک میرک بخاری، امام غزالی عبد الحر بن احمد الایجی، سعد الدین مسعود بن محمد تفتازانی، نصیر ال[illegible] بن محمد طوسی، عبد اللہ بن عمر بیضاوی، ملا محمد جونپوری، آئزک نیوٹ[illegible] ـے آئن اسٹائن وغیرہ وغیرہ۔

امام احمد رضا نے فوزِ مبین [illegible] ـکتِ زمین (۱۳۳۸/۱۹۱۹ء) لکھ

marfat.com
Marfat.com

کر "نظریۂ کشش ثقل"، "نظریۂ اضافیت" اور "نظریۂ حرکتِ زمین" پر فاضلانہ بحث کی ہے۔ دورِ جدید کے بعض مغربی اور مشرقی فلسفیوں اور سائنسدانوں نے بھی ان نظریات میں کلام کیا ہے اور اپنے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں مختلف نتائج اخذ کیے ہیں۔

سائنسی علوم میں امام احمد رضا کی گہرائی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۱۹ء میں ایک امریکی ہیئت داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے پیشگوئی کی کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو آفتاب کے سامنے بعض سیاروں کے جمع ہونے اور کشش کے نتیجہ میں ممالک متحدہ امریکہ میں قیامتِ صغریٰ آئے گی۔ جب اس پیشگوئی کے بارے میں امام احمد رضا سے رائے لی گئی تو انہوں نے اسے لغو قرار دیا اور اس کے جواب میں ایک فاضلانہ علمی مقالہ معینِ مبین بہر دورِ شمس وسکونِ زمین (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) تصنیف فرمایا۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو سارے عالم نے دیکھا کہ امام احمد رضا نے جو کچھ کہا تھا حرف بحرف صحیح ثابت ہوا اور امریکی ہیئت داں کی پیشگوئی باطل ٹھہری۔ مغربی دنیا پر امام احمد رضا کی پہلی کامیابی تھی۔

معقولات میں امام احمد رضا کی تصانیف کو سمجھنے والے بھی اب نہ رہے۔ شاذ ونادر ہی کہیں ہوں تو ہوں۔ جدید فلسفی اور سائنسداں بھی عربی وفارسی زبانوں اور علمی اصطلاحات سے واقف نہیں اس لیے ان کا سمجھنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین نے مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) سے ایک ماہر فن امام احمد رضا کے پاس بھیجا کہ وہ امام احمد رضا سے مطالب ومفاہیم سمجھ کر انگریزی میں لکھتا جائے مگر یہ سلسلہ زیادہ دیر نہ چل سکا اور بات نامکمل رہ گئی ورنہ امام احمد رضا کی تحقیقات انگریزی میں منتقل ہوجاتیں تو آج اہل علم محروم نہ رہتے۔ بہر کیف علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے سابق استاد پروفیسر ابرار حسین فوزِ مبین کا انگریزی میں ترجمہ کررہے ہیں اور حواشی بھی تحریر کررہے ہیں۔

امام احمد رضا برق رفتاری سے سوچتے تھے۔ ان کا رہوارِ فکر اپنے زمانے سے آگے دوڑتا تھا۔ ان کی یہ خصوصیت قابلِ توجہ بھی ہے اور لائقِ تحقیق بھی۔ انہوں نے ریاضیات میں اپنے الگ قوانین وضع کیے اور

marfat.com
Marfat.com

ضابطے تحریر کیے۔ وہ یگانہ روزگار بھی تھے اور عبقری بھی۔

امام احمد رضا، منقولات و معقولات کے امام تو تھے ہی مگر وہ ایک سچے اور پکے مسلمان تھے۔ انہی عقائد پر کاربند تھے جو حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ، تابعین اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہیں۔ انہوں نے اپنی طرف سے نہ کوئی عقیدہ ایجاد کیا اور نہ کسی نئے فکر اور نظریے کی بنیاد رکھی۔ وہ قرآن و حدیث کے متبحر عالم تھے ایسا کیوں کر کر سکتے تھے۔ انہوں نے آدم و ابلیس کے واقعہ سے یہ سبق سیکھا کہ زعمِ توحید میں اللہ کے محبوبوں سے منہ نہ موڑنا چاہیے۔ ابلیس نے منہ موڑا اور دنیا و آخرت میں رسوا ہوا۔ کہیں کا نہ رہا۔ ان کے آگے جھکنا خدا کے آگے جھکنا ہے۔ ان سے منہ موڑنا خدا سے منہ موڑنا ہے۔ ابلیس یہ نکتۂ توحید اور رمزِ محبت نہ سمجھا اور ہمیشہ کے لیے مردود ٹھہرا۔

اللہ کے محبوبوں کی شان ہی نرالی ہے۔ ان کے عصا کی یہ شان کہ پتھر پر پڑے تو چشمے پھوٹ پڑیں اور پیاسے سیراب ہو جائیں۔ دریا پر پڑے تو راستہ پیدا ہو جائے اور قافلوں کے قافلے دریا پار کر لیں۔ ان کے پیرہن کی یہ شان کہ چہرے پر ڈالا جائے تو بے نور آنکھیں منور کر دے۔ ان کے نقشِ پا کی یہ شان کہ قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا جائے اور سجدہ گاہ بنالیا جائے۔ اور محبوبوں کے محبوب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کیا ہوگی جن کا ذکر زبور میں۔ جن کا ذکر انجیل میں، جن کا ذکر توریت میں۔ جن کا ذکر ویدوں میں، جن کا ذکر اپنشدوں میں، جن کا ذکر پرانوں میں، جن کا ذکر ژندواوستا میں۔ ان کا ذکر اللہ نے بلند کیا۔ کون جانے کب سے بلند کیا؟ کون سمجھے کہاں تک بلند کیا؟ بلندیاں ان کے سامنے ہیں بلندیاں ان کے قدم چوم رہی ہیں۔ امام احمد رضا نے اس بلند مرتبت ہستی کے کمالات کو سارے عالم کے سامنے پیش کیا۔ یہ ان کا عظیم کارنامہ ہے۔

انہوں نے شمول الاسلام لأصول الرسول الکرام (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) لکھ کر آپ کے آباء و اجداد کی عظمتوں کو اجاگر کیا۔ نطق الھلال بارخ ولادۃ الحبیب والوصال (۱۳۱۷ھ/

marfat.com
Marfat.com

۱۸۹۹ء) لکھ کر یہ بتایا کہ اس جانِ جاں نے رخ زیبا سے نقاب کب اٹھائی اور رخ زیبا پر نقاب کب ڈالی۔ النعیم المقیم فی فرحة مولد النبی الکریم (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) لکھ کر یہ بتایا کہ یوم ولادت باسعادت خوشیاں منانے کا دن ہے، شادیاں رچانے کا دن ہے۔ عروس الاسماء الحسنیٰ فیما لنبینا من الاسماء الکسنیٰ (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء) لکھ کر یہ بتایا کہ اس محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دو نہیں، ایک ہزار سے زیادہ نام ہیں۔ فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب باذن اللہ (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) لکھ کر یہ بتایا کہ اس تاجدار دوجہاں کو شہنشاہ بھی کہیے تو سجتا ہے۔ منیر العنیین فی حکم تقبیل الابھامین (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) لکھ کر یہ بتایا کہ اس محبوب رب العلمین کے نام نامی پر عشاق بے تابانہ اپنے انگوٹھے چومیں تو خیر و برکت ہے۔ تمہید ایمان بآیات قرآن (۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) لکھ کر مقامات مصطفےٰ کی سیر کرائی اور یہ بتایا کہ ان کی جناب میں ادنیٰ گستاخی بھی کفر ہے۔ سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ (۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء) لکھ کر آپ کے اختیار و اقتدار کا نظارہ دکھایا۔ اجلال جبریل لجعله خادما للمحبوب الجمیل (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء) لکھ کر بتایا کہ ان کے دربار عالی کی یہ شان ہے کہ جبرئیل امین بھی خادما نہ حاضر ہوتے ہیں۔ منیة اللبیب ان التشریع بید الحبیب (۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) لکھ کر بتایا کہ ان کی شان اقدس یہ ہے کہ جس کو حرام کردیں، حرام ہوجائے۔ جس کو حلال کردیں، حلال ہوجائے۔ الموھبة الجدیدہ فی وجود الحبیب بمواضع عدیدہ (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) لکھ کر بتایا کہ ان کی شان اقدس یہ ہے کہ جس کو حرام کردیں، حرام ہوجائے۔ جس کو حلال کردیں، حلال ہوجائے۔ الموھبة الجدیدہ فی وجود الحبیب بمواضع عدیدہ (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) لکھ کر یہ بتایا کہ ان کی محبوبیت کی یہ شان ہے کہ ان کا عاشق جہاں یاد کرتا ہے، موجود پاتا ہے۔ اللؤلؤ الکنون فی علم البشیر بما کان وما یکون (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) لکھ کر

marfat.com
Marfat.com

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعتوں اور پہنائیوں کو بیان کیا۔
صلات الصفا فی نور المصطفیٰ (۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء) لکھ کر نورانیتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کا جلوہ دکھایا۔ ھدی الجیران فی نفی الفئی عن شمس الاکوان (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) لکھ کر یہ بتایا کہ اس پیکرِ نور کا سایہ نہ تھا۔ مبین الھدیٰ فی نفی امکان المصطفیٰ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) لکھ کر یہ بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سارے عالم میں یگانہ و یکتا ہیں، ان جیسا ہونا ممکن ہی نہیں۔ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء) لکھ کر یہ بتایا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سردار انبیاء ہیں۔ جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ (۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء) لکھ کر یہ بتایا کہ سردار انبیاء خاتم الانبیاء ہیں، ان کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول۔ منبہ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرویہ (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) لکھ کر یہ بتایا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر گئے اور دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔ جمان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء) لکھ کر یہ بتایا کہ واقعہ معراج سے پہلے وہ جانِ جہاں کیسے نماز پڑھتے تھے۔ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء) لکھ کر بتایا کہ سوادِ اعظم اہل سنت اللہ تعالیٰ مصطفیٰ اور اصحابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ بدر الانوار فی آداب الآثار (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) لکھ کر یہ بتایا کہ عاشق کے لیے محبوب کی نشانیاں کتنی پیاری ہوتی ہیں اور اس کے آداب کیا ہوتے ہیں۔ الکوکبۃ الشھابیہ (۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء) لکھ کر عظمت و ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے والوں کو للکار اور گستاخانِ رسول کا منہ بند کیا۔ حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) لکھ کر اس جانِ جاں کے اس انداز سے گیت گائے کہ سارا چمن چہچہانے لگا۔

امام احمد رضا کا قلم زندگی بھر سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلتا رہا۔ انہوں نے سیرت کے ایک ایک گوشے پر مستقل رسالے تصنیف فرمائے

marfat.com
Marfat.com

اور وہ تحقیق فرمائی جو کتبِ سیرت میں نظر نہیں آتی۔ انہوں نے سیرت ہی کو اپنا محورِ قلم بنایا۔ محبوبِ خدا کی ایک خوبی کو اس طرح روشن کیا کہ اس کی روشنی سے ماحول جگمگانے لگا اور ہر زبان ان کے گن گانے لگی۔ سیرت لکھنے والوں نے بہت سی کتابیں لکھیں لیکن جو تاثیر امام احمد رضا کے قلم میں نظر آئی اور جو زندگی ان کی تحریروں میں دیکھی گئی، کہیں نہیں دیکھی گئی۔ انہوں نے نظم ونثر دونوں میں سیرت کو اجاگر کیا۔ ان کا مشہور ومعروف سلام جو ذوق وشوق سے مشرق ومغرب میں پڑھا جاتا ہے، قصیدۂ نعتیہ ہی نہیں بلکہ سیرت پر ایک کتاب ہے۔ امام احمد رضا کا موضوع محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس شخصیت ہی رہی۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ وہ عالم اسلام میں عظمتِ مصطفیٰ کے علمبردار تھے۔ ان کی زندگی عشقِ مصطفیٰ سے عبارت تھی۔ اور عشقِ مصطفیٰ ہی ہمارے دردِ دل کا مداوا اور ہمارے دکھوں کا علاج ہے۔ اور کوئی علاج نہیں۔ امام احمد رضا کی پکار تھی کہ دلوں کو عشقِ مصطفیٰ سے آباد کرو۔

امام احمد رضا کی زمانے پر نظر تھی۔ وہ زمانے کی حرکی قوت کو محسوس کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اسلام جدت پسند ہے۔ نہ رجعت پسند ہے نہ قدامت پرست۔ اس کی فطرت میں جدت پسندی ہے وہ جامد نہیں متحرک ہے۔ زمانے کے ہزاروں نشیب وفراز اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اسلام کو اس ذاتِ اقدس نے مکمل فرمایا جس کا ارشاد ہے: كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَانٍ۔ ہر دن ایک نئی شان میں ہے۔ اور اس کو اس پیکرِ نوری نے نافذ کیا جس کے لیے اعلان کیا گیا۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ اور تیری ہر آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ اور جس دل میں اسلام رہتا ہے اس کی شان یہ بتائی کہ اس کے دو دن یکساں نہیں گزرتے۔ ؎ ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان۔

زمانہ متحرک ہے کائنات کی ہر شئے متحرک ہے۔ جمود نام کو نہیں۔ قرآن کی وہ شکل وصورت عہدِ نبوی میں کہاں تھی جو آج ہے۔ یہ ساری نئی باتیں ہیں مگر سب کو دل سے بھاتی ہیں۔ عہدِ نبوی میں مساجد کی جو صورت تھی آج نہیں۔ در ودیوار کی یہ سج دھج، محراب ومنبر کی یہ زیب

marfat.com
Marfat.com

وزینت، گنبد و مینار کی یہ شان و شوکت مسجدِ نبوی میں کہاں تھی جو آج ہے۔ یہ سب نئی باتیں ہیں مگر سب کو دل سے پسند ہیں کہ زمانہ متحرک ہے ایک حالت پر نہیں رہتا۔ احادیث میں قرآن کو غیر ضروری طور پر سجانے اور مسجدوں پر غیر ضروری طور پر رقم خرچ کرنے کی ممانعت ہے مگر پھر بھی کسی مکتب فکر نے کوئی آواز نہ اٹھائی۔ اور زمانہ کی حرکی قوت کو تسلیم کیا۔ ہم سب نے وہ باتیں بھی تسلیم کرلیں جو منشائے شریعت کے خلاف ہیں۔ شاندار مکانوں کی تعمیر، بڑے بڑے شہروں کی آبادی، زندگی میں اسراف وتبذیر، یہ سب منشائے شریعت کے خلاف ہیں۔ مگر کوئی معترض نہیں بلکہ ان امور میں منہمک ہیں۔ جھنڈے کی سلامی اور قومی ترانے کا احترام، یہ سب جدید سے جدید تر ہیں۔ سب سلامی دیتے ہیں، سب ترانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، کسی کو اعتراض نہیں۔ مگر جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کی بات آتی ہے، جن کے طفیل وہ ملک ملا جس کے جھنڈے کو سلامی دی جاتی ہے اور جس کے ترانے کھڑے ہوکر گائے جاتے ہیں تو بعض حضرات روٹھے روٹھے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ ہزار جھنڈے ان کے قدموں پر نثار ہوں اور ہزار ترانے ان کی آن پر قربان ہوں جن کے دم قدم سے ہم جیتے ہیں۔ ہمارے قول وعمل تضادات کے شکار ہیں۔ من چاہتا ہے تو دین کی بات کرتے ہیں، نہیں چاہتا تو درگذر کرتے ہیں۔ امام احمد رضا نے قول وعمل کے اس تضاد کے خلاف جہاد کیا۔ اگر حالات کی تبدیلی کے ساتھ ایک اصول کے تحت ایک بات جائز ہے تو دوسری بات بھی جائز ہونی چاہیے۔ خصوصاً وہ باتیں جن کا تعلق عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جو مقصود ومطلوب قرآن ہے۔

نت نئی باتوں (بدعات) کے بارے میں امام احمد رضا کا مسلک یہ تھا کہ ہر وہ نئی بات جس کو شارع علیہ السلام نے منع نہ کیا ہو اور جس سے منشائے شریعت کو تقویت پہنچے جائز ہے۔ امام احمد رضا کی اصول پسندی نے گوارا نہ کیا کہ وہ طفلانہ ضد کو اپنا شعار بنائیں اور اپنی پسند وناپسند کو معیار شریعت بنا کر ملت اسلامیہ کو عظیم تفرد میں مبتلا کریں۔

marfat.com
Marfat.com

انہوں نے وہی مسلک اپنایا جو صدیوں سے جمہور کا مسلک رہا ہے۔ انہوں نے قرآن وحدیث اور جمہور علماء کے اقوال سے مسلکِ حق روشن کیا۔ جہلاء نے جونت نئی بدعات نکالی ہیں ان سے امام احمد رضا کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ ایک جہانِ علم وفضل تھے۔ کوئی اس جہان کی سیر تو کرے۔ پھر جو نہ دیکھا تھا دیکھے۔ اور جو نہ سنا تھا سنے۔

امام احمد رضا نے معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کی، ان برائیوں کی نشاندہی کی جو منشائے شریعت کے خلاف اور حرام وناجائز ہیں مثلاً (۱) طریقت کو شریعت سے الگ کہنا (۲) پیروں فقیروں کے سامنے عورتوں کا بے پردہ آنا (۳) قبروں کی زیارت کے لیے عورتوں کا جانا (۴) رہن سہن میں کفار ومشرکین سے مشابہت پیدا کرنا (۵) غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شریک ہونا (۶) تعزیے بنانا، نکالنا اور دیکھنا (۷) سینہ کوبی اور ماتم کی محفلوں میں شریک ہونا (۸) آلاتِ موسیقی کے ساتھ قوالی سننا (۹) قرآن خوانی پر اجرت لینا (۱۰) تقریروں پر اجرت لینا (۱۱) بزرگوں کی تصاویر لگانا اور ان کا احترام کرنا (۱۲) قبرستان میں جوتی پہن کر جانا اور قبروں پر پیر رکھنا (۱۳) فرضی قبریں بنا کر زائرین کو دھوکہ دینا (۱۴) قبر کا طواف کرنا (۱۵) قبر کو سجدہ کرنا (۱۶) قبر پر لوبان، اگربتی جلانا (۱۷) میت کے گھر جمع ہو کر کھانا پینا (۱۸) لڑکے والوں کا لڑکی والوں سے جہیز طلب کرنا (۱۹) قرآن سے فال نکالنا (۲۰) داڑھی منڈانا (۲۱) انگریزی وضع کے لباس پہننا وغیرہ وغیرہ۔

امام احمد رضا بدعات سے اس حد تک متنفر ہیں کہ اہل بدعت کی صحبت کو بھی مہلک قرار دیتے ہیں، وہ اہل بدعت سے بچنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ انہوں نے عوام وخواص سب کو نصیحت فرمائی اور اپنے دور کے علماء کو بھی نصیحت فرمائی جو مبتدعین کے ساتھ بہے جا رہے تھے۔ چنانچہ مولانا محمد علی مونگیری کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"آپ جیسے صوفی صافی منش کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس میں عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ممدوح ایک مکتوب شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔ "فسادِ مبتدع زیادہ تر از فسادِ صحبت صد کافراست"۔ مولانا! خدارا انصاف، آپ یا زید یا اور ارا کین، مصلحت دین ومذہب کو زیادہ جانتے ہیں یا حضرت مجدد؟"

(مکتوب محررہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ/۱۸۹۵ء بحوالہ مکتوبات مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۹۱)

امام احمد رضا دین تو دین، دنیوی زندگی میں ایسی نئی باتوں کی تائید نہ کرتے تھے جو فرد کے اسلامی تشخص کو مجروح کردے۔ اسلام کے بارے میں وہ جتنے حساس تھے، ان کے عہد میں کوئی اتنا حساس نہ ہوگا۔ ان کا احساس جذباتی یا مصلحت اندیشانہ یا ریاکارانہ نہ تھا۔ سچا تھا۔ وہ انگریزی لباس کے اس حد تک خلاف تھے کہ جو اس لباس میں نماز پڑھ لیتا اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیتے، وہ انگریزوں کی متعصبانہ ذہنیت کو جانتے تھے۔ انگریز نے ہماری سلطنت کو اجاڑا، ہمارے معززین کے لباس کو خادموں کے لیے مخصوص کردیا اور مخدوموں کے لیے نیا لباس تراشا۔ ہمارے فرش وفروش پر کرسیاں اور صوفے جمائے، خود ہم سے ہماری تہذیب کو پامال کرایا۔ جس فرش پر ہمارے اسلاف کرام فخر سے بیٹھتے تھے آج اسی فرش پر ہم فخر سے جوتیاں رکھتے ہیں۔ جب تک جذبۂ غیرت بیدار نہ ہوگا، کام نہ بنے گا، بیشک ؏

غیرت ہے بڑی چیز جہان تگ و دو میں

قوموں نے غیرت سے پایا ہے بے غیرتی سے کھویا ہے۔ امام احمد رضا افرادِ ملت میں اسلامی غیرت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ وہ اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی علوم وفنون کے علمبردار اور پرچارک تھے۔ انہی کی تحریک سے آج ہم مسلمانوں میں جذبۂ دینی اور جذبۂ عشق رسول نظر آرہا ہے۔

امام احمد رضا جن افکار ونظریات کے داعی تھے وہ وہی تھے جو تقریباً ایک صدی قبل حرمین شریفین اور سلطنت عثمانیہ کے افکار ونظریات تھے۔ ہمارے جوانوں کو نہیں معلوم کہ سلطنتِ عثمانیہ مسلمانوں کی کتنی عظیم سلطنت تھی، یہ چار براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی۔ آج روس اور امریکہ کی بھی اتنی بڑی سلطنت نہیں۔ اس عظیم سلطنت کا وہی مسلک تھا جس کا امام

marfat.com
Marfat.com

احمد رضا نے پرچار کیا۔

سلطان عبدالحمید خاں کے عہد (۱۹۰۸) تک سلطنت ترکیہ بلغاریہ سے بحیرۂ عرب اور طرابلس تک پھیلی ہوئی تھی۔ سلطان صحیح العقیدہ اور عاشق رسول تھا، اس کے جذبۂ حب رسول کا یہ عالم تھا کہ جب فرانس کی ایک کمپنی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈرامہ اسٹیج کرنا چاہا تو سلطان نے تلوار نیام سے نکال لی اور اعلان کیا کہ جب تک عیسائی دنیا اس ناپاک ارادے سے باز نہ آئے گی، یہ تلوار نیام میں نہ جائے گی۔ اس اعلان سے نہ صرف فرانس بلکہ پورا یورپ تھرا گیا، عیسائی دنیا نے سلطان سے معافی مانگی اور اس ارادے سے باز آئی۔ اسی قسم کے مجاہدانہ کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے مصر کے ادیب وشاعر احمد صوفی نے کہا تھا: "جہاں جہاں تو شمیر کے جوہر دکھاتا ہے، دین کو مدد ملتی ہے"۔

سلطنتِ ترکیہ دشمنانِ اسلام کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی تھی۔ امام احمد رضا کا زمانہ اس سلطنت کے شکست وریخت کا زمانہ ہے۔ دشمنوں کو اسلام کی یہ ہیبت وجلالت ایک آنکھ نہ بھائی۔ سازشوں کا جال بچھایا گیا۔ مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں ذبح کرایا گیا۔ اسلامی آثار کو خود مسلمانوں کے ہاتھوں ہٹایا گیا۔ وہ آثار جس سے قوموں کی ڈھارس بندھی رہتی ہے۔ وہ آثار، قرآن حکیم نے جن کو عزت دی اور قیامت تک کے لیے محفوظ کردیا۔ وہ آثار دورِ جدید جن کے سہارے قوموں کا مزاج بدل رہا ہے۔ ہاں! وہ آثار جن کی محافظ سلطنتِ عثمانیہ تھی۔ ان آثار کو شرک وبت پرستی کا نام دے کر مٹادیا گیا۔ عالم اسلام کے دل توڑ دیے گئے۔ سلطنتِ عثمانیہ کو پارہ پارہ کردیا گیا۔ اور یہ سلطنت جن عالمگیر افکار ونظریات کی حامل تھی، ان کو جرح وتنقید کا نشانہ بنا کر بکھیر دیا گیا۔ محکم نظریات کے سہارے قوموں کی ساکھ قائم ہوتی ہے۔ جب نظریات کے تار و پود بکھر جاتے ہیں، قومیں بکھر جاتی ہیں۔ یہ ایک داستان خونچکاں ہے جو نہ ہماری کلیات کے نصاب میں ہے نہ جامعات کے نصاب میں۔ ایک قیامت گذر گئی اور آج کسی کو خبر نہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے چھپایا گیا کہ کہیں مقدس چہروں کا سنگھار نہ مٹ جائے۔

marfat.com
Marfat.com

ہمیں ان نظریات کی طرف لوٹ جانا چاہیے جنہوں نے ہمیں عظمت وشوکت بخشی۔ دور غلامی کے جن افکار نے سوائے انتشار کے ہمیں کچھ نہ دیا، ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔ نہ معلوم ہم چاہ ظلمت میں کب سے بھٹک رہے ہیں۔ اگر ہوش نہ آیا تو نہ معلوم کب تک بھٹکتے رہیں گے۔ ہم کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ دور آزادی کے افکار ونظریات سے اپنے دل ودماغ کو سجائیں گے یا دور غلامی کے افکار سے۔ دنیا میں آباد اور باوقار رہنا ہے تو وہی افکار اپنانے ہوں گے جنہوں نے کبھی ہم کو مہ وپرویں کا امیر بنایا تھا۔

ایک زمانہ تھا کہ اجتہاد کی رو چلی۔ امام احمد رضا ہر کس وناکس کے اجتہاد کے خلاف تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں بہت لکھا جا چکا ہے اور اس کا مطالعہ اور اس میں غور وخوض اکثر مسائل کے حل کے لیے کافی ہے پھر اجتہاد کی کیا ضرورت؟ ماضی کی تحقیقات سے آنکھیں بند کر لینا اور جدت پسندی کے جوش میں اسلامی قوانین وعلوم پر عبور نہ ہوتے ہوئے بھی خود اجتہاد کرنا ان کے نزدیک عاقبت نا اندیشانہ عمل تھا۔ انہوں نے خود جدید مسائل کو قدیم تحقیقات کی روشنی میں حل کیا ہے۔ مثلاً کاغذ کے نوٹ اور اس پر زکوٰۃ کا مسئلہ بالکل نیا تھا، اصل میں زکوٰۃ سونے چاندی پر ہے، کاغذ کے نوٹوں کا بھی وہی حکم ہے یا نہیں؟ علمائے حرمین کے استفتاء پر امام احمد رضا نے عربی میں **کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم** (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) کے عنوان سے ایسا فاضلانہ مقالہ لکھا کہ سب حیران رہ گئے۔ اس مقالے کو سامنے رکھ کر لندن یونیورسٹی کے پروفیسر محمد حنیف اختر فاطمی نے انگریزی میں ایک مفید مقالہ قلمبند کیا ہے جو مجلس رضا مانچسٹر کی طرف سے شائع ہوگا اور یہی وہ مقالہ ہے جو پاکستان میں بینکنگ کے لیے رہنما ثابت ہوا۔

ہم اپنی کوتاہیوں اور کم علمیوں کو چھپانے کے عادی ہو گئے ہیں۔ عرصہ دراز تک پاکستان میں یہ سوچا گیا کہ زبان اردو علوم جدیدہ کے بیان پر قادر ہے یا نہیں؟ مگر ۷۵ سال قبل امام احمد رضا نے حرکت زمین کے رد میں اردو میں محققانہ مقالہ لکھا تھا جو ایک سو سے زیادہ صفحات پر

marfat.com
Marfat.com

مشتمل ہے۔ یہ مقالہ ایسی بامحاورہ اردو اور روزمرہ میں لکھا گیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ مافی الضمیر کے اظہار میں کہیں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی ہے۔ قلم ایسا رواں دواں جیسے سیل رواں ہو۔

فن طب جس کی تحقیقات اپنے عروج پر پہنچ چکی تھیں۔ نباتات کے خواص معلوم کیے جا چکے تھے۔ تشخیص و تجویز کے سارے اصول مرتب ہو چکے تھے۔ ایسے صاحب بصیرت حکما پیدا ہو چکے تھے جو نبض پر ہاتھ رکھ کر سب کچھ بتا دیا کرتے تھے اور اب بھی ہیں مگر قدر نہیں۔ طب مغرب نے ہم پر جادو کیا، نباضی آلات کی نذر ہوگئی۔ حکماء جو چشم بینا رکھتے تھے آنکھوں سے محروم ہو گئے، اب وہ مریض کا حال آلات سے پوچھتے ہیں اور جھوٹ سچ جو وہ بتاتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔ محتاجی اور فقیری و مسکینی نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا۔ ایک ایک کا منہ تکتے ہیں۔ اپنی دولت سے غافل ہیں۔ اغیار سمجھتے ہیں شاید غریب و مسکین ہیں جبھی تو ٹکڑوں کو ترستے ہیں۔ مگر ہم تو امیروں کے امیر تھے۔ یہ کیا ہوا؟ اور ایک بات جس سے اسلامی معاشرہ جانا پہچانا جاتا تھا۔ وہ تو اب ختم ہی ہوگئی۔ انسانیت کا درد۔ اب وہ درد نہیں رہا۔

☆☆☆

علامہ محمد حبیب اللہ ہاشمی آف چکوڑی تحصیل مری کی دو شاندار تصانیف!!

مناقب آل بیت رسول (۳۰۰ روپے) رحمۃ للعالمین غیر مسلموں کی نظر میں (۴۰۰ روپے) یہ کتابیں مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور سے بھی مل سکتی ہیں۔

''حیات جمیل مع افکار جمیل'' حالات و کوائف مولانا جمیل احمد نعیمی۔ چیئرمین سپریم کونسل آف جمعیت العلمائے پاکستان مولفہ صاحبزادہ فیض رسول رضا نورانی ناشر مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور چھپ گئی ہے قیمت -/250 روپے

''عالم اسلام اور یہودی'' مولفہ محمد عزیز اللہ ہاشمی مطبوعہ ہاشمی اکیڈمی برمنگھم (برطانیہ) قیمت 5 پاؤنڈ۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور سے ایک سو روپے میں مل سکتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

# حق اور سچ کا بے باک ترجمان

## ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد مشتاق شائق
عارفوالہ

28، اپریل 2008ء بروز پیر دنیائے اسلام کے نامور محقق، ادیب، ماہر تعلیم، دانش ور، مفکر، سکالر علمی وروحانی شخصیت جناب ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کا کراچی میں وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کسی تعارف کے محتاج نہیں تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے جس انداز سے علمی اور تحقیقی کام کیے۔ وہ اپنی نوعیت میں اعلیٰ اور منفرد ہیں۔ ڈاکٹر صاحب جیسے انسان کا سفر آخرت کو چلے جانا معمولی بات نہیں کیونکہ ان جیسے لوگوں کی وجہ سے ایسا خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ جو صدیوں بعد بھی پورا نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب جیسے لوگ بار بار پیدا نہیں ہوتے ہیں۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں　　تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ڈاکٹر صاحب کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا خوب علمی مظاہرہ کیا مرحوم قلم کے میدان کے مرد مجاہد تھے ان کے قلم سے بے شمار موضوعات پر کتابیں مضامین ہزاروں مکاتب۔ مقالات لکھے گئے۔ جو ہمارے لیے ایک اعزاز کی بات بھی ہے۔ اور ہمارا قومی ورثہ بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب جیسے لوگ ہمیشہ اپنے کام کی بنا پر زندہ رہتے ہیں۔ جیسے سید وارث شاہ نے فرمایا:

وارث شاہ او سدا ہی جیوندے نیں　　جنہاں کیتیاں نیک کمائیاں نے

ڈاکٹر صاحب کی علمی اور تحقیقی کاوشوں اور کوششوں نے خاص طور پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی شخصیت پر جو خدمات سرانجام دی ہیں اس کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ حضرت مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت آپ کے فن تحریر اور آپ کے علمی کارناموں کے بارے میں لکھنا میرے بس کی بات نہیں ڈاکٹر

marfat.com
Marfat.com

صاحب۔ بلا شبہ اہل سنت، بلکہ عالم اسلام کے عظیم راہنما اور محسن تھے۔ فکر رضا سے جس طرح انہوں نے آگاہ کیا وہ قابل رشک بھی ہے اور لائق تقلید بھی۔ ڈاکٹر صاحب نے عمر بھر خدمت دین کی تعلیمات امام احمد رضا اور تعلیمات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اجاگر کرنے میں زندگی صرف کردی۔ میں جو بات ڈاکٹر مسعود ملت کے بارے کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے اور جس کو میں ان کا سب سے بڑا اور ضروری کارنامہ سمجھتا ہوں وہ مولانا احمد رضا بریلوی کے بارے جو مخالفین نے اپنی من پسند تحریروں سے اعلیٰ حضرت کی شان دار اور بے داغ شخصیت کو داغ دار کرنے کی کوشش کی تھی 1921ء سے لے کر 1970ء اس کا جواب تک مخالفین نے مولانا احمد رضا پر خوب جھوٹ کے پل باندھے اور کیچڑ اچھالا اور قدم قدم پر کیا ہے۔ بھانت بھانت کی بولیاں بول کر تاریخ کے صفحات پر غلط رنگ دینے کی کوشش کی۔ لیکن مخالفین کی باتوں کو جس طرح انہوں نے ملیامیٹ کیا۔ جیسے آپ نے گہرے مطالعے کے بعد جب آپ نے رضویات پر قلم اٹھایا تو مخالفین کو بھی ان کے قلم اور علم کو سلام کرنا پڑا اپنے جھوٹ کا اعتراف کرنا پڑا دنیا کی مختلف جامعات میں اعلیٰ حضرت کے نام پر جو کام ہو رہا ہے اور جو ہوا ہے یہ ڈاکٹر صاحب کی کاوشوں اور محنت کا نتیجہ ہے۔ اور دن بدن یہ کام پھیلتا جارہا ہے مولانا احمد رضا کی شخصیت پر بہت لوگوں نے لکھا اور ہر پہلو پر لکھا لیکن جو مقبولیت ڈاکٹر مسعود صاحب کے حصے میں آئی اس میں آپ کا کوئی ثانی نہ بن سکا انہیں خدمات اور لگن کی بنا پر آپ کو دنیائے تحقیق میں ماہر رضویات کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مزے کی بات یہ کہ بہت سے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی مولانا احمد رضا کا تعارف ڈاکٹر مسعود صاحب کی وجہ سے ہوا یہی وہ کام ہے جو ڈاکٹر صاحب کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت کی پہچان کرائی وہ مڈل کلاس کے لوگوں سے لیکر اپر کلاس کے لوگوں تک کرائی کیونکہ بڑی سوسائٹی کے لوگوں کو اس طرح پہچان کرانا ذرا مشکل تھا۔ اعلیٰ حضرت جیسی عظیم ہستی کو دنیا کے سامنے جس طرح روشناس کرایا اور اغیار کے تعصب اور غلط کردار کشی کے زہر کو جس طرح ملیا میٹ کیا یہ آپ ہی کا کام تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے اندر یہ خصوصیت تھی کہ انہوں نے قلم کے ذریعے جہاد کر کے جھوٹ کے گھر کو سچ کی تلوار سے مسمار کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے ان لوگوں سے مولانا احمد رضا کو منوایا جو نہ جانے اعلیٰ حضرت کے

marfat.com
Marfat.com

بارے میں کیا کیا افسانے بناتے اور جھوٹ کے بت تراشتے رہے۔انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا کہ ہم نے جس سچ کو ساری زندگی جھوٹ بنائے رکھا ہمارے اس جھوٹ پر آ کر اگر کسی نے پانی پھیرا ہے تو وہ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت ہے۔ ہر دور میں رب العزت کی طرف سے کوئی نہ کوئی مرد مجاہد باطل کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں اتر جاتا ہے۔اس دور میں باطل کی جھوٹی انا کو بے نقاب کرنے اور وقت کے سب سے بڑے فریب کو سچ کے کٹہرے میں لانے کی ضرورت تھی۔ڈاکٹر صاحب نے مولانا احمد رضا کے اوپر جھوٹے الزامات کا اس طرح رد کیا اور اس انداز سے لکھا۔کہ دنیا عشق عش کر اٹھی جب اعلیٰ حضرت کا نام لینا جرم تھا۔بالخصوص علمی درس گاہوں اور جدید علمی حلقوں میں اعلیٰ حضرت کے بارے میں ایسا جھوٹ بولا گیا کہ خدا کی پناہ لیکن جب حقیقت سامنے آئی تو وہی علمی حلقے وہی دانش گاہیں مولانا احمد رضا کے علمی افکار سے گونجنے لگے اور انہوں نے اپنے جھوٹ کا اعتراف پورے صدق دل سے کیا'' کہ ہم نے کبھی کا دفن کر دیا تھا لیکن پروفیسر یعنی مسعود احمد صاحب نے زندہ کر دیا''۔اس بات سے مخالفین کے مکر کا بھی پتہ چلتا ہے اور ان کی ذہنی شکست کا بھی ۔ڈاکٹر صاحب نے جواپنی قوت استدلال اور تحریر سے جس طرح حقائق سے پردہ اٹھایا ہے۔اگر یہ کام نہ کرتے تو ہم ہمیشہ الجھاؤ میں رہتے اور ہمیں معلوم نہ ہوتا ٹھیک کیا ہے غلط کیا ہے آپ کے قلم سے کتنے حقیقت کے موتی نکلے ان کی چمک نے سچ کو چوراہے پر ظاہر کر دیا۔آپ کا لکھا ہوا بہت سوں کے لیے مشعل راہ اور تشنگان علم وعرفان کے لیے ایک جام کی حیثیت رکھتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے مولانا احمد رضا بریلوی کے افکار ونظریات، سیرت و کردار کو بڑے انوکھے اور جدید انداز میں اجاگر کیا کہ اعلیٰ حضرت کے خلاف جو جھوٹا پروپیگنڈا کیا اس کو اپنی موت ایسا مارا کہ پھر دوبارہ اسے سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔اس جھوٹ اور تعصب کی بے لگام آندھی کو روکنا کوئی آسان کام نہ تھا۔لیکن ڈاکٹر صاحب نے ہمت نہیں ہاری۔جو کام ایک فرد کا نہیں بلکہ ایک ادارے کا کام تھا وہ تن تنہا کر دیا۔اور ہماری شاندار تاریخ پر جو تعصب اور جھوٹ کا گرد و غبار آیا تھا بلکہ لادا گیا تھا اس کو اتار کر ہمارا تاریخ ساز ماضی ہمارے سامنے کر دیا۔،اور پھر دنیا نے دیکھا کہ انہوں نے کیسے کیسے کام کو آگے بڑھایا اور وہ کیا کچھ کر دیا کہ ہمارے لیے کام کرنے کی بنیاد ڈال دی

marfat.com
Marfat.com

اور وہ آئینہ ہمیں مواد کی شکل میں عنایت کر دیا کہ ہمیں دشمن اور دوست کی صحیح پہچان ہوگئی۔ جو کام ہمارے لیے مشکل تھا آسان کر دیا اور آنے والی نسل کو اپنے اسلاف کے بارے میں کوئی خبر نہ تھی۔ اس نسل کو خبردار کر دیا کہ ان بھیڑیا نما انسانوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا جنہوں نے اپنے جھوٹے مفاد کی خاطر امت مسلمہ میں نئے نئے فتنے بیدار کیے۔ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایسی سازش تیار کی گئی ار مولانا احمد رضا بریلوی کو ایک نئے مذہب کا بانی بنا کر پیش کیا جانے لگا۔ اعلیٰ حضرت کے خلاف ایسی کردار کشی کی گئی کہ خدا کی پناہ اتنا جھوٹ بولا گیا کہ سچ کا گمان ہونے لگا۔ ہم محرم سے مجرم بننے لگے۔ تاریخ کے سینے سے مٹایا جانے لگا۔ دلوں اور ذہنوں سے ہماری عظمت کو بدنام کیا جانے لگا ہر محاذ پر ہمارے خلاف سازشیں شروع کی گئی۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رہی سہی کسر قلم کے ذریعے پوری کرنے کی کوشش کی گئی۔ ''البریلویہ'' جیسی بدنام زمانہ کتاب لکھ کر یہ تاثر دیا جانے لگا کہ ہماری تاریخ صرف بدعت کی تاریخ ہے۔ پھر بات یہاں تک نہ ٹھہری کہنے والوں نے بغض کی بنا پر کہہ دیا کہ مولانا احمد رضا بریلوی نعوذ باللہ جاہلوں کے امام تھے۔ بس وہی لمحہ تھا جس نے سچ کا راستہ اختیار کیا اور ایسا سچ بولا کہ اس کی روشنی نے وہ کام کیا کہ بہت سوں کو اندھیرے سے اجالا کا راستہ دیا۔ مخالفین کی اس الزام تراشی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے سوچے سمجھے مولانا احمد رضا خاں پر بہتان لگا دیا۔ محسوس یوں ہوتا ہے کہ مخالفین کا سارا پروگرام ہی جھوٹ پر مبنی تھا۔ جھوٹ کب تک حق کے سامنے کھڑا رہنا تھا۔ آخر حکمرانی ہمیشہ سچ کی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کیا جس کی ضرورت تھی۔ اپنے قلم سے تحفظ ناموس رسالت کے لیے اور ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم مولانا احمد رضا بریلوی کے کردار کشی کے خلاف ان کا قلم حرکت میں آگیا اور گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک ولی کی بے ادبی کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

اس میں دو ہی راستے تھے یا تو خاموشی کا راستہ اختیار کیا جاتا یا اینٹ کا جواب پتھر کے ساتھ دیا جاتا۔ لیکن قربان جاؤں۔ ان بزرگ ترین انسانوں پر کہ باطل کے مقابلے میں خاموش رہنا بھی پسند نہ کیا کیونکہ خاموش رہنے سے حق دب جاتا اور باطل کو من مانی کرنے کی کھلی چھٹی مل جاتی اور اینٹ کے مقابلے میں پتھر بھی نہ اٹھایا کہ اس سے امت میں فساد پیدا نہ ہو۔ انہوں نے اس

marfat.com
Marfat.com

راستے کو اپنایا کہ جس سے سانپ بھی مار دیا جائے اور لاٹھی کو بھی آنچ نہ آئے اعتدال پسندی کا راستہ ذرا دیر پا ضرور تھا لیکن اس میں کامیابی کے آثار زیادہ تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے کسی کو گالی نہیں دی اپنی مومنانہ فراست کے ذریعے وہ طریقہ اختیار کیا کہ حق اور باطل کو ہر کسی کے سامنے کھڑا کر دیا۔ کسی گوشہ کو تشنہ نہیں چھوڑا اور اس علمی محاصرے کو سچا ثابت کر دیا کہ ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ سمندر کو کوزے میں بند کرنا بھی جانتے ہیں اور کوزے سے سمندر کو نکالنا بھی جانتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں بڑے نامور لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے ہر موضوع پر لکھا مثلاً شرع ،فقہ، شاعری، ادب، فلسفہ، تاریخ، سیرت مناظرہ، فنون، آرٹس اور لکھنے میں خوب نام کمایا اور اپنے فن میں کمال کی حد تک اپنا لوہا منوایا۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ان میں سے تحقیق کا میدان بڑا اہم ہے۔ کیونکہ تحقیق پر لکھنے والے کی امانت داری خلوص، حقیقت ناقابل تردید دلائل، قوت استدلال، کا پتہ چلتا ہے اور لکھنے والے کی سچی اور جھوٹی تصویر نمایاں ہو جاتی ہے۔ میری نظر میں جو اس صدی کے آخر میں جو کہ ہمارے زمانے میں تحقیق کا کام ہوا اور اس کی ضرورت بھی تھی تین بندے میرے سامنے ہیں۔ علامہ ارشد القادری، علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور ڈاکٹر مسعود احمد صاحب جنہوں نے اپنی صلاحیتوں کو پوری طرح آزمایا افسوس کہ یہ علم اور قلم کے وارث آج ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ لیکن ان کی فکر کا جو سرمایہ ہے وہ ہمارے پاس موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے قلم کے ذریعے حق اور سچ بات لکھ کر دوسروں تک پہنچانے میں کبھی بخل سے کام نہیں بلکہ انہوں نے اس حدیث پاک پر مکمل طور پر عمل پیرا ہو کر جو کچھ اپنے پاس تھا امت کے حوالے کر دیا۔

1930ء سے اپریل 2008ء تک فتح پور دہلی کی جامع مسجد کے سایہ سے لیکر کراچی کے شہر تک کا جو سفر ہے اس میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی زندگی کو ایک مقدمہ کی حیثیت سے گزر کر ہمیں یہ فکر دی ہے کہ اگر تم میری طرح زندہ رہنا چاہتے ہو تو سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا جامع مسجد شاہی فتح پوری دہلی کے زیر سایہ علم کو حاصل کرنے سے فرش کی مسند تک ایک سچے اور سُچے انسان کی تصویر نظر آتی ہے۔ اتنا صاف اتنا ستھرا اتنا شفاف سچ بولا اور لکھا کہ ساری زندگی مخالفین کے دل میں

marfat.com
Marfat.com

یہ حسرت رہی کہ ڈاکٹر صاحب کی بات کا رد کر دیں لیکن حسرت ان کے دل میں ہی رہی سچ تو کیا لکھنا تھا اس کے مقابلے میں جھوٹ بھی نہ لکھ سکے ڈاکٹر صاحب اس کارنامے اور تحقیق کی بنا پر آپ کو بریلی سے لے کراچی کے ساحل تک حجاز مقدس سے لے کر بائیس خواجہ کی چوکھٹ دہلی کی سرزمین تک خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی جو سب سے بڑی خوبی ہے۔ وہ یہ کہ ایک ہوتا ہے ضرورت کے مطابق کام اور دوسرا ضرورت کے بغیر ڈاکٹر صاحب نے جو لکھا ضرورت کے مطابق لکھا فضول نہیں لکھا۔ نبض شناس وہی ہوتا ہے جو موجود بیماری کی دوا دے اور وقت شناس وہی لکھاری اور ادیب ہے جو اپنے کہے کے مطابق لکھے۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی بالکل ویسا کیا جس کی ضرورت تھی۔ مثلاً بقول مولانا ظفر علی خان کہ علامہ اقبال نے لوگوں کے دل قرآن کی طرف پھیرے اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے صاحب قرآن یعنی حضور ﷺ کی طرف موڑے ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے لوگوں کے دل ایک عاشق رسول مولانا احمد رضا کی طرف متوجہ کیے ہیں۔ اور علامہ اقبال نے جو کیا اس وقت اس کی ضرورت تھی اور مولانا احمد رضا نے جو کیا وہ بھی اس وقت کی ضرورت تھی اور ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے جو کام مولانا احمد رضا پر جو تحقیقی کام کیا اس کی آج بہت بلکہ بے حد ضرورت تھی۔

تحریر کے میدان میں ڈاکٹر مسعود نے جو ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دیے ہیں وہ ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ اور مستقبل کا مؤرخ آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتا رہے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحریر و تحقیق میں وہ لب و لہجہ اختیار نہیں کیا کہ مدمقابل کو بات بنانے کا موقع ملے اور ثابت کر دیا کہ فن تحقیق مسلمان علماء کی میراث ہے۔ کچھ لوگ تاریخ کی سرحدوں میں شامل ہو کر تاریخ کا حصہ بنتے ہیں اور ان کی پہچان ہوتی ہے۔ لیکن ڈاکٹر مسعود صاحب جیسے لوگ تاریخ کا حصہ نہیں بلکہ خود تاریخ ہوتے ہیں اور تاریخ ساز بھی۔ دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو تاریخ بنتے نہیں بلکہ تاریخ بناتے ہیں۔ سلام پیش کرتا ہوں اس عظیم انسان کو جو ساری زندگی باطل کے ساتھ حق اور سچ کی جنگ کرتا رہا اور سندھ جیسے علاقے میں رہ کر سچ اور حق کی خوشبو کو دور دور تک بکھیرتا رہا۔

marfat.com
Marfat.com

# آہ! تاجدارِ امارتِ قلم ۱۴۲۹ھ

## پروفیسر مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی
بریلی شریف

وہ چراغ جس سے علم و تحقیق اور فکر وفن کی صدہا انجمنیں نور بار تھیں، اچانک خاموش ہو گیا۔ یعنی حضرت مسعود ملت۔ پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد مسعود احمد مظہری جنت مکانی ہو گئے۔

مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۲۹ھ

مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ بادۂ ایاغ! جو علم و تحقیق کے بلانوشوں کی تشنگی کا سامان تھا مسعود ملت: صرف راہ رضویات کے مسافروں کے رہبر و رہنما اور شہرستان رضویات کا منارۂ نور ہی نہیں تھے۔ وہ حضرت امام ربانی کی عقیدت والفت سے بھی نور بار تھے یعنی وہ'' نور محبت مجدد الف ثانی تھے۔ (۱۴۲۹ھ) وہ'' رندِ خُم کدۂ نقشبند (۱۴۲۹ھ)'' بھی تھے۔ اور مجددی،، نقشبندی میخانہ کے ساقی بھی تھے۔ وہ خواجہ تا شانِ مجددیت و نقش بندیت کو سرہندی نقش بندی جام سے۔ عقیدت والفت سے سرشار بھی کرتے تھے۔

مسعود ملت:...... ماہر رضویات بھی تھے اور ماہر مجددیات بھی تھے۔ وہ سرکار بریلی کے والہ و شیدا تھے اور ان کے نام اور کام کو عام کرنے میں انہوں نے اپنی زندگی کے تقریباً تیس ۳۰ سال صرف کر دیئے۔

مسعود ملت: خوش خصال و شیریں مقال، خلوص و شرافت کے جلوہ، جمال نگار خانۂ نثر کے مصور با کمال تعصب دینی کے جاہ و جلال اور علم و فضل و فن و ادب سے مالا مال اور نہال تھے۔

مسعود ملت.... قرطاس و قلم کے دل کے قرار، گلستان ادب کی بہار، تحقیق و تدقیق کے

marfat.com
Marfat.com

وقارِ علم و قلم کے سرمایۂ افتخار اور سچائی و اچھائی کا معیار تھے۔

مسعودِ ملت کے علمی و تحقیقی کمال، ان کے نام اور کام مدارس و جامعات اور دانشکدوں و یونیورسٹیوں میں دھوم تھی۔ ظاہر ہے ایسے نام آور شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں' البتہ لائقِ غور و فکر ضرور ہے مسعودِ ملت کی شخصیت کی ہمہ جہتی کا عجیب عالم ہے۔ حجاب اٹھایئے تو جانے کتنے پردے نظر آئیں گے اور ہر پردہ میں انوکھے و نرالے کے جلوے!

یوں تو مسعودِ ملت کی حیات و شخصیت اور علمی ادبی، دینی تدریسی کارناموں پر برصغیر اور دیگر ممالک کے مشاہیر قلم کاروں نے مقالات، مضامین اور کتب و رسائل لکھے ہیں۔ ان پر تاثرات پیش کیے ہیں۔ ان کی مدح میں قصائد و مناقب لکھے ہیں۔ خود راقم کی دو کتابیں بھی ان کے تعلق سے ادارۂ مسعودیہ، کراچی نے شائع کی ہیں:

(۱) نثر اردو اور پروفیسر مسعود احمد (۲) مسعودِ ملت اور امام احمد رضا (۱۹۹۳ء)

علاوہ ازیں راقم کے مشورے سے جب محترم مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم صاحب لطیفی، استاذ جامعہ رضوی منظر اسلام، بریلی نے ''ڈاکٹر مسعود احمد علماء و دانش ورحضرات کی نظر میں'' کے عنوان سے محترم المقام پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صاحب صدیقی کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ مقالہ لکھا اور انہیں مظفر پور یونیورسٹی، بہار (بھارت) سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری تفویض ہوئی۔ ڈاکٹر اعجاز انجم صاحب کا ڈاکٹریٹ مقالہ بھی ادارہ مسعودیہ کراچی (پاکستان) سے شائع ہو چکا ہے۔ لیکن ابھی حضرت مسعودِ ملت پر بہت کچھ لکھا جانا، تحقیقی کام کیا جانا باقی ہے تاکہ ان کی حیات و شخصیت اور تمام تر دینی، روحانی، علمی تحقیق اور ادبی کارنامے کماحقہ اجاگر کیے جا سکیں۔

## مسعودِ ملت.... ایک نظر میں

**نام:** محمد مسعود احمد..... والد ماجد: مفتی اعظم دہلی، مولانا شاہ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شاہی امام جامع مسجد، فتح پوری..... دہلی۔

marfat.com
Marfat.com

**نسب**: صدیقی.... سن ومقام ولادت: ۱۹۳۰ء: دہلی (بھارت)

**تعلیم**: فاضل اردو، فاضل فارسی، فاضل درس نظامی وعلوم شرقیہ، ایم۔اے (گولڈ میڈلسٹ) پی ایچ۔ڈی

**بیعت وخلافت**: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں۔اپنے والد ماجد مفتی محمد مظہر اللہ صاحب، قدس سرہ سے مفتی محمد شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ سے مجددیہ میں خلافت واجازت نیز سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت پیر زین العابدین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت واجازت تھی۔

**چند مشاہیر خلفاء**:

(۱) مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد سجادہ نشین خانقاہ عالیہ خواجہ باقی باللہ، دہلی۔(۲) مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری۔دہلی (آپ حضرت مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے ہیں) (۳) مولانا جاوید اقبال مظہری، کراچی (۴) ڈاکٹر اقبال احمد اختری القادری کراچی وغیرہ

**اولاد امجاد**: تین صاحبزادیاں ایک صاحبزادے محمد مسرور احمد صاحب۔جانشین مسعود ملت

**وصال حضرت مسعود ملت**: ۸/مئی ۲۰۰۸ء۔کراچی

**ملازمت کا آغاز**: حضرت مسعود ملت نے ۱۹۴۸ء سے بحیثیت لیکچرار اپنی سروس کا آغاز کیا۔ قابلیت کی بنا پر جلد ہی پروفیسر ہوئے پورے سولہ سال تک مختلف پوسٹ پر گورنمنٹ کالجز میں پرنسپل رہے۔چند ماہ تک سندھ سیکریٹریٹ میں ایڈیشنل سیکریٹری تعلیمات کے فرائض منصبی انجام دئے۔ اس موقع پر حضرت علامہ شمس بریلی صاحب نے یہ تاریخی شعر کہا تھا۔

محترمی مسعود احمد کو ہو مبارک یہ منصب والا   تم ہی تاریخ منصب نو کی شمس کہد و ''نظامت زیبا''

مسعود ملت کالجز اور یونیورسٹیوں کے ممتحن بھی رہے۔اور آپ کی نگرانی میں متعدد اسکالرز نے پی ایچ

marfat.com
Marfat.com

ڈی بھی کیا۔

ریٹائرمنٹ: مسعودملت ۱۹۹۱ء میں ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔

## قلمی سفر کا آغاز

حضرت مسعودملت نے اپنے سفرنگارش کا آغاز ۱۹۵۱ء میں کیا۔ اپنے اسلامی تعلیمات پر مبنی ایک انگریزی کتاب ''Islam at the cross Road'' کے چند ابواب کا ترجمہ کیا جس کا عنوان تھا۔ ''اسلام دوراہے پر'' جب قلم رواں ہوئی تو حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ پر پہلا مضمون ''نقطۂ کمال'' لکھا۔ یہ مضمون ۱۹۵۷ء میں ''معمارحرم'' لاہور میں شائع ہوا۔

**پی ایچ۔ڈی:** حضرت مسعودملت نے پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی نگرانی میں بعنوان ''اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر''...... ایک تاریخی جائزہ'' سندھ یونیورسٹی جام شورو حیدرآباد (پاکستان سے پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

**قلم مسعود اور انوکھے اور البیلے موضوعات:** حضرت مسعودملت نے فقہ، حدیث، قرآنیات، دینیات، واسلامیات، ادبیات، لسانیات، عمرانیات، معاشیات، تصوف، حکمت وفلسفہ، بھانت بھانت کی شخصیات ..... رضویات اور مجددیات پر پچاسیوں کتب ورسائل اور صدہا مضامین اور مقالات لکھے۔

حال ہی میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی حیات وشخصیت اور تدریسی کارناموں پر بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل گرانقدر تصنیف پیش فرمائی جو شائع بھی ہوچکی ہے۔ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی پر یہ تصنیف ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت کی حامل ہے۔ جس کا نام ''جہان امام ربانی'' ہے۔

**مسعودملت نے کثیر تعداد میں تقدیمات وتقریظات بھی لکھی ہیں۔**

قرآنیات پر تصانیف: (۱) اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر (۲) آخری پیغام (۳) قیامت (۴) تعظیم

marfat.com
Marfat.com

وتوقیر۔۔۔وغیرہ۔۔مقالات ان کے علاوہ ہیں۔

**سیرت نبوی پر چند تصانیف**: سراج منیر،محبت کی نشانی،جشن بہاراں،جانِ جاناں،جان ایمان،رحمۃ للعالمین،دعائے خلیل،علم غیب عشق ہی عشق وغیرہ

**مجددیات پر چند تصانیف**: سیرت مجدد الف ثانی،حضرت مجدد الف ثانی حالات وافکار، حضرت مجدد الف ثانی،حالات وحیات: پروفیسر مسعود احمد صاحب نے بھانت بھانت کے موضوعات پر لکھا ہے۔ان سب کے جائزے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔راقم نے انہیں کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ آپ کی تحریروں کو'' نگارخانہ ءنشر'' لکھا ہے۔گو حضرت مسعود ملت نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔صفحات قرطاس پر علم وادب وتحقیق اور فکرونظر کے موتی لٹائے ہیں لیکن انہیں شہرت ''رضویات'' پر ہی کام کرنیکی وجہ سے حاصل ہوئی اور اسی لیے وہ''ماہر رضویات'' کہے جاتے تھے اور آج بھی وہ اسی حیثیت سے مشہور ومعروف ہیں اور ان کا یہ لقب مسلم ہے۔''محقق زمن۔ماہر رضویات''

**مسعود ملت اور رضویات**: مسعود ملت نے امام احمد رضا پر ۱۹۶۰ء سے لکھنے اور تحقیقی کام کا آغاز کیا۔تقریباً تیس ۳۰،پینتیس ۳۵ سال تک آپ نے فروغ رضویات میں اپنا اہم وعظیم کردار ادا کیا۔آپ نے امام احمد رضا پر چالیس کے قریب کتب ورسائل اور سو سے زیادہ مقالات قلم تحریر فرمائے۔چند تصانیف ومقالات کے اسماء قابل ذکر ہیں:

**تصانیف وتالیفات**: (۱) فاضل بریلوی اور ترک موالات (۲) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں (۳) حیات فاضل بریلوی (۴) مولانا احمد رضا خاں بریلوی (۵) حیات امام اہلسنت (۶) حیات امام احمد رضا بریلوی (۷) محدث بریلوی (۸) گناہ بے گناہی (۹) اجالا (۱۰) رہبر ورہنما (۱۱) اکرام امام احمد رضا خاں (۱۲) سرتاج الفقہا (۱۳) غریبوں کے غم خوار (۱۴) گویا دبستاں کھل گیا (۱۵) امام احمد رضا اور عالمی جامعات ..... وغیرہ یہ ساری کتابیں مرکزی مجلس رضا لاہور نے شائع کیں۔بعد میں پاکستان اور ہندوستان کے کئی ناشرین نے شائع کیں۔

marfat.com
Marfat.com

**مقالات برائے انسائیکلو پیڈیا:** (۱) رضا بریلوی برائے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد دہم (۲) رضا بریلوی برائے شاہکار اسلامیہ انسائیکلو پیڈیا (۳) احمد رضا خان برائے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ۱۹۸۲ء (۴) احمد رضا خان برائے انسائیکلو پیڈیا اسلامیہ فاؤنڈیشن ۱۹۹۵ء تہران (ایران) (۵) احمد رضا خاں برائے مجمع الملکی بحوث الحضارۃ الاسلامیہ ۱۹۹۰ء عمان (اردن) ان کے علاوہ حضرت امام احمد رضا سے متعلق تصانیف و مقالات کے عربی، فارسی، فرنچ، ہندی، بنگلہ وغیرہ میں تراجم کی تعداد ۲۵ سے زیادہ ہے۔ اخبارات و رسائل کے لئے احمد رضا پر تقریباً ۱۰۵ مضامین و مقالات تحریر فرمائے۔

## انگریزی مقالات

(1) The Neglected Genius of East

(2) Chromiccal of Imam Ahmad Raza

(3) The Reformer of Muslam

**دائرہ معارف امام احمد رضا:** ۱۹۸۲ء میں مسعود ملت نے امام احمد رضا کا پندرہ ۱۵ جلدوں پر مشتمل سوانح خاکہ پیش کیا۔ تو اس خاکہ کے کچھ حصہ پر جماعت کے صاحبان علم و قلم نے کام کیا ہے۔ لیکن صورت اس امر کی ہے کہ اس خاکہ پر مکمل طور سے کام کرنے کے لئے علماء اور دانش وروں کی ایک ٹیم تیار کیجائے۔ اگر یہ کام مکمل ہو جائے تو یقیناً امام احمد رضا پر ایک عظیم انسائکلو پیڈیا کی حیثیت کا حامل ہوگا۔ یہ بھی امام احمد رضا پر حضرت مسعود ملت کا ایک اہم کارنامہ ہے۔

**مسعود ملت شہرستان رضویات کا منارۂ نور تھے:** مسعود ملت بلا شبہ رہبران راہ رضویات کے رہبر و رہنما اور قافلۂ رضویات کے سالار تھے۔ برصغیر کے علاوہ امریکہ و یورپ کا شاید ہی کوئی ایک پی ایچ۔ ڈی کا اسکالر ہو جس کی مسعود ملت نے رہنمائی نہ کی ہو۔ امام احمد رضا پر ریسرچ ورک کرنے والے یونیورسٹی کے اسکالر رہے ہوں یا پرائیویٹ سطح پر تحقیق اور انجام دینے والے فضلاء ادبا صاحبان قلم رہے ہوں۔ بیشتر نے مسعود ملت کے مشوروں پر عمل کیا اور ان سے رہنمائی حاصل کی۔

marfat.com

Marfat.com

**معاندین رضا میں بوکھلاہٹ:** کتاب ''فاضل بریلوی اور ترک موالات'' کے بعد مسعود ملت نے جب ۱۹۷۳ء میں امام احمد رضا پر دوسری کتاب ''فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں'' تصنیف فرمائی مخالفین رضا اور بد مذہب بوکھلا اٹھے۔ پروفیسر صاحب موصوف خود لکھتے ہیں۔ کہ جب راقم کی کتاب ''فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں'' شائع ہوئی اور امام احمد رضا کی عرب وعجم میں ہمہ گیر مقبولیت کے جلوے دکھائے گئے تو ماہرالقادری نے اپنے رسالے (فاران) میں لکھا احمد رضا کی عظمت وجلالت کے جلوے دیکھ لئے تو پھر ان کی نظروں میں کوئی نہیں سمائے گا۔ یہی کتاب جب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھیجی گئی تو وہاں شعبہ دینیات کے صدر پروفیسر ڈاکٹر محمد رضوان اللہ مرحوم نے اپنے ساتھیوں کو دکھائی۔ انہوں نے پڑھ کر یک زبان کہا کہ اس سے قبل ہم سخت غلط فہمی میں مبتلا تھے۔'' (پیش لفظ۔ البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۱۴)

۱۹۸۱ء میں کتاب ''گناہ بے گناہی'' لکھ کر مسعود ملت نے مخالفین رضا کے پروپیگنڈے کو جھوٹا ثابت کر دیا اور امام احمد رضا کی انگریز دشمنی کو دلائل وشواہد کی روشنی میں ثابت کر دیا اس طرح تاریخ کو غلط رنگ دینے والے عیاران زمانہ کو زبردست تازیانہ لگایا۔

**ہم دفن کر چکے تھے فلاں پروفیسر نے انہیں قبر سے نکالا ہے** ۱۹۸۳ء میں مسعود ملت نے امام احمد رضا کے دینی، تحریری، ملی، علمی، سماجی، اصلاحی، ادبی اور سائنسی کارناموں پر جب بہت ہی علمی وتحقیقی اور دلکش ودل نشین پیرائے میں کتاب ''حیات امام اہل سنت'' لکھی تو مخالفین رضا میں بھونچال آگیا۔ آپ مخالفین رضا کی بوکھلاہٹ اور مورخین کے ظلم وتعصب کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں ''ہم دفن کر چکے تھے فلاں پروفیسر نے قبر سے نکالا ہے''

جب امام احمد رضا کا اندرون ملک اور بیرون ملک چرچا ہونے لگا اور محققین ودانشوروں کی تیرہ ۱۳ سالہ جدوجہد رنگ لائی، یہ بات امام احمد رضا کے مخالفین کو نہ بھائی وہ فکر میں پڑ گئے کہ اب کریں تو کیا کریں! ایک فاضل نے یہاں تک فرمایا کہ ''احمد رضا کو ہم دفن کر چکے تھے فلاں پروفیسر (پروفیسر مسعود احمد) نے قبر سے نکالا ہے۔ اب دوبارہ دفن کرنے میں نصف صدی لگے گی۔'' (اجالا ص ۴۸)

marfat.com
Marfat.com

## امام احمد رضا پر مسعود ملت کی زیر نگرانی لکھے جانے والے ڈاکٹریٹ کے مقالات:

مندرجہ ذیل اسکالروں نے مسعود ملت کی زیر نگرانی امام احمد رضا پر ڈاکٹریٹ کے مقالات لکھے اور پی ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں: (۱) پروفیسر مجید اللہ قادری کنز الایمان اور دیگر اردو معروف تراجم (۲) پروفیسر اسحاق مہری فتاویٰ رضوی کی سیاسی اہمیت (۳) محمد اقبال انصاری۔۔امام احمد رضا ادبی مہران میں

**پرائیویٹ سطح پر لکھے جانے والے مقالات:** مسعود ملت کی زیر نگرانی لکھے گئے چند تحقیقی مقالات بھی قابل ذکر ہیں۔(۱) کنز الایمان ارباب علم و دانش کی نظر میں۔عبدلستار طاہر (۲) امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز و ارتقاء عبدالستار طاہر۔(۳) آئینہ رضویات: پروفیسر مجید اللہ قادری، سید وجاہت رسول قادری۔ مسعود ملت نے والد امام احمد رضا رئیس الاتقیا مولانا نقی علی خاں اور رضا کے خلف مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی۔ رحمۃ اللہ علیہ پر بھی رسائل لکھے ہیں۔

**امام احمد رضا کی دھوم مچانے والا:** مسعود ملت ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے امام احمد رضا پر قلم اٹھایا تو اہلسنت کے حلقوں کا جمود ٹوٹنے لگا اور عالم یہ ہوا کہ متعدد مقامات پر رضا پر تحقیقی تحریری امور کی انجام دہی کے لیے ادارے اکیڈمیاں اور یونیورسٹیاں قائم ہونے لگیں۔تو ان کے حوصلے بلند ہونے لگے۔ قلمکاروں کی نئی نئی ٹیمیں سامنے آئیں۔یونیورسٹیوں میں ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی۔ کے لئے رجسٹریشن ہونے لگی۔آج الحمد للہ امام احمد رضا پر پی ایچ۔ ڈی اور ایم فل کی ڈگریاں حاصل کرنے والوں کی تعداد چالیس سے اوپر پہنچ چکی ہے۔اور ایک درجن سے زائد اسکالر اب بھی رضا پر ریسرچ ورک میں معروف ہیں۔پروفیسر مسعود احمد نے ہندو پاک بنگلہ دیش، مصر اور دوسرے ایشائی ممالک کے اسکالرز سے لیکر یورپ و امریکہ کے اسکالروں کو رضا پر ریسرچ ورک کے لئے موڑ دیا۔ہم خواجہ تاشان رضویت خصوصی طور سے پروفیسر مسعود احمد صاحب کے بے حد احسان مند ہیں۔حضرت مسعود ملت۔لاریب" ناشر مسلک وفکر رضا'' کا نام زیب دیتا ہے۔مسعود ملت نے امام احمد رضا کے خلاف ۲۰۰۸ء میں سیاہ بختوں کی پھیلائی ہوئی تیرگی کافور کردی۔عیاران زمانہ کی سازشوں کے جال کاٹ دیے۔انہوں نے اپنے قلم تحقیق رقم سے

marfat.com
Marfat.com

رضا کے علم وقلم کی دھوم مچادی۔ رضا کی عبقریت اور صداقت کو اجاگر کر کے طلسم باطل کو توڑ دیا۔

**مسعود ملت**۔ امام احمد رضا کے جمال وکمال کے جلووں کا نظارا کرنے والا آئینہ ہے۔ رضا کے عشق ومعرفت کے ساز کو مضراب قلم سے چھیڑ کر سرمدی نغمے بکھیرنے والے مضراب کا نام ہے۔

مسعود ملت نے زمانے کو بتا دیا، زمانے پر واضح کیا کہ اے رضا کی گلی کو سونی کرنے والو! اے رضا کے نام اور کام کو مٹانے والو! رضا خود فرما گئے تھے۔

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں　　　مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

بھلا عاشق مصطفیٰ کے نام کو کون مٹا سکتا ہے۔ وہ رضا کہ رب عظیم نے جس کے قلب میں ایمان نقش فرما دیا ہو اور اپنی طرف کی روح سے مدد فرماتا رہا ہو۔ بھلا اس شیدائے رسول کی مقبولیت کے گرد کون حصار کھڑا کر سکتا ہے۔ اللہ نور السموت والارض" (۲۰۰۸ء) ناشر مسلک وفکر رضا" محقق زمن ماہر رضویات" (۲۰۰۸ء) اللہ تعالیٰ مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی قبر کو نور سے معمور فرمائے اور رضا کے رضا کاروں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے کہاں تک ذکر مسعود کروں۔

یہ ان کا ذکر ہے کوئی داستان نہیں　　　صبح ہو جائیگی داستاں کہتے کہتے

مسعود ملت کی یاد ہمیشہ دلوں میں آباد رہیگی۔ ان کے کارنامے لالہ وگل کی طرح کھلکھلاتے اور چاند ستاروں کی مانند جگمگاتے رہیں گے۔ چند مادہ ہائے تاریخ وفات: (۱) محقق زمن ماہر رضویات (۲۰۰۸ء) (۲) ناشر مسلک وفکر رضا (۲۰۰۸ء) (۳) نور محبت مجدد الف ثانی (۱۴۲۹ھ) (۴) انجم کرۂ نقشبند (۱۴۲۹ھ) (۵) آہ! تاجور امارات قلم (۱۴۲۹ھ) (۶) آہ! مصباح خاندان مظہری (۷) آہ! چراغ بزم قلم (۱۴۲۹ھ) (۸) آہ! رخصت جناب مسعود ملت، آہ! (۲۰۰۸ء) (۹) رحلت پروفیسر مسعود احمد (۱۴۲۹ھ) (۱۰) مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۲۹ھ)

## قطعہ تاریخ

بخشی تھی رب نے تم کو ہاں ایسی توفیق　　　کرتے رہے سدا تم تحقیق کی تصدیق
تم ہو قلم کی روشنی اور علم کی شمع　　　پھر کیوں نہ کہے عزیزی ہو "تم تب وتاب تحقیق"

marfat.com
Marfat.com

# قطعہ تاریخ وصال

نتیجہ فکر: سید عارف محمود مجور رضوی گجرات

"نادرِ ممالک، ماہرِ رضویات" "ماہِ تاباں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد"

۲۰۰۸ء ۲۰۰۸ء

چل دیئے سوئے ملکِ عدم — سردارِ علم وتحقیق
آج بہت افسردہ سے ہیں — افکارِ علم وتحقیق
آج لگے ہے سُونا سُونا — بازارِ علم وتحقیق
آج بڑا بے رونق سا ہے — دربارِ علم وتحقیق
اُجڑا اُجڑا سا ہے آج — گلزارِ علم وتحقیق
تھم گئی رحلتِ حضرت سے — رفتارِ علم وتحقیق
ذاتِ والا تھی ان کی — معمارِ علم وتحقیق
ان کے دم سے ہر سُو مہکی — مہکارِ علم وتحقیق
ہر جا عام رہے کرتے — انوارِ علم وتحقیق
ایک حوالہ ہیں ان کے — آثارِ علم وتحقیق
خُوب سجی تھی ان کے سر پر — "دستارِ علم وتحقیق" ۱۴۲۹ھ
جائز ہے جو اُن کو کہیں — شہکارِ علم وتحقیق

کہہ مجور زروئے جدت
"مختارِ علم وتحقیق"
(+۳=۲۰۰۸ء)

marfat.com
Marfat.com

# پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری
# کے ساتھ مجددی علماء لاہور کی ایک مجلس

محمد عالم مختار حق

مورخہ ۲۸ نومبر ۲۰۰۰ء کو مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے والد گرامی شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ (شاہی امام و خطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی) کے عرس مبارک کی تقریب سماع ہال دربار حضرت داتا گنج بخش لاہور میں زیر اہتمام بزم ارباب طریقت مظہریہ مسعودیہ و ادارہ مظہر اسلام لاہور منعقد ہوئی جس کی نظامت کے لیے مسعود ملت بذات خود کراچی سے لاہور تشریف فرما ہوئے۔ اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی مدظلہ نے ان کے ساتھ ایک علمی مذاکرہ کے انعقاد کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ اس مذاکرے کا اہتمام مورخہ ۳ دسمبر کو "بیت النور" (جوہر ٹاؤن) میں کیا گیا۔ اس مذاکرے کے لیے صلائے عام نہیں دی گئی بلکہ اس میں میاں صاحب کے چند نیاز مندوں نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ ان میں پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی، پروفیسر محمد اقبال مجددی، سید جمیل احمد رضوی (سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)، چوہدری محمد حنیف (موجودہ چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)، پروفیسر علیم تنقل، سعید احمد صدیقی، شیراز فیض بھٹی (ایڈووکیٹ)، ملک محمد حیات (جلیانہ)، کاشف کامران، محمد رفیق شاہد، محمد معروف احمد (چیف ایڈیٹر سہ ماہی "شیر ربانی ڈائجسٹ" لاہور) اور راقم الحروف (محمد عالم مختار حق، سیکرٹری حوزۂ نقشبندیہ) شامل تھے۔ محترم غلام رسول (مالک بیت النور) مہمان گرامی قدر اور ان کے خواہرزادہ (مقیم اسلام آباد) قاری سید طاہر صاحب کو لے کر دس بجے ہوٹل پہنچے۔ پہلے حاضرین مجلس کے تعارف کا فریضہ محترم فاروقی صاحب نے انجام دیا۔ بعدۂ میاں صاحب کی طرف سے حاضرین کی خدمت میں دعوت تناول ماحضر دی گئی۔ اس دوران بھی غیر رسمی انداز میں علمی باتیں ہوتی رہیں۔

جمیل احمد رضوی صاحب: (مسعود احمد صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے) آپ کی زیر نگرانی "جہان امام ربانی" کی گیارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کی جلد یازدہم میں تین اشاریے بھی ترتیب دیے گئے ہیں۔ اشاریہ رجال، اشاریہ کتب اور اشاریہ بلاد۔ اس کی ترتیب میں میرا

marfat.com
Marfat.com

مشورہ بھی شامل رہا ہے۔اس میں اشاریہ موضوعات شامل نہیں ہے۔کیا اس پر کام ہو رہا ہے اور یہ شائع ہوگا؟ تحقیق میں موضوعی اشاریے کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔

مسعود صاحب: جی ہاں اشاریے کا کام آپ کی نگرانی میں ہوا ہے۔یہ درست ہے کہ اشاریہ موضوعات کی تحقیق میں بہت اہمیت ہوتی ہے۔اس پر کام ہو رہا ہے۔اس کی ایک جلد الگ سے شائع ہوگی۔''جہان امام ربانی'' کی تین جلدیں اور شائع ہوں گی۔ اس کو''باقیات جہان امام ربانی'' کے عنوان سے موسوم کیا جائے گا۔

راقم السطور (محمد عالم مختار حق) نے کہا کہ یہ عنوان سندیں۔ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ کا پیغام مل گیا ہے۔

فراغت کے بعد اس دوستانہ نشست نے ایک علمی مذاکرہ کی شکل اختیار کر لی۔مہمان گرامی اور میزبان چونکہ دونوں شخصیات کی خدمات مجددیت کے فروغ اور مجدد الف ثانیؒ کے پیغام کو اقصائے عالم میں متعارف کرانے میں ناقابل فراموش ہیں اس لیے گفتگو کا محور بھی''مجددیت کی نشو وارتقاء'' ہی رہا۔بحث کا آغاز کرتے ہوئے جناب فاروقی صاحب نے پروفیسر صاحب سے استفسار کیا کہ:

حضور! ہندوستان میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی پر کوئی کام ہوا ہے یا کوئی آپ کے سامنے آیا ہے یا صرف خاموشی ہی ہے؟

مسعود احمد صاحب: خاموشی ہے میرے علم کی حد تک (پھر آپ نے پروفیسر محمد اقبال مجددی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ) انہیں زیادہ علم ہے۔

مجددی صاحب: صورت حال یہ ہے کہ علی گڑھ میں پروفیسر محمد حبیب اور ان کے سکول آف تھاٹ کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ کا نام لینا ممنوع اور جرم قرار پا چکا تھا اور انہوں نے بزعم خود ثابت کیا تھا کہ ان دونوں حضرات کی سیاسی شخصیت اور تحریک احیائے دین کی کمان ان کے خوش عقیدہ مریدوں کی خود ساختہ داستان ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اس کے نتیجے کے طور پر وہاں باقاعدہ ہمارے حضرات کے خلاف فکری محاذ قائم ہوا اور پروفیسر محمد حبیب نے اپنے مکتبہ فکر کے خاص سکالر اطہر عباس رضوی کو اس کام کے لیے مقرر کیا اور انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف پروفیسر محمد حبیب ہی کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کا

marfat.com
Marfat.com

مقالہ بعنوان( Muslim revivalist movements in Notheren India)لکھا جس میں حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف بہت زہر اگلا اور پروفیسر محمد حبیب نے اس مقالہ کی اشاعت کے وقت اس پر دیباچہ لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اس کتاب کے مولف کی تحقیقات شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیقات پر فوقیت رکھتی ہیں۔اطہر عباس رضوی کی اس کتاب کا پہلا محاکمہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے" معارف" میں کیا۔پھر اور کئی حضرات نے اس طرف توجہ دلائی۔پھر پاکستان میں حضرت مجدد کی اس تحریک کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا جس کے اثرات ہندوستان خصوصاً علی گڑھ میں بھی پہنچے جہاں کی مسلم یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ(سنّی) میں باقاعدہ شاہ ولی اللہ ریسرچ سیل قائم ہوا جس کے تحت چار دن تک مجدد الف ثانی کانفرنس منعقد ہوئی۔جس میں دو دن اردو میں مقالات پڑھے گئے اور دو دن انگریزی میں جس کی روداد دو جلدوں میں علی گڑھ سے چھپ چکی ہے۔

مسعود صاحب: جی ہاں، جی ہاں۔وہ میں نے دہلی میں دیکھی ہیں اور ایک اہم کام جواب اور آگے بڑھ چکا ہے وہ ہے مجموعہ رسائل عبدالاحد وحدت سرہندی کا جس کا ایک خطی نسخہ ذخیرۂ شیفتہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہے۔اس مجموعے کا ایک رسالہ یعنی الجنات الثمانیہ جو حضرت مجدد الف ثانی کے احوال ومناقب پر مشتمل ہے،پر ایک تعارفی مقالہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سابق صدر شعبہ عربی پروفیسر عبدالباری نے لکھا ہے جو "جہان امام ربانی مجدد الف ثانی" کی جلد نمبر ۹ میں شامل ہے اس اہم رسالے کا عکس مجھے پروفیسر عبدالباری صاحب نے علی گڑھ سے بھیجا تھا جو میں نے صاحبزادہ محمد بدر الاسلام صدیقی کو بھیج دیا تھا جسے انہوں نے مرتب کر کے خانقاہ سلطانیہ جہلم سے شائع کر دیا ہے۔اس کا اردو ترجمہ مفتی علیم الدین نے کیا ہے جو زیر طبع ہے۔

فاروقی صاحب: سرہند شریف میں ویسے تو ڈویلپمنٹ (ترقی) کا بڑا کام ہوا ہے۔ مجدد صاحب کے روضے کو از سر نو تعمیر کیا گیا ہے۔مہمان خانے اور مسجد پر کروڑوں روپے لگ گئے ہیں لیکن پتا نہیں کہ تعلیمات مجددیہ پر وہاں کوئی شعبہ قائم ہوا ہے

marfat.com
Marfat.com

یا نہیں۔کیا آپ نے اپنی کتابیں وہاں بھیج دی ہیں؟

مسعود صاحب: جی ہاں۔سب بھیج دی ہیں۔وہاں کے سجادہ نشین صاحب نے اپنے ہاں ایک چھوٹی سی لائبریری بنائی ہوئی ہے جس میں یہ سب چیزیں رکھدی ہیں۔

فاروقی صاحب: آپ کی کتابیں بڑی نفاست کے ساتھ چھپی ہیں اور آپ نے بہت دور دور تک بھیجی ہیں۔سری نگر (مقبوضہ کشمیر) سے ایک خط آیا کہ پہلی جلدیں پہنچ گئی ہیں بقیہ جلدیں انہیں پہنچانے کا بندوبست کرنا ہے۔تو اس کا یہ معنی ہے کہ آپ کی کتاب "جہان امام ربانی مجدد الف ثانی" دور دور تک پہنچ گئی ہے ماشاءاللہ!

مسعود صاحب: میں نے "جہان امام ربانی" کے چند سیٹ اپنے مخلصین کے ذریعے تاشقند کی سرکاری لائبریری میں بھیجے ہیں۔

فاروقی صاحب: آپ نے یہ بہت اچھا کام کیا ہے مگر وہاں اردو کون پڑھے گا جناب؟

مسعود صاحب: وہاں لائبریری میں اردو ڈیپارٹمنٹ بھی ہے جناب فاروقی صاحب۔ان دنوں جرمن سے حضرت بدر المشائخ اور صدر المشائخ کی پوتی محترمہ فائقہ مجددی صاحبہ آئی ہوئی ہیں۔انہوں نے مجھ سے کہا کہ میرے دادا اور والد صاحب کے بارے میں کتاب لکھوا دیں۔رسائل یا اخبارات میں جو کچھ ان کے بارے میں چھپا اس کی فائل انہوں نے بنا رکھی ہے۔میں نے ان سے کہا ہے کہ جن لوگوں سے آپ نے ملاقاتیں کی ہیں ان کے انٹرویو بھی لے لیں۔اس میں آپکا نام بھی شامل ہے۔

فاروقی صاحب: مجھے آپ کا یہ پیغام پہنچا ہے کہ دونوں بزرگوں کے متعلق کچھ بات کریں۔میں ان کے متعلق کوئی چیز اپنی یادداشت میں محفوظ نہیں کرسکا اور دوسری بات یہ ہے کہ صدر المشائخ شان مجددی صاحب کا میاں جمیل احمد صاحب کے ساتھ بھی رابطہ رہا ہے اور میں بھی موصوف کا نائب صدر رہا ہوں۔میں ملاقاتیں بھی کرتا رہا ایک دفعہ میں نے یوم "سیدنا حضرت عمر فاروق" منانے کا اہتمام کیا۔میری یہ خواہش تھی کہ فاروقی لوگ ہی اس میں تلاوت قرآن مجید کریں فاروقی ہی نعت پڑھیں۔فاروقی ہی تقریر کریں اور فاروقی ہی سٹیج سیکرٹری ہو۔یہ میں نے اہتمام کیا۔ان دنوں صدر المشائخ یہاں پاکستان میں آئے ہوئے تھے۔میں نے بطور مہمان خصوصی انہیں دعوت دی

marfat.com
Marfat.com

جسے انہوں نے قبول کرلیا۔ پھر میں نے ان سے یہ بھی گزارش کی کہ خطاب فارسی میں کریں تو انہوں نے بڑے پُر جوش انداز میں فارسی میں تقریر کی۔ گو سننے والے فارسی سے نابلد تھے لیکن سب کے قلب میں ان کی وہ تقریر نقش ہوگئی اور لوگ خوش ہو گئے بس اتنا ان کے ساتھ تھوڑا بہت لگاؤ رہا۔ میں زیادہ ان کے ساتھ نہیں رہ سکا۔ پھر یہاں صبغتہ اللہ مجددی آئے ان کے ساتھ بھی تھوڑا بہت واسطہ رہا۔ مگر وہ پھر وادی افغانستان میں گم ہو گئے۔ اب وہ کرزئی کے ساتھ ہیں لیکن ادھر کم آتے ہیں۔ یہ خاندان تو بہت اچھا ہے۔ ان پر لکھنا چاہیے ان پر بات ہونی چاہیے۔

مسعود صاحب: آپ جب یاد کریں گے تو بہت سی چیزیں آپ کے ذہن میں آجائیں گی۔

مجددی صاحب: حضرت: ہم یہ چاہتے ہیں کہ نقشبندی سلسلے کے جو مخلوطات کبھی شائع نہیں ہوئے وہ حضرت میاں صاحب کی وساطت اور عنایت سے شائع ہوں تو اس سلسلے میں آپ ہمیں کوئی راہنمائی فرمائیے۔ کوئی بات کیجیے۔

مسعود صاحب: یہ جو ابھی میں نے مجموعہ رسائل کے بارے میں عرض کیا تو وہ بھی اسی ضمن میں آجاتا ہے ان میں سے ایک چھپا ہے باقی ابھی نہیں چھپے ہیں۔ تو کیا وہ سی ڈی آپ نے منگوالی ہے؟

مجددی صاحب: نہیں سی ڈی ہم نے نہیں منگوائی۔ وہ صاحبزادہ بدر الاسلام صدیقی کے پاس ہے۔

مسعود صاحب: وہ منگوا لیجیے گا تو چھ رسائل تو اس ہی میں مل جائیں گے جو ابھی چھپے نہیں ہیں۔ اور ممکن ہے کچھ اور چیزیں بھی ٹنگن لائبریری میں ہوں۔

مجددی صاحب: نہیں۔ میں خود دیکھ کر آیا ہوں۔ ان رسائل کا تعارف "لطائف المدینہ" کے مقدمے میں میں نے ہی سب سے پہلے کروایا تھا کیونکہ یہ انہی کی تصنیف ہے "لطائف المدینہ" ان رسائل میں شامل نہیں ہے وہ علیحدہ ملی ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں بھیجی گئی تھی۔ جسے حضرت میاں جمیل احمد صاحب نے حوزہ نقشبندیہ کی طرف سے شائع کر دیا ہے اور وہیں سے اشاعت مخلوطات آغاز ہوا۔ کوئی اور اہم قسم کے مخلوطات ہوں تو آپ ان کی نشان دہی فرمائیں۔

marfat.com
Marfat.com

مسعود احمد صاحب: اچھا یہ جو کوئٹہ میں قاری احسان اللہ صاحب تاجر مخطوطات ہیں ان سے رابطہ رہتا ہے آپ کا یا نہیں؟

مجددی صاحب: جی کبھی کبھی ان سے ملاقات ہو جاتی ہے۔

مسعود احمد صاحب: ان کے پاس بھی مخطوطات ہیں اور ایک مسعود جھنڈیر کی لائبریری میلسی میں ہے۔ جس میں نقشبندی سیکشن علیحدہ بنایا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے یا نہیں؟

مجددی صاحب: جی نہیں۔

مسعود صاحب: کبھی آپ وہاں ضرور چلے جائیں۔

مجددی صاحب: اچھا جی: کیا نقشبندی سیکشن علیحدہ ہے؟

مسعود صاحب: ہاں۔ ایک صاحب نے کہا کہ وہ لائبریری میں نے دیکھی ہے۔ اس کے بیس بائیس کمرے ہیں۔ یہ شخصی لائبریری ہے۔ قرآن کریم کا سیکشن علیحدہ ہے اور نقشبندی علیحدہ۔ افغانستان سے لوگ آتے رہتے ہیں تو ان سے وہ مخطوطات وغیرہ خریدتے ہیں۔ ہیں تو زمیندار لیکن اپنی زمینداری ساری مخطوطات پر صرف کرتے ہیں۔ آپ میرے حوالے سے وہاں چلے جائیں۔ بہت مہمان نواز لوگ ہیں۔ وہاں آپ قیام بھی کریں۔

مجددی صاحب: آپ ہمیں ایسے مخطوطات کی نشان دہی فرمائیں جو واقعی سلسلہ نقشبندیہ کی تاریخ وافکار کا ماخذ بن سکیں۔ ہر کتاب اس بنیاد پر شائع نہیں کی جا سکتی کہ وہ قلمی ہے۔

مسعود صاحب: ہاں چند ایسی کتابیں ضرور ہیں جو مخطوطات کی صورت میں ہیں اور تا حال شائع نہیں ہوئیں۔ مثلاً شیخ بدرالدین سرہندی کی ''مجمع الاولیاء'' اس نسخے کا عکس میرے پاس ہے جس میں سرہند کے کروڑی نے مؤلف سے لے کر تحریف کر دی تھی اور اسے اپنے نام سے شہرت دی تھی یعنی علی اکبر اُردستانی سرہندی۔ اس نسخے کا عکس انڈیا آفس لائبریری سے منگوایا گیا ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں یہ بھیج دوں۔ دوسرا اہم مخطوطہ شیخ آدم بنوری کی تصنیف ''خلاصۃ المعارف'' ہے یہ بھی بہت اہم مخطوطہ ہے جس میں اس وقت کی معاشرتی بدعات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ آپ اسے شائع کر سکتے ہیں۔

فاروقی صاحب: ہمارے بہت سارے علمائے کرام نے ان دنوں قرآن پاک کے تراجم

marfat.com
Marfat.com

کیے ہیں۔ بازار میں آئے بھی ہیں۔ یہ ایک اچھا رجحان آ گیا ہے۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری مرحوم کا ترجمہ بھی طباعت کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ مفتی غلام سرور صاحب قادری چشتی کا ترجمہ آ گیا ہے۔ علامہ مقصود احمد صاحب خطیب جامع مسجد داتا دربار کے ترجمہ کے پہلے دو حصے چھپ گئے ہیں۔ ادھر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کا ترجمہ بھی بازار میں آ گیا ہے۔ ایک ترجمہ وجیہ السماعرفانی کا بھی آ گیا ہے۔ اور کچھ عورتیں بھی اس میدان میں نکل آئی ہیں وہ بھی ترجمے کر رہی ہیں۔ ایک سانحہ یہ ہوا ہے کہ لکھنے والے علماء سے میدان خالی ہو گیا ہے۔ ہمارے بعض علماء وعظ پر لگ گئے ہیں۔ کچھ یورپ کو چلے گئے ہیں اور کچھ یہاں مارے مارے پھر رہے ہیں۔

جمیل احمد رضوی صاحب: ایک صاحب ہماری پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں آ کر بیٹھا کرتے تھے۔ بات بھی اردو میں نہیں کرتے تھے۔ انگریزی میں کرتے تھے کوئی غیر ملکی تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیا کرتے ہیں؟ تو پتا چلا کہ یہ قرآن پاک کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا ان کو عربی آتی ہے؟ تو کہنے لگے کہ عربی بالکل نہیں جانتے لیکن ترجمہ قرآن کا انگریزی میں کر رہے ہیں۔

اسکے بعد فاروقی صاحب نے گجرات کے ایک مقام بڑیلہ میں بعض انبیاء کرام کی قبور کا ذکر کیا جو کسی صاحب کشف نے دریافت کی ہیں۔ اب ان پر کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ابن عربی کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا تفصیلاً ذکر دلچسپ پیرائے میں بیان کیا۔ اور آخر میں اپنی عجز و مسکنت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میری ساری عمر گزر گئی کشف حجاب نہیں ہوا۔ میں اسی سلسلے میں رجال الغیب کی تلاش میں مارا مارا پھرا۔ قبروں میں جا کر بیٹھ جاتا۔ بیابانوں میں گھومتا رہا۔

رضوی صاحب یوں گویا ہوئے کہ: کچھ ہاتھ نہیں جز آہ سحر گاہی

یہ اس تقریب کی آخری بات تھی جس کے بعد ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب جانے کے لیے اٹھے مگر شریک مجلس پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اور دوسرے حضرات کو چند لمحات کے لیے تشریف رکھنے کے لیے گزارش کی اور کہا کہ:

"میں اپنے میزبان گرامی قدر میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری اور مہمان ذی احترام پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی خدمت میں چند لمحوں کے لیے ان کی خدمات جلیلہ پر ہدیہ

marfat.com
Marfat.com

تحسین پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں مجھے آپ دونوں حضرات کی علمی اور اشاعتی خدمات کا اعتراف ہے مگر میں آج چند لمحوں کے لیے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے سلسلے میں آپ نے جو علمی کارنامے سرانجام دیے ہیں ۔ان پر اظہار خیال کرنا چاہتا ہوں۔میری میاں جمیل احمد صاحب سے نیازمندی کا عرصہ تقریباً چالیس سال سے زیادہ پر محیط ہے۔میں نے میاں صاحب کو حضرت مجدد الف ثانی کے افکار ونظریات کو پھیلاتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔کبھی تو وہ حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات کو شائع کر کے عوام میں تقسیم کیا کرتے تھے اور کبھی ''یوم مجدد'' منا کر عوام تک حضرت مجدد الف ثانی کے کارناموں کو پہنچانے میں سرگرم عمل رہے۔میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا مگر مجھے کم از کم چالیس مواقع پر یہ سعادت حاصل رہی ہے کہ میاں صاحب کے زیراہتمام منائے جانے والے''یوم مجدد'' کی تقریبات میں شریک رہا ہوں جن میں ہزاروں لوگ جمع ہوتے اور علماء کرام کے خیالات سنتے ۔میاں صاحب کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ ملک کے جید علمائے کرام اہل علم ودانش اور کالجوں کے پروفیسروں کو بلاتے اور انہیں حضرت مجدد الف ثانی پر تقاریر کرنے کی دعوت دیتے ۔آپ کے اس طریقہ کار سے بے شمار لوگوں میں حضرت مجدد الف ثانی کا تعارف ہوا اور ان کے علمی و روحانی کارناموں سے آگاہی ہوئی۔

دوسری طرف میاں جمیل احمد صاحب کو ہر اس شخص سے خلوص ومحبت رہی جو حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلے میں کوئی کام کرتا رہا ہو۔وہ دنیا کے گوشے گوشے میں سفر کرتے اور ان مشاہیر کی زیارت سے شادکام ہوتے جو مجدد پر کام کر رہے ہوتے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میاں جمیل احمد صاحب ترکی میں ایک ایسے شخص کو ملنے گئے جو حضرت مجدد الف ثانی کی کتابوں اور مجددی سلسلے کی کتابوں کو شائع کر کے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلایا کرتا تھا۔ان کا اسم گرامی حسین حلمی ایشیق تھا۔جن کا مکتبہ استانبول (ترکیہ) میں تھا اور انہوں نے ہزاروں کتابیں عربی' فارسی' اردو اور انگریزی میں چھپوا کر عالم اسلام کے اہل علم تک پہنچائیں۔میاں صاحب بذات خود ان کے پاس گئے اور ان کی علمی خدمات کا اعتراف کیا اور چندے ان کے ہاں قیام پذیر رہے۔

کابل میں مجددی خانوادہ ایک نہایت ہی اہم حیثیت کا مالک تھا۔یہ مُلاشور بازار کا خانوادہ کہلاتا تھا۔جنہوں نے حضرت مجدد کے روحانی اور علمی افکار کو سارے افغانستان میں پھیلایا

marfat.com
Marfat.com

حتی کہ سنٹرل ایشیا کی وہ ریاستیں جو روس کے زیر اقتدار تھیں وہاں تک ان کے اثرات پہنچے۔ ان کے ایک فرد مولانا فضل عثمان فاروقی مجددی (م۔۱۵۔۴۔۱۹۷۳) پاکستان میں قیام پذیر تھے میاں جمیل احمد صاحب اکثر ان کی مجالس میں تشریف لے جاتے' بیٹھتے اور حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق بہت سی چیزیں حاصل کرتے۔ جن دنوں ان کا انتقال ہوا تو میاں صاحب اپنے دوستوں کے ہمراہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم کی معیت میں کابل پہنچے اور مولانا فضل عثمان مجددی کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔ جب ایشیا کی وہ ریاستیں جہاں نقشبندیوں کے مراکز تھے آزاد ہوئیں تو میاں صاحب بخارا' تاشقند اور سمرقند کے علاقوں میں گئے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے مزار پر حاضری دی اور اس علاقے میں نقشبندی بزرگوں کے مراکز کو دیکھا۔ یہ بات اس لیے قابل بیان ہے کہ میاں جمیل احمد صاحب' نقشبندی مراکز کی تلاش میں دنیا کے گوشے گوشے میں جاتے تھے اور اس طرح ان کی اس سلسلے میں لگن اور محبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ میاں صاحب نے سلسلہ نقشبندیہ کی کتابوں کی اشاعت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خصوصاً اپنے مجلہ ''نور اسلام'' کا مجدد الف ثانی نمبر تین جلدوں میں اور اولیائے نقشبند نمبر دو ضخیم جلدوں میں چھاپ کر اہل علم حضرات میں مفت تقسیم کیے۔ آج مختلف عوارض میں مبتلا ہونے اور نقاہت جسمانی کے باوجود میاں صاحب الحمدللہ بڑے جذبے سے کام کر رہے ہیں۔ ان کی ان خدمات پر آج کی اس مجلس میں بیٹھنے والے حضرات کو گواہ بنا کر اعتراف کرتا ہوں اور ان کی خدمت میں ہدیہ تحسین پیش کرتا ہوں۔

اب اجازت دیں کہ میں مہمان گرامی حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی خدمت میں ہدیہ تحسین پیش کروں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ انہوں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی پر بڑا کام کیا جسے مرکزی مجلس رضا لاہور نے شائع کر کے اندرون ملک اور بیرونی ممالک کے اہل علم و فضل میں تقسیم کیا۔ مجھے یاد ہے کہ مرکزی مجلس رضا کے سٹیج پر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے اعلیٰ حضرت کے سیاسی نظریات کو مختلف انداز میں پیش کیا تو اہل علم حیران رہ گئے۔ پھر ایک وقت آیا کہ ڈاکٹر صاحب حضرت مجدد الف ثانی کی بارگاہ میں اپنی قلمی اور علمی صلاحیتوں کو بطور نذرانہ پیش کرنے لگے۔ اس سلسلے میں

marfat.com
Marfat.com

آپ نے بڑا شاندار کارنامہ انجام دیا۔ گزشتہ سالوں میں آپ نے "جہان امام ربانی مجدد الف ثانی" کی گیارہ جلدیں مرتب کیں اور انہیں زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ کر کے عالم اسلام کے اہل علم میں تقسیم کیا۔ جہان امام ربانی کے اوراق پر بے شمار اہل علم و فضل کے مقالات اور مضامین پھیلے ہوئے ہیں۔ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں کہ آج تک حضرت مجدد الف ثانی پر اتنا وسیع پیمانے پر کام نہیں ہوا جتنا جناب پروفیسر مسعود احمد صاحب نے کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے صرف ان چیزوں کو مرتب ہی نہیں کیا' شائع ہی نہیں کیا' بلکہ نہایت دریا دلی سے ان کتابوں کو علماء' مشائخ' مجددی خانقاہوں اور غریب و نادار طلبہ تک بلا قیمت پہنچایا جو اپنی ناداری کے سبب یہ کتابیں خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے ان کے گھر یہ کتابیں پہنچائیں پھر ہندوستان کے بہت سے علماء و مشائخ "جہان امام ربانی مجدد الف ثانی" سے مستفید ہوئے اور یوں ان کا یہ کارنامہ اتنا عظیم القدر ہے کہ جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ میرے محترم و مکرم ڈاکٹر مسعود احمد صاحب تشریف فرما ہیں میں ان کی بارگاہ میں ان کی خدمات جلیلہ پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

خوش قسمتی سے اس محفل میں میرے ایک ہمدم دیرینہ محمد عالم مختار حق صاحب بھی تشریف فرما ہیں انہوں نے "جہان امام ربانی مجدد الف ثانی" کی ترتیب و تصحیح میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے محمد عالم صاحب ایک اسکالر ہیں اور ان کی مختلف کتابوں پر گہری نظر ہے کئی کتابیں لکھ چکے ہیں انہوں نے خصوصی طور پر ہر قدم پر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ میری منتشر تحریروں کو یکجا کیا۔ مدینہ پاک کی یادوں' علماء کی مجالس اور میرے "جہان رضا" کے اداریوں کو بڑی خوبصورتی سے "فکر فاروقی" کے نام سے مرتب کر کے میری امداد کی۔ اگر وہ اس طرح دست تعاون دراز نہ فرماتے تو میں شاید ان تحریروں کو کتابی شکل میں نہ دیکھ سکتا۔ وہ مرکزی مجلس رضا کے بانی حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے عزیز دوستوں میں سے ہیں۔ ان کی زندگی کے بیشتر ماہ و سال ان کی رفاقت میں گزرے اور اس نسبت سے وہ مجھ پر آج تک کرم فرماتے رہتے ہیں۔

سید جمیل احمد رضوی اور چودھری محمد حنیف دونوں حضرات سرکاری ملازمت کے ساتھ ایسے شعبوں پر متعین ہیں جو علم کی ترقی میں مصروف ہیں خصوصاً کتابی دنیا پر ان حضرات کی نظر ہے اور اپنے تجربات کی بنا پر کتابوں کو بڑی نفاست سے محفوظ کرنے میں مصروف ہیں۔ میں جمیل احمد

marfat.com
Marfat.com

رضوی صاحب کی خدمات کا خصوصی طور پر ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے بزرگوں کی ذاتی کتابوں کو بڑی محنت سے محفوظ کیا اور انہیں پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں خصوصی توجہ سے سجایا۔

اس محفل میں پروفیسر محمد اقبال مجددی بھی تشریف فرما ہیں۔ یہ بڑے علم دوست اور محقق ہیں خصوصاً شعبہ نقشبندیہ مجددیہ میں وہ اتھارٹی کی حیثیت سے مانے جاتے ہیں ان کے پاس ایسے نادر و نایاب کتابوں کے نسخے موجود ہیں جو شاید ہی کسی دوسرے کے پاس ہوں۔ انہوں نے اس سلسلے میں تحقیقی کام سرانجام دے کر اہل علم سے داد وصول کی ہے۔

عزیزی محمد معروف نقشبندی مجددی خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں کہ یہ میاں صاحب کے دست راست اور مخلص خدمت گزار کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ میاں صاحب کے علمی امور کی دیکھ بھال بھی اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ "مشیر ربانی ڈائجسٹ" کی تیاری اور اس کی پیش رفت میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ میاں صاحب کے احباب سے تعلقات نہایت خوش اسلوبی سے قائم رکھے ہوئے ہیں ان کی معرفت ہمیں بھی میاں صاحب کی قربت نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ میاں صاحب کے فیوض باطنی سے انہیں وافر حصہ عطا فرمائے۔

فاروقی صاحب کے تحسینی کلمات کے بعد سید جمیل احمد رضوی صاحب نے جواباً فاروقی صاحب کی علمی و ملی خدمات پر ہدیہ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ فاروقی صاحب نے ہم سب کا تعارف کرایا ہے اور سب کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ میں فاروقی صاحب کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ بات کرتے ہیں تو ان کی باتوں سے خوشبو آتی ہے اور خوشبو بھی ایسی جو قلب اور روح کو معطر کر دیتی ہے۔ جب خطابت کے جوہر دکھاتے ہیں تو ان کے بعد کسی خطیب کا کلام کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

پھر چودھری محمد حنیف صاحب نے فاروقی صاحب کی مساعی جمیلہ کو سراہتے ہوئے پیش کش کی کہ آپ لوگوں کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی جن نئی یا پرانی کتابوں کا علم ہو اور وہ بازار سے دستیاب ہوں تو ہمیں اطلاع دیں۔ ہم یونیورسٹی کی طرف سے یہ کتابیں خرید کر محفوظ کر لیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کتابوں کے محافظ ہیں۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری' میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ کی کتابوں کے ذخیرے ہماری تحویل میں محفوظ ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ مجددی صاحب بھی اسی

marfat.com
Marfat.com

طرح اپنا ذخیرۂ کتب لائبریری کو عطیہ کردیں۔انہوں نے فاروقی صاحب کے بارے میں مزید کہا کہ یہ کتاب کی خدمت کررہے ہیں ۔یہ اہل کتاب کے دوست ہیں۔ میں اور جمیل احمد رضوی صاحب بھی کتابدار ہیں اوران کے حلقہ کے ممبر۔

مجلس مذاکرہ کے وقفہ کے دوران راقم الحروف' پروفیسر مسعود احمد صاحب اور مجددی صاحب کے درمیان پروفیسر صاحب کے والد شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ کی تفسیر ''مظہر القرآن ''(مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور) کے متعلق ایک الگ نشست ہوئی جس میں راقم نے تفسیر مذکورہ میں درآمدہ کمپوزنگ کی بے احتیاطیوں اور دیگر تسامحات کی نشان دہی کی۔جس پر انہوں نے فرمایا کہ آپ کی پروف ریڈنگ بہت دقیق اور حتمی ہوتی ہے۔جزاک اللہ۔آپ نے بہت اچھا کیا ۔آپ اس کا ایک صحت نامہ تیار کردیں تا کہ ہم تفسیر کے آخر میں چسپاں کردیں میرا جواب تھا کہ ابھی میں نے چند پاروں کی تفسیر مطالعہ کی ہے۔مطالعہ مکمل ہوجانے کے بعد ان شاءاللہ تعالیٰ صحت نامہ مرتب کردوں گا۔

تقریب کے اختتام پر جناب سید جمیل احمد رضوی صاحب نے مسعود احمد صاحب کی خدمت میں تین کتابوں پر مشتمل ایک سیٹ پیش کیا جس میں (۱) مجالس حکیم محمد موسیٰ امرتسری مصنفہ جمیل احمد رضوی صاحب (۲) احوال وآثار حکیم محمد موسیٰ امرتسری مصنفہ پروفیسر محمد صدیق اور (۳) تذکار موسیٰ ازسید عارف محمود مجور رضوی شامل ہیں۔''تذکار موسیٰ'' کا ایک نسخہ میاں صاحب کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا۔بعد ازاں میاں صاحب نے حاضرین محفل کو نہایت عزت سے الوداع کہا۔ان کی فیاضی کی مثالیں اہل علم کو نوازتی رہتی ہیں اور یوں یہ علمی وروحانی محفل بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔

شکر کہ جنازہ بہ منزل رسید　　　زورق امید بہ ساحل رسید

نوٹ:

ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری ﷫ کے ساتھ یہ آخری مجلس تھی۔آخری نشست تھی۔آخری گفتگو تھی اور حلقہ احباب میں آخری زیارت تھی۔

روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

marfat.com
Marfat.com

# مسعودِ ملت کے نقوشِ تابندہ

یٰسین اختر مصباحی ☆

سعادتِ لوح وقلم، نقیب افکار مجدد الفِ ثانی ومجدد قرنِ رابع عشر حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی مظہری علیہ الرحمۃ والرضوان (وصال بروز دوشنبہ بتاریخ ۲۱ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء بمقام کراچی) کے سانحۂ ارتحال نے برصغیر پاک وہند کے دینی وعلمی حلقوں بالخصوص خواجہ تاشانِ سلسلۂ مجددیہ ورضویہ کو غم زدہ اور نڈھال کردیا۔ ان کی روحِ پاکیزہ کے ایصالِ ثواب کی مجالس اور تعزیتی جلسوں کا سیکڑوں مقامات پر انعقاد ہوا جس میں ان کے تحریری کارناموں کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا، اور ان کی دل آویز شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔ یہ سلسلۂ ذکر وفکر جاری ہے اور مدتوں بعد بھی اسی طرح جاری رہے گا۔

جان کر منجملۂ خاصانِ مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے

حضرت مفتی محمد مظہر اللہ نقش بندی مجددی خطیب وامام مسجد فتح پوری دہلی (متوفی ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) کا یہ چشم وچراغ اور گلِ سرسبد دہلی کی خاک سے ابھرا، دینی وعلمی ماحول میں پروان چڑھا اور اپنی دانشورانہ دلکش قلمی خدمات کی بدولت برصغیر پاک وہند کے وسیع آفاق پہ ابرِ کرم کی طرح چھا گیا۔ اپنے بیگانے سب اس کے اندازِ فکر، طرزِ ادا اور اسلوبِ نگارش کے دلدادہ ہوگئے۔ مدارس سے کالج ویونیورسٹی تک اس نے بے شمار تعلیم یافتہ افراد کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ اور لاکھوں خواص وعوام اس کے ساتھ اپنی عقیدت ونیازمندی کا اظہار کرنے لگے۔

پروفیسر محمد مسعود احمد کے سیّال وگوہر بار قلم کے نقوشِ فکر ہزاروں صفحات پہ درخشندہ وتابندہ ہیں۔ مختلف موضوعات پر انہوں نے بہت کچھ

marfat.com
Marfat.com

لکھا اور لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ تحقیقی اور ادبی رنگ ان کی تحریر پر غالب ہے۔ ان کا اسلوب تحریر نہایت ممتاز اور منفرد ہے۔ اور مذہبی میدان کے وہ ایک ایسے حقیقی صاحب طرز ادیب ہیں جن کا قاری ایک ایسے عالم رنگ و بو میں پہنچ جاتا ہے جہاں ہر طرف نکہت و نور کی بارش اور عطر و عنبر سے معمور فضا میں اس کا سارا وجود سرشار اور مشک بار ہو جاتا ہے۔

ان کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ بیک وقت انہوں نے اپنے

اپنے عہد کے دو مجدد دین اسلام کی حیات و خدمات اور ان کی تعلیمات و ہدایات کو دنیا کے سامنے عصری اسلوب میں پیش کیا اور ان کا نقش و نگار واضح و روشن کرنے اور صحیح خط و خال نمایاں کرنے میں انہوں نے اپنی قلمی توانائیاں صرف کر دیں، انہوں نے جو لکھا اسے ماننے پر ایک بہت بڑے طبقے کو مائل اور مجبور کر دیا۔

نقش بندی مجددی ہونے کے ناطے ان کا پہلا فرض تھا کہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی (وصال صفر ۱۰۳۴ھ/ دسمبر ۱۶۲۴ء) کے افکار و تعلیمات کو عام کریں، چنانچہ انہوں نے اپنا یہ فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا۔ اور عمر کے آخری حصے میں ''جہان امام ربانی'' کے نام سے ضخیم مجلدات پر مشتمل جو بے نظیر اور گراں قدر کارنامہ انجام دیا وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل اور لائق صد تحسین و آفرین ہے۔

چودہویں صدی کے مجدد امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) سے کوئی سلسلۂ تلمذ و بیعت نہ ہونے کے باوجود پروفیسر محمد مسعود احمد نے لگ بھگ پینتیس سال تک ''رضویات'' پر جتنا معیاری اور وقیع کام کیا یہ انہیں کا حصہ ہے۔ انہوں نے امام احمد رضا پر کتب و مقالات خود لکھنے کے ساتھ بہت سے اصحاب علم و قلم کو اس جانب متوجہ کیا۔ ان کی رہنمائی بھی کی اور آخری مرحلے تک ان کا تعاون بھی کیا۔ ہند و پاک سے امریکہ تک کی یونیورسٹیوں کے جتنے ریسرچ اسکالروں نے اس موضوع پر اپنا مقالۂ ڈاکٹریٹ مکمل کیا ہے۔ وہ سب کے سب آپ کے ممنون کرم ہیں اور آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ ''رضویات'' پر نئے انداز سے لکھنے کا آغاز پروفیسر محمد مسعود احمد ہی نے کیا ہے اور ہندوپاک میں رضویات پر کام کرنے کا جوش وخروش آپ ہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے جسے آپ نے مرکزی مجلس رضا لاہور کے پلیٹ فارم سے انجام دیا ہے۔

حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد ذاتی واخلاقی سطح پر بھی نہایت وسیع الظرف اور بلند کردار انسان تھے۔ان سے ملنے والے افراد ان کی شخصیت سے حددرجہ متاثر ہوا کرتے تھے۔تفاخر وتعلّی اور جذبہ شہرت وناموری سے وہ کافی حد تک محفوظ تھے اور اپنے آپ کو انہوں نے انکسار وتواضع کا پیکر بنا رکھا تھا۔

راقم سطور سے آپ کے تعلقات کا دائرہ تقریباً تیس سال پر محیط ہے۔خط وکتابت کا سلسلہ بھی مدت دراز تک جاری رہا۔آپ کے خطوط ماہنامہ حجاز جدید دہلی میں سولہ سترہ سال پہلے میں نے شایع بھی کر دیے ہیں۔انتقال سے ایک ماہ پہلے آپ جب دہلی تشریف لائے تھے تو آپ سے ملاقاتیں ہوئی تھیں۔امام ربانی کانفرنس مسجد فتح پوری دہلی میں ساتھ بھی رہا جس میں امین ملت حضرت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف بھی شریک تھے۔

اس سے پہلے کے ایک سفر دہلی کے دوران آپ میری دعوت پر دارالقلم ذاکر نگر نئی دہلی بھی قدم رنجہ فرما چکے ہیں۔اس موقعہ پر علما وطلبہ سے یہاں آپ نے تبادلۂ خیال بھی کیا اور دہلی میں کام کرنے کے لیے مفید مشورے بھی دیے۔

المجمع الاسلامی مبارک پور کے ارکان سے آپ کے خصوصی مراسم تھے۔اور سبھی سے آپ کی مراسلت بھی تھی ۱۹۹۰ء میں دورۂ پاکستان کے وقت آپ راقم سطور کے ساتھ بہت شفقت ومہربانی کے ساتھ پیش آئے۔اپنے اہل عقیدت وارادت کے یہاں آپ نے کئی بار ضیافت کا اہتمام بھی کیا۔اس طرح دہلی سے کراچی تک آپ سے بار بار ملاقات وگفتگو اور دینی وعلمی موضوعات پر تبادلۂ خیال کا راقم سطور کو موقعہ ملا۔

آپ کی خدمات کے بہت سارے پہلو ہیں جن پر ان شاء اللہ مستقبل میں تفصیل کے ساتھ لکھا جائے گا۔لکھنے والے لکھتے رہیں

marfat.com

Marfat.com

گے، اور آپ کی شخصیت کے جلوے نکھرتے رہیں گے۔

سرِ دست یہی چند تاثراتی کلمات حاضر خدمت ہیں جو بعجلت تمام ضبطِ تحریر میں آگئے ہیں۔

رب کائنات اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں پروفیسر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کی خدمات کو شرف قبول عطا فرماتے ہوئے انہیں اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ آمین

☆☆☆

اگر آپ "رجال الغیب" سے ملاقات کرنے کے خواہشمند ہوں تو کتاب "رجال الغیب" قیمت-/200روپے کا ضرور مطالعہ کریں جسے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نے اپنے مشاہدات کی روشنی میں مرتب کیا ہے۔ ملنے کا پتہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

حضرت مجدد الف ثانی سرہندی کے خاندان کے پورے حالات پڑھنا چاہئیں تو چار جلدوں میں "روضۃ القیومیہ" لکھی ہوئی کتاب کا مطالعہ کریں قیمت-/600 روپے ملنے کا پتہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی کتابیں چھپوا کر مفت تقسیم کرنے والے مولانا محمد مقبول احمد قادری ضیائی مالک "رضا اکیڈمی" لاہور کا چہلم 20 جولائی 2008ء کو لاہور میں منایا گیا۔

پیر طریقت حضرت پیر محمد حسین قادری نوری کا چہلم 20 جولائی 2008ء کو دربار عالیہ سادہ چک ضلع گجرات میں منایا گیا جس میں سینکڑوں علمائے کرام اور ہزاروں مریدان عقیدت مند حاضر ہوئے۔

marfat.com
Marfat.com

# مسعودِ ملت رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت محسنِ ملت

ترتیب: حافظ معاذ احمد ایم اے
لیکچرار، گورنمنٹ فریدیہ کالج پاکپتن شریف

شاہی مسجد فتح پور (ہندوستان) کے امام مفتی اعظم محمد مظہر اللہ دہلوی کے گھر 1349ھ مطابق 1930ء میں پیدا ہونے والا بچہ جس کا نام ''مسعود احمد'' رکھا گیا، بلاشبہ، انہیں اوصاف کا مصداق ٹھہرا۔ بچپن سے ہی اس کی پیشانی سے سعادت و نیک بختی کے آثا نمایاں تھے۔ یقیناً آپ کا شماران ہستیوں میں ہوتا ہے جو ملت وقوم کی راہنمائی کیلئے اللہ پاک کا انتخاب ہوتے ہیں۔ مسعود ملت بھی اسی قافلہ عشق کے ایک مشاق راہ رو تھے" **ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر**" کی تعمیل میں جانب مقصود رواں رواں نظر آئے۔

اس مختصر مقالے میں اتنی گنجائش نہیں کی کہ آپ کی شخصیت کے مختلف گوشوں کو بے نقاب کیا جا سکے، لہذا ملت کی خیر خواہی اور اصلاح کا جو درد آپ کے قلب وجگر میں تھا۔ اسے اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

حضرات محترم! جہاد کی مختلف اقسام میں سے ایک قسم ''جہاد بالقلم'' ہے۔ امت مسلمہ میں سے جن کو اللہ پاک نے علم کی دولت سے نوازا ہے ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ مبلّغانہ کردار وعمل کے ساتھ مدافعانہ کردار بھی ادا کریں، یعنی دشمنان اسلام کی طرف سے، اسلام اور ملت اسلامیہ پر لگانے جانے والے بے بنیاد الزامات کا جواب دیتے ہوئے ان کا دفاع کریں۔

ہندوستان کے ایک معروف اسکالر ''ڈاکٹر تاراچند'' نے اپنی انگریزی میں لکھی گئی کتاب '' تمدن ہند پر اسلامی اثرات'' میں لکھا: ''اسی زمانے (یعنی چودھویں صدی عیسوی) میں مسلمانوں کے سلسلہ ہائے طریقت، مسلم اہل قلم اور شعراء ہندو ممارسات اور معتقدات کی طرف مائل ہونے لگے او

marfat.com
Marfat.com

بعض حالات میں تو وہ ہندو دیوتاؤں کی پرستش کو اپنانے کی حد تک پہنچ گئے''

ڈاکٹر تارا چند کی اس کتاب کا'' پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود'' رحمۃ اللہ علیہ نے جب اردو ترجمہ کیا تو اہل تصوف اور اہل علم پر لگائے گئے اس الزام کا دفاع کرتے ہوئے آپ نے لکھا تھا۔

'' فاضل مؤلف نے اپنے قول کیلئے کوئی برھان پیش نہیں کی۔ مناسب تھا کو موصوف چند مثالیں پیش کر دیتے تا کہ قارئین مطمئن ہو سکتے۔ جہاں تک سلسلہ ہائے طریقت کا سوال ہے چودھویں صدی عیسوی میں ایران و عراق سے مشہور سلاسل میں قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور فردوسیہ ہندو پاک آئے۔ ان میں سلسلہء چشتیہ کے بزرگوں نے تبلیغ اسلام میں جو نمایاں کردار انجام دیا ہے۔ وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ چودھویں صدی عیسوی میں مسلم علماء کا ہندو معتقدات کی طرف مائل ہونے کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے اسلام کے اس طویل دور میں کسی عالم کا برگشتہ ہو کر ہندو مذہب اختیار کرنا یا ان کے دیوتاؤں کی پرستش کرنے کی مثال شائید نہ مل سکے۔ البتہ سولہویں صدی عیسوی میں اکبر کے زمانہ میں خبط الحواسی کا دور آیا تھا۔ جہانگیر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض علاقوں میں جاہل مسلمان ہندو دیوتاؤں کی منت مانا کرتے تھے، سو اسلام کی نظر میں ان کا یہ فعل مشرکانہ ہے۔ وہ مسلمان جو کسی دیوتا کی پرستش کرتا ہے۔ کسی طرح مسلمانوں کی فہرست میں شامل نہیں ہو سکتا خواہ وہ کتنا ہی اسلام کا دعویٰ کرے۔

عرصہ دراز سے ایک گروہ کی طرف سے غلط پروپیگنڈہ کے ذریعے تقلید کے عقیدے سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ تقلید نے مسلم معاشرے پر جمود طاری کر دیا ہے۔ نیز یہ کہ تقلید ارتقاء میں بہت بڑی رکاوٹ ہے وغیرہ وغیرہ۔

مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تصنیف'' موج خیال'' میں'' تقلید و اجتہاد'' میں تقلید اور مقلدین کے مخالفین کو دلائل کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

انسان مقلد بھی ہے اور مجتہد بھی لیکن آغاز سفر اجتہاد سے نہیں تقلید سے کرتا ہے یہ اس کی فطرت ہے اور تقلید ہی کو برا کہتا ہے یہ اس کی عادت ہے۔ کرۂ ارض پر پہلا خون ہوا تو وہ ایک پرندہ ہی تھا جس نے قاتل کو بتایا کہ مقتول کو کس طرح دفن کیا جائے۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

شاید نوعِ انسانی میں یہ قائل پہلا مقلد تھا دورِ جدید میں سائنس کی دنیا کی سیر کیجئے یہاں سارے مجتہد، مقلد نظر آئیں گے۔ ہمارے سروں پر برسوں سے جہاز اڑ رہے ہیں شاید یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ پرندے ہی تھے جنہوں نے انسان کے خیال کو اس طرف متوجہ کیا۔ ایک چڑیا کی کیا اوقات ہے لیکن وہ مقلدین کی امام ٹھہری چڑیوں کے ڈھانچوں اور اڑانوں پر غور وفکر کیا گیا اور آخر کار جہاز بنا ڈالا۔

تقلید کے بعد اجتہاد کا دور شروع ہوا اور بات کہاں سے کہاں تک پہنچی اور سنیئے جہاز تو بنالیا لیکن یہ کس نے بتایا کہ اس کے ذریعے حملہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس خیال کی طرف سورۂ فیل نے رہنمائی کی اور یہ بتایا خدا کی قدرت سے ابابیلوں نے آن کی آن میں اصحاب فیل کو تہس نہس کر کے رکھ دیا، آج سے ستر اسی برس پہلے جب یہ بات سمجھ میں نہ آئی تو مفسرین نے نئے نئے گل کھلائے، سرسید نے لکھا عرب میں چیچک کی وبا پھیلی تھی۔ سورۂ فیل میں چیچک کے دانوں کو کنکریوں سے تشبیہ دی ہے۔ سبحان اللہ زمانہ گزرتا گیا اور آنکھیں کھلتی گئیں اور بالآخر انسان خود ان آیات کی جیتی جاگتی تفسیر بن گیا اور کسی تاویل کی گنجائش ہی نہ رہی۔ وائرلیس کے ذریعے پیغام رسانی ایک عام بات ہے لیکن یہ گر بھی ایک معمولی جھینگر نے بتایا، غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ حقیر جانور اپنی لمبی لمبی مونچھوں کے ذریعے پیغام رسانی کا کام کیا کرتا ہے اور میلوں پرے اپنے رفیقوں کو پیغام پہنچاتا ہے۔ انسان اپنی مونچھوں سے تو پیغام نہ پہنچا سکا البتہ غور وفکر کے بعد بہت کچھ سیکھ لیا۔

ریڈار سے دشمن کے جہازوں کو معلوم کرنا ایک جانی پہچانی حقیقت ہے لیکن یہ بات کس نے سمجھائی، آپ کو علم ہوگا تو حیران رہ جائیں گے، ایک چمگادڑ انسان کی معلمہ بنی اور وہ سب کچھ سکھا دیا جو اس کو نہ آتا تھا، غور کرنے پر معلوم ہوا کہ انوکھا پرندہ اپنے منہ سے برقی شعلہ چھوڑتا ہے جو بلا کی تیزی کے ساتھ رات کی تاریکی میں ہر اس چیز کے ساتھ ٹکرا کو واپس آتا ہے جو اس کی راہ میں حائل ہوتا ہے اس طرح یہ تاریکیوں میں بھی ٹکرائے بغیر اڑتی پھرتی ہے۔ قرآن کریم نے مخلوقات میں غور وفکر کی دعوت دی ہے۔ آپ نے دیکھا انسان غور وفکر سے کہاں سے کہاں تک پہنچا لیکن یہ اس کی کم ظرفی ہے تقلید کا ذکر نہیں کرتا اجتہاد کا ذکر کرتا ہے حالانکہ حقیقتاً وہ مقلد ہے تقلید کے بغیر

marfat.com
Marfat.com

چارۂ کار نہیں، جینا دوبھر ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ عبارت ان لوگوں کیلئے لمحہ فکر ہے جو تقلید کو حرام قرار دیتے ہوئے اپنے آپ کو غیر مقلد کہتے ہیں۔ پھر اسی کتاب میں ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ داڑھی مبارک کی سنت کی اہمیت کو واضح کرنے کیلئے ''فرض شریعت ومحبت'' کے ماتحت یوں رقم طراز ہیں:

''لوگ سنت کو محض سنت سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں، داڑھی ایک اہم اور ایک عظیم سنت ہے ایسی سنت اور ایک ایسی نیکی جس کا فیض ہر وقت جاری وساری ہے۔ نماز کا ایک وقت ہے روزے کا ایک مہینہ ہے۔ حج کا ایک زمانہ ہے زکوٰۃ کی ایک شرط ہے لیکن جس کا کوئی وقت، جس کا کوئی مہینہ نہیں، جس کا کوئی زمانہ نہیں اور جس کیلئے کوئی شرط نہیں وہ داڑھی مبارک ہے۔ داڑھی وہ سنت ہے اس سنت کا فیض ہر وقت جاری ہے کہ ہر آن باقی ہے۔ اللہ اللہ یہ کیسی عظیم نیکی ہے لیکن ہم نے اس طرح چھوڑ دیا جیسے یہ کچھ ہے ہی نہیں۔ ایک دوست سے جب عرض کیا گیا فرمایا سنت ہی تو ہے۔ اے دوست! تو نے یہ کہہ کر محبت کا ایسا مذاق اڑایا ہے کسی عاشق کو نہ دیکھا کہ اس نے اپنے محبوب کی بات کو ہلکا سمجھا ہو محبت تو محبوب کی اک اک ادا پر مر مٹنے کا نام ہے۔ ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا پورا علم ہے اور یہ وہ علم ہے جو دنیا کے کسی مذہب کو اپنے پیشوا کے بارے میں حاصل نہیں۔ اب کیا یہ ضروری ہے کہ ایک بات کیلئے حکم کا انتظار کریں اور پھر حکم کی نوعیت پر محبت کریں محبت کہتی ہے: ''اے عاشقو! اس کے رنگ میں رنگ جاؤ یہ فرض محبت ہے'' ہاں انتظار نہ کرو کہ محبت انتظار نہیں کرتی وہ کر گزرتی ہے۔

## بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

مذکورہ بالا عنوان میں ڈاکٹر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ نے داڑھی کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے انہوں نے فرض اور سنت کے فرق کو واضح کر کے ترک سنت کرنے والوں کو یہ تاثر دیا ہے کہ وہ حضرات درحقیقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت ہی نہیں رکھتے جبکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والفت جان ایمان ہے اگر جان ایمان اور روح ایمانی باقی نہ رہے تو عمل کس کا کام لہٰذا مسلمانوں کو فرض شریعت پر عمل کرنے سے پہلے فرض محبت پر عمل کرنا چاہئے۔

marfat.com
Marfat.com

مسعود ملت، معاشرے میں نوجوانوں کی اصلاح کیلئے اپنی کتاب ''موج خیال'' میں معقولیت کے عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں،'' نہ معلوم نوجوانوں کو کیا ہو گیا اور ان کی عقل وشعور پر کس نے شب خون مارا ہر نامعقول بات معقول اور ہر معقول بات نامعقول نظر آنے لگی۔ لباس ہی کو لیجئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتہ زیب تن فرمایا، ڈھیلا ڈھالا سیدھا سادا اور آرام دہ اس کے مقابلے میں اپنا لباس دیکھئے لباس غلاف بن کر رہ گیا ہے...... کرتے کی جگہ بے شمار چیزیں آگئی ہیں اور پتلون اتنی چست کہ ٹانگیں حرکت سے محروم اللہ اللہ ان کی مظلومیت پر کوئی نہ رویا، بیٹھے ہیں تو اٹھ نہیں سکتے اور اٹھے ہیں تو بیٹھ نہیں سکتے۔ بس میں سوار، بھیڑ بھاڑ ہے کنڈیکٹر سر پر سوار ہے، یہ ہیں کہ کھڑے ہو رہے ہیں بھائی جلدی پیسے دو، جلدی کہاں سے دیں کہ جو کچھ رکھا ہے پیچھے رکھا ہے۔ پہلے کھڑے تو ہو لیں خدارا بتاؤ بھی اس میں کیا معقولیت ہے اور یہ کیا تماشہ ہے؟ کیا وہ جیب کافی نہ تھی جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کرتے میں بنوائی تھی اور پہننے کو کیا پاجامہ یا شلوار ناکافی تھے جو اپنے جسم کو عذاب میں مبتلا کیا ہے...... کس کس ادا کا ذکر کیا جائے، سگریٹ ہی کو لیجئے بچہ اور بوڑھا سب منہ میں لگاتے ہیں، اسٹیم انجن بنے ہوئے ہیں، دھواں چھوڑ رہے ہیں خود پریشان ہیں دوسروں کو پریشان کر رہے ہیں۔ کوئی فائدہ نہیں، نقصان ہی نقصان ہے۔ " ان الانسان لفی خسر " کی تفسیر بنے ہوئے ہیں اور تو اور کھانے کو میسر نہیں کش پہ کش لگا رہے ہیں، صحت گنوا رہے ہیں دم میں دم جب تک ہے لگی چھوٹ نہیں سکتی۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' خدارا بتاؤ کہ اس میں کیا معقولیت ہے؟

پھر عالم اسلام اور بالخصوص جماعت اہلسنت کے خلاف ہونے والی سازشوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس وقت سنیت کے خلاف سازشیں پورے شباب پر ہیں، کوشش یہ ہو رہی ہے کہ سنیوں کو ذہنی، نفسیاتی اور جذباتی طور پر توڑ پھوڑ دیا جائے، تاکہ سر نہ اٹھا سکیں اس سلسلے میں اتحاد بین المسلمین کا دلکش نعرہ سامنے آیا ہے۔ مگر جسموں کے اتحاد سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا جب تک کہ دل و دماغ متحد نہ ہوں، ایک سوچ ہی صحیح معنی میں سب کو متحد کر سکتی ہے اور وہ سوچ یہی ہے صدیوں سے سواد اعظم اہل سنت و جماعت جس کی حفاظت کرتے چلے آئے ہیں۔ جس کو مسلسل مٹانے کی کوشش

marfat.com
Marfat.com

کی جا رہی ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے دشمنان اسلام نے حضور انور ﷺ کی ذات اقدس کو اپنا ہدف بنایا اور مسلمانوں کے اندر ایسے ذہن تیار کئے ہیں جو قرآن و حدیث کا سہارا لے کر حضور انور ﷺ کی ذات و صفات کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر رہے ہیں اور اب تو بات اس سے بھی بہت آگے چلی گئی ہے۔ قرآن کریم، بیت اللہ شریف، حج بیت اللہ شریف کی عظمت بھی دل سے نکالی جا رہی ہے۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' نئی سلطنتوں اور عوام کی سرکوبی تبلیغ دین کے بہانے دلوں میں وسوسے پیدا کرنا، نئے گستاخوں کا سر اٹھانا، مسجدوں اور خانقاہوں پر مسلسل حملے، قبل اسلام آثار قدیمہ کی دریافت کے بہانے سے مسلمانوں کو ان کے شاندار ماضی سے بے تعلق کرنا، غیر متوازی امداد دے کر مسلسل پریشان رکھنا، ذہنوں پر کنٹرول کرنا، اپنے مزاج کے حاکم ہم پر مسلط کرنا، کبھی جمہوریت کے ذریعہ، کبھی جبر و استبداد کے ذریعہ اور کبھی حرص و آز پیدا کر کے اپنا تسلط جمانا، دشمنان اسلام مدد کے بہانے مسلسل ہماری معیشت کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کے رحم میں بلا کا ظلم و ستم ہے۔ ان کی مہربانی میں نامہربانیوں کا تلاطم ہے ان کے غمزہ و عشوہ میں خون خواریوں اور خون ریزیوں کی سرخی ہے ان کی تھپکیوں میں نشتر کی چبھن ہے۔ وہ اپنی سیاسی عیاریوں سے سارے عالم کو شکنجے میں کسنے کی تیاری کر رہے ہیں، سب کشتیوں کا تنہا ملاح بننے کا ذوق و شوق ان کے پوشیدہ عزائم کی نشاندہی کر رہا ہے۔ مسلمانوں کی تباہی و بربادی اور شیرازہ کے منتشر ہونے کے اسباب و علل بیان کرنے کے بعد اس کے تدارک کے سلسلے میں ڈاکٹر مسعود احمد لکھتے ہیں:

''مسلمانوں اور مسلم حکومتوں کی بے بسی اور بے کسی کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے دامن مصطفیٰ ﷺ کو چھوڑ دیا اور عملی زندگی میں اسلام سے منہ موڑ لیا بلکہ سارے عالم کی بے چینی اور اضطراب کا یہی سبب ہے کہ انسان نے وحی الٰہی سے منہ موڑ کر عقل بے مایہ کو اپنا امام بنالیا جس میں امام بننے کی صلاحیت ہی نہیں، عالم اسلام اور دنیا کے مسلمانوں کی عمومی صورتحال یہ ہے جہالت و افلاس عام معاشی ناہمواری، ثقافتی انحطاط، فکری جمود میں گرفتار، مسلم افواج غیروں کیلئے برسرپیکار، اپنوں کے خلاف، مسلم مفکرین تضادات کا شکار، دانش نورانی سے محروم، مسلم حکمراں خود پسندی کا شکار، وحدت ملی سے بیزار ملت کے رہنما دنیا کی محبت میں گرفتار، جاہ و منصب کے طلب گار، اپنے

marfat.com
Marfat.com

فیصلوں میں غیروں کے محتاج اقتصادی منصوبہ بندی میں غیروں کے مرہون منت، بے مثل عقل ودانائی کے باوجود غیروں کے غلام، اہم ٹیکنالوجی کے حصول سے عاجز، جغرافیائی لسانی علاقائی عصبیتوں میں گرفتار، الغرض مسلمانوں کی موجودہ صورتحال نہایت افسوس ناک بلکہ کربناک ہے۔''

خودشناسی، خودنگری اور خودگری کا جوہر پیدا ہوجائے تو یہ ساری برائیاں آن کی آن میں ختم ہوجائیں۔ اور یہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔ صرف قرآن اور صرف قرآن ہے جو انسان کو خودگر وخودگیر بنا کر جہاں گیر وجہاں بان بناتا ہے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج ہمارا معاشرہ واضح طور پر دورنگی کا شکار نظر آتا ہے، ایک طبقہ دیندار عوام وعلماء کا ہے اور دوسرا طبقہ مذہب وملت سے بیزار۔ اس طبقاتی دورنگی کا اہم ترین سبب ہمارا نظام تعلیم ہے، جس کی نشاندہی کرتے ہوئے حضرت مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مدارس عربیہ اور اسکول وکالج کے نصاب کی تبدیلی پر زور دیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ مختلف نصاب تعلیم ہونے کی وجہ سے ہمارے طلبہ کا مزاج مختلف ہوجاتا ہے جس کا اثر معاشرے پر پڑتا ہے کیونکہ ایک آزاد خیالی کی طرف گامزن ہوتا ہے دوسرا اس آزاد خیال کو مذہب اسلام کیلئے نقصان دہ تصور کرتا ہے، نتیجہ کے طور پر آپس میں اختلاف وافتراق پیدا ہوجاتا ہے لہذا نصاب تعلیم کی تبدیلی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''ابتدائی دوصدیوں تک قرآن ہی ہمارا نصاب تعلیم تھا۔ کوئی اور نصاب نہ تھا دو صدیوں میں جس سرعت سے ہم نے ترقی کی وہ عجائبات عالم میں ایک عجوبہ ہے۔ پھر اس قرآن سے علوم وفنون کے چشمے بہنے لگے۔ آنکھ کو نظر ملی، دماغ کو عقل ملی۔ دل کو محبت ملی، بارہ سو برس تک عالم اسلام میں قرآنی اور اسلامی علوم کا مزاج رہا پھر یہود ونصاریٰ کے اثر ونفوذ سے حکومتیں بدلیں، نصاب بدلے، مزاج بدلے، علوم وفنون کو بھی دو خانوں میں تقسیم کیا گیا اسلامی وغیر اسلامی سائنسی وغیر سائنسی وغیرہ وغیرہ گذشتہ صدی میں مغربی نصاب نے ہمارے ملی اور فکری ڈھانچہ کو بکھیر کر رکھ دیا ہم نے بہت کچھ لیا اور ہم کو بہت کم دیا۔ اس وقت عالم اسلام کے مدارس وجامعات کا نصاب جس حد تک ممکن ہو یکساں رکھا جائے۔ تاکہ عالمی سطح پر طلبہ کے افکار وخیالات میں مرکزیت پیدا ہو اور اتحاد

marfat.com
Marfat.com

کی راہ ہموار ہو ممکن ہو تو مدارس عربیہ اور مدارس انگلیشیہ کے نصابی تضاد کو دور کیا جائے کیونکہ موجودہ نظام سے تعلیم یافتہ جوانوں کی دو متوازی مگر متضاد جماعتیں وجود میں آتی ہیں، جو ایک دوسرے سے بالکل بے خبر ہیں جن کی ذمہ داریاں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس بے خبری کے معاشرے پر اچھے اثرات نہیں ہوتے، مدارس عربیہ کے نصاب میں کسی حد تک تبدیلی ضروری ہے۔ ۔ اگر قبل اسلام کے شعراء اور مفکرین کے اشعار و افکار پڑھائے جاسکتے۔ تو قرآن واحادیث کو کیوں مشعل راہ نہیں بنایا جاسکتا؟

ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی جنہوں نے '' پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، کی حیات علمی اور ادب خدمات'' کے عنوان پر پی ایچ ڈی میں بہار یونیورسٹی بھارت سے ۱۹۹۷ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، مسعود ملت علیہ الرحمہ کی دینی ونثری خدمات کا جائزہ یوں پیش کرتے ہیں:

'' ڈاکٹر صاحب کی نثری خدمات کا دائرہ بہت پھیلا ہوا ہے ادب و مذہب کا شاید ہی کوئی ایسا موضوع ہو جس پر ان کی مختصر یا طویل تحریر موجود نہیں! قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، سیرت، سوانح، تاریخ اخلاقیات، عقائد، فلسفہ، اردو شاعری اردو مکتوب نگاری، فارسی، شاعری، انشائیہ، لسانیات، تنقیدات، کتابیات، قومی اقتصادیات، معاشیات، سیاسیات، فلکیات، نفسیات وغیرہ پر سارے موضوعات ان کے یہاں اپنی بہاریں دکھلا رہے ہیں ڈاکٹر مسعود احمد ایک مضمون نگار اور قلمکار کی حیثیت سے ۱۹۶۶ء میں ہی اندرون ملک و بیرون ملک جانے پہچانے جانے لگے تھے جیسا کہ '' منادی '' دہلی نے ایک مقالہ '' حضرت مجدد الف ثانی '' کے حوالے سے لکھا ہے۔ اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے۔ کہ حضرت مسعود ملت نے امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز کیا تو یہ دائرہ کار بین الاقوامی سطح تک پھیل گیا وہ ۱۹۷۰ء سے امام احمد رضا کی شخصیت اور علمی کارناموں پر جدید انداز میں مختلف جہتوں سے تحقیقی کام کرتے رہے، انہوں نے امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کو عالمی سطح پر روشناس کرایا محبت کے غیر مرئی اور غیر فانی جذبے نے فاصلوں کو سمیٹ لیا''۔

تبصرہ: مذکورہ بالا تفصیلات اور تمام دینی اور ملی خدمات کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی

marfat.com
Marfat.com

ہے کہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد واقعتاً ایک بے باک دینی مفکر تھے اور دانشورانہ اور حکیمانہ ذہن وفکر کے مالک تھے۔ان کے ہاں مصلحت اندیشی نہیں حق گوئی اور انصاف پسندی رہی۔ڈاکٹر صاحب کی ہر تحریر سے دینی فکر اور دانائی وحکمت کی روشنی جھلکتی ہے۔اور آپ نے جو بین الاقوامی تحقیقی رسائل ومقالات کا سلسلہ شروع کیا تھا اس کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہو کر پوری دنیا میں پھیل چکے ہیں جس کے اثرات نظر آرہے ہیں۔غالباً دین ومسلک کی ان ہی خدمت کو دیکھ کر بعض مشائخ نے ڈاکٹر صاحب کو ''مجدد'' کہا ہے چنانچہ سلسلہ قادریہ کے سجادہ نشین ڈاکٹر علی احمد قریشی نے آپ کو ۱۴۱۰ء میں ''مجدد'' کہا اور دوسرے مشائخ نقشبندیہ میں درگاہ خواجہ باقی باللہ کے سجادہ نشین ڈاکٹر محمد سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تائید کی اور سجادہ مظہریہ کے مسند نشین ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد نے بھی اس کی تائید کی،مگر خود ڈاکٹر صاحب نے کبھی دعویٰ نہیں کیا بلکہ وہ خود کو اللہ تعالیٰ کا گنہگار بندہ،علماء ومشائخ اہل سنت وجماعت کا خادم سمجھتے تھے اور دین ومسلک کی خدمات کو اپنی سعادت سمجھتے ہوئے شب وروز اس خدمت میں رضائے الٰہی کیلئے مصروف رہے اور آخر مورخہ ۲۸،اپریل ۲۰۰۸ء کو واصل بحق ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

خیابان رضا: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی علمی، فقہی، اعتقادی اور مسلکی خدمات پر ہندوستان کے پانچ سو علماء کرام کا ہدیۂ تحسین کتابی انداز میں مرتب کیا جارہا ہے۔ ان تحقیقات ورشحات کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں زیور طباعت سے آراستہ کیا جارہا ہے۔ یہ کتاب مرکزی مجلس رضاء لاہور کے اہل قلم مفکرین کی سرپرستی میں مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور شائع کررہا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

# خیابانِ رضویت کا مہکتا ہوا پھول
## پروفیسر مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ

غلام مصطفیٰ قادری رضوی
باسنی ناگور راجستھان

آہ! علم و ادب کا ایک آفتاب ہم سے رخصت ہو گیا۔ یعنی آبروئے اہلسنت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری چلے گئے۔ افسوس ہم ان کی صحیح معنوں میں قدر نہ کر سکے۔ ان کی خدمات جلیلہ اور مساعیٔ جمیلہ ناقابل فراموش ہیں۔ خالق لوح و قلم نے ان کو جو بہترین قلم عطا فرمایا تھا۔ اس کا انہوں نے صحیح اور بروقت استعمال فرما کر نمایاں کاوشیں فرمائیں۔ وہ اپنے اسلوب بیان اور طرز نگارش میں منفرد و یگانہ تھے۔ ان کی شخصیت ایک پہلو دار شخصیت تھی۔ جس کے مختلف پہلوؤں پر مختلف صاحبان علم و قلم روشنی ڈال چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ وہ مخلص رہنمائے اہل سنت تھے۔ سنجیدہ اور باوقار صاحب فکر و قلم تھے۔ اکابر کی بارگاہ کو مؤدب اور اصاغر نوازی میں یادگار اسلاف تھے۔ ادب شناسی کی مثالیں ان کی نگارشات میں دیکھیے یا پھر ان کی باوقار مجالس میں بیٹھنے والے افراد سے پوچھیے اور خرد نوازی کے نمونے تو اکثر حضرات بیان کر چکے ہیں۔ اس فقیر سراپا تقصیر کی سنیے وہ مجھ پر بہت مہربان تھے۔ ہر خط کا جواب محبت بھرے انداز میں مرحمت فرماتے۔ جن میں نور و نعمت کا سامان بھی ہوتا اور محبت و شفقت کے گلہائے رنگا رنگ بھی۔ دعائیہ جملے بھی ہوتے اور اپنے لیے دعاؤں کی درخواست بھی۔ سنیت کے کاموں کی تفصیل بھی ہوتی اور خیریت و حالات کی اطلاع بھی۔ اپنی علمی اور تحقیقی کتب بذریعہ ڈاک بھی روانہ فرماتے اور کسی آنے والے کے توسط سے بھی ارسال فرماتے۔ یہ محبتیں اور شفقتیں ہر کسی میں کہاں اتنی ہوتی ہیں۔ فون پر گفتگو ہوتی تو خوب خوب پیار اور دعاؤں سے نوازتے۔ زبان فیض ترجمان سے علم و ادب و شفقت و محبت کے پھول جھڑتے جاتے۔

marfat.com
Marfat.com

بلاشبہ مسعود ملت نے اپنی زندگی خدمت دین اور فروغ علم وادب کے لیے نثار کر دی تھی ۔اپنی فکر ونظر کی بلند خیالی اور بصیرت افروزی سے بیش قیمت اور لازوال دینی وملی خدمات انجام دے کر تاریخ اسلام کو رونق بخشی ۔ان کی زندگی میں بڑے بڑے نشیب وفراز آئے اور کٹھن مراحل بھی ۔لیکن پائے استقامت میں کبھی لغزش نہ تھرتھراہٹ ۔وہ اپنے اسلاف کی سیرت وحیا کو آئیڈیل بناتے ہوئے کام کرتے رہے اور پھر نتیجہ یہ نکلا کہ آج موافق ومخالف بھی ان کے اوصاف وکمالات کے معترف اور ان کی نگارشات کو دلچسپی کے ساتھ پڑھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں ۔میرے ممدوح مالی اعتبار سے بھی غنی تھے اور دل کے بھی بڑے دھنی تھے ۔پھر یہ غنا کی دولت جسے نصیب ہو جائے اسے تو عروج ہی عروج ہے ۔زوال وانحطاط کا وہاں گذر بھی نہیں ۔عاجزی اور انکساری کی تو سیکڑوں مثالیں ہیں جو آپ پر لکھے جانے والے مقالات میں ملاحظہ کی جاسکیں گی ۔سنیے وہ خود رقمطراز ہیں:

''کتنے ہی اعلیٰ عہدے پر پہنچ جائیں عجز وانکساری کو اپنا شعار بنائیں ۔یہ خیال کریں کہ یہ دولت اور یہ عہدے چھین لیے جائیں گے اور ہم قبر میں تنہا ہی جائیں گے ۔یہ وقت آنے والا ہے ۔ایسا نہ کریں کہ پھر شرمسار ہوں ۔حضور اکرم ﷺ نے تاجدار دو عالم ہوتے ہوئے وہ انکسار اختیار فرمایا کہ ہر دل کے قریب ہو گئے اور ہر دل آپ کے قریب ہو گیا ۔ہمیشہ جھک کر ملیں کہ پھل دار درخت ہمیشہ جھکتا ہے ۔بے فیض درخت اکڑا رہتا ہے ۔پھر وہ جھکایا جاتا ہے اور جلایا جاتا ہے''

یہ جملے لکھنے سے پہلے خود ان پر آپ نے عمل کیا ۔عاجزی وانکساری سے پیش آنا آپ کی نمایاں خصوصیت تھی اور آپ کی اس ادا نے نہ جانے کتنوں کو آپ کا گرویدہ کر دیا ۔آپ کی اقتدیٰ محبت وشفقت اور شیریں کلامی وشگفتہ بیانی سے نہ معلوم کتنے دلوں میں محبت وپیار کے دیپ جل گئے ۔پھر محبت رسول ﷺ کے جام سے آپ نے بے شمار اہل ایمان وایقان کے قلوب واذہان کو سیراب کیا ہے ۔اس میں زبان کا بھی حصہ رہا اور قلم کا بھی بلکہ اس خصوص میں خامۂ مسعودی نے اعلیٰ رول ادا کیا ہے ۔سنیے یہ کیسی آواز آرہی ہے:

''چھوٹا وہ ہے جو عشق مصطفیٰ ﷺ کی دولت سے محروم ہے ۔بڑا وہ ہے جس کا سینہ عشق مصطفیٰ ﷺ کے نور سے روشن ہے ۔ہرگز مایوس نہ ہوں زندگی ہمارا مقدر ہے تو ہم مرنے کے بعد بھی

marfat.com
Marfat.com

جئیں گے۔ہم جینے کے لیے آئے ہیں مرنے کے لیے نہیں۔ ہماری عظمت وشوکت کا راز ایمان ویقین اور اتباع سنت رسول علیہ التحیۃ والتسلیم میں ہے۔''(پیغام مسعود ص ۸ مطبوعہ مالیگاؤں)

یوں تو ان کے ہر کارنامے پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور ان کے سبھی کام نمایاں شان کے حامل ہیں تاہم رضا شناسی میں انہوں نے جو کاوشیں کی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں اور ہمیشہ یاد رکھی جانے والی ہیں اور اس سلسلے میں ان کی خدمات جلیلہ کو دیکھ کر انہیں ''ماہر رضویات'' کے لقب سے شہرت حاصل ہے۔ مسعود ملت ایک عرصہ تک امام احمد رضا سے ناآشنا رہے مگر جب رضا کی شخصیت وعلمیت کا مطالعہ شروع کیا تو پھر حیرانی کا یہ عالم کہ خود فرماتے ہیں

''جب ۱۹۷۰ء میں امام احمد رضا کے حالات اور علمی خدمات پر تحقیق شروع کی تو یوں محسوس ہوا کہ راقم جیسے ایک عظیم الشان خزانے تک پہنچ گیا۔ جو نہ معلوم کب سے زیر زمین دفن کر دیا گیا تھا۔ ۱۹۷۰ء سے اب تک (۱۹۸۹ء) کو ۱۹ سال گزر چکے ہیں یہ خزانہ برابر نکلے چلا آرہا ہے اور نہ جانے کب تک نکلتا رہے گا۔ اس خزانے کے علمی جواہرات جب بازار عالم میں جوہر شناسوں کے سامنے پیش کیے گئے تو ہر طرف سے تحسین وآفرین کی صدائیں بلند ہونے لگیں جہاں سناٹے اور ہو کا عالم تھا وہاں ایسی چہل پہل ہوگئی کہ آبادیاں رشک کرنے لگیں''(گویا دبستان کھل گیا ص ۱ مطبوعہ کراچی)

بلاشبہ امام احمد رضا کے تعارف میں ان کی زندگی کے قیمتی ایام خرچ ہوئے اور پوری تگ ودو کی۔ بطور خاص انہوں نے قلم کا استعمال کیا اور تقریباً ۴۰ کتب اور درجنوں مقالات لکھ کر امام موصوف کی عبقریت علمیت، اور شان مجددیت وعشق رسول میں فنائیت کو اجاگر کیا۔ آج جو بھی محقق امام احمد رضا کی شخصیت وعلمیت پر تحقیق کرتا ہے تو مسعود ملت کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہے۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی تحریک پر مسعود ملت نے امام احمد رضا کو پڑھنا اور ان پر لکھنا شروع کیا تو پھر تادم زیست لکھتے رہے۔ شکوک وشبہات کے ازالے کرتے گئے امام احمد رضا پر لگائے گئے الزامات وبہتانات کے پردے چاک کرتے رہے اور حقائق سے باخبر کرتے رہے۔ انہوں نے کتنی پیاری بات کہہ دی کہ:

''محدث بریلوی کے نزدیک اسلام کا مفہوم سیدھا سادا ہے مگر وہ اس شخص کا تعاقب

marfat.com
Marfat.com

کرتے ہیں جو دین میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے اور اس پر تنقید کرتے ہیں جو ملی وحدت میں رخنہ ڈال کر اس کو پارہ پارہ کرتا ہے اور سواد اعظم کو چھوڑ کر ایک نئی راہ نکالتا ہے۔'' (خوب و ناخوب ص:۳)

رضویات پر ان کے کارناموں پر بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جائے گا۔تاہم ایک اعتراض کا جواب سنیے اور حقیقت بیانی ملاحظہ کیجیے فرماتے ہیں:

''کہا جاتا ہے کہ محدث بریلوی نے سیرت پر کوئی کتاب نہ لکھی۔اللہ اکبر! محدث بریلوی کا تو غور وفکر ہی سیرت ہے۔انہوں نے سیرت کے ان گوشوں پر قلم اٹھایا ہے جن کو سیرت نگاروں نے چھوا تک نہیں۔جن فضائل پر سیرت نگاروں نے ایک دو صفحے لکھے محدث بریلوی نے کئی کئی مقالے لکھ ڈالے۔جب محدث بریلوی سیرت رسول علیہ التحیۃ والثناء پر سوچتے ہیں تو ان کی پرواز فکر دیدنی ہوتی ہے۔جب وہ سیرت حبیب لبیب ﷺ پر لکھتے ہیں تو ان کی روانی قلم دیدنی ہوتی ہے۔'' (جہان رضا لاہور ستمبر ۲۰۰۶ء)

ضرورت ہے کہ اپنے اس عظیم محسن ورہنما کی خدمات کو عام کیا جائے۔ان کے پیغامات کو پھیلایا جائے۔ان کی کتب ورسائل کا مطالعہ کیا جائے۔جن میں دین وسنیت کی پیاری پیاری باتیں بھی ہیں اور اصلاح اعتقاد واعمال سے متعلق رہنمائیاں بھی۔محبت وعقیدت محبوبان خدا کے جلوے بھی ہیں اور دین وسنیت کے لیے قربانیاں دینے کے مفید مشورے بھی اتنی ،خوبیوں سے پُر کتب کے مصنف کی ہم خوب یاد منائیں ان کو خراج عقیدت پیش کریں اور ان کے چھوڑے ہوئے نقوش کو عملی جامہ پہنائیں۔اللہ کریم حضرت پروفیسر صاحب کے درجات کو بلند فرمائے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین بجاہ طٰہٰ یٰسین ﷺ

عشق رسول کریم O فیضانِ رسول کریم O مؤلفہ الحاج محمد اسلم محمود مدنی (پیر بابا) ناشر تصوف پبلی کیشنز۔اردو بازار۔کراچی رابطہ۔بمقام جسر وٹہ ضلع جہلم۔0544-683455

marfat.com
Marfat.com

کونسی ہستی جہاں سے آج رخصت ہو گئی کہ زمین و آسماں کو جل کے رونا پڑ گیا

# آہ! پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ

عبدالحق ظفر چشتی
مدیر اعلیٰ ماہنامہ نور العرفان لاہور

دنیا تو آنی جانی ہے۔کوئی آیا کوئی گیا۔نہ آنا اپنے اختیار میں نہ جانا اپنے اختیار۔جب سے یہ کائنات تخلیق ہوئی ہے۔تب سے اس اصول میں کوئی فرق نہیں آیا۔اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

البتہ اس آنے جانے کے عمل سے ہر متنفس کو ایک ہی پلڑے میں رکھ کر نہیں تولا جا سکتا۔ کسی کے آنے سے زمانہ کھل کھلا اُٹھتا ہے۔اور کسی کے جانے سے زمانہ بلبلا اٹھتا ہے۔اور کسی کے آنے سے جبین ابلیس پر بھی شکنیں پڑ جاتی ہیں۔اور کسی کے جانے سے ''خس کم جہاں پاک'' کہہ کر زمانہ سکون کا سانس لیتا ہے۔

پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد فتح پوری یعنی دہلی شاہی مسجد کے امام و خطیب اور مفتی اعظم ہند جناب مظہر اللہ دہلوی کے گھر ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے ان کے والد صاحب مفتی اعظم ہند جناب علامہ مولانا مظہر اللہ دہلوی صاحب تفسیر مظہر القرآن رحمۃ اللہ علیہ مقولہ دانشوران کے مطابق ان کو عرش سے فرش پر لانے والے بھی تھے۔پھر ان کی جھولی علوم و فنون سے بھر کر حسن اخلاق کی تربیت سے سنوار کر فرش سے عرش تک پہنچانے والے بھی تھے۔یعنی پروفیسر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مروجہ علوم اپنے ہی گھر سے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے۔

تقریباً بیس سال کی عمر میں یعنی ۱۹۵۰ء میں ہندوستان سے ہجرت فرما کر کراچی کو رونق افروزی کا شرف بخشا۔لوگ کہتے ہیں۔نو نالج ودآؤٹ کالج NO KNOWLEDGE WITHOUT COLLGE اس لئے لوگوں کی نظروں کو خیرہ کرنے کیلئے کالج اور یونیورسٹی

marfat.com
Marfat.com

تک تعلیم کی تکمیل کی۔ ایم۔اے کیا۔اور پھر قرآن پاک کے تراجم وتفاسیر کا تقابلی جائزہ ایک مبسوط انداز میں لکھ کر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔اور ڈاکٹر کہلوائے۔پھر اسی حاصل کردہ تعلیم کا نور ہر جگہ بکھیرنے اور ہر گھر تک پہنچانے کیلئے محکمہ تعلیم سے ہی منسلک ہو گئے۔تقریباً تیس سال تک سندھ اور بلوچستان کے کئی ایک کالجوں میں بحیثیت پروفیسر و پرنسپل فرائض انجام دیتے رہے۔اقبالیات اور رضویات آپ کے خصوصی موضوعات تھے۔ان دونوں موضوعات پر اتنی ثقاہت کے ساتھ کام کیا۔کہ خود آپ کی ذات ہی ایک حوالہ بن گئی۔خصوصاً ۱۹۷۰ء سے ۱۹۹۰ء تک رضویات پر قابل قدر خدمات انجام دیں۔ان گنت مختلف موضوعات پر مقالہ جات لکھے۔دنیا بھر کی یونیورسٹیز میں امام اہل سنت مولانا الحافظ القاری الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر مختلف موضوعات اور عنوانات پر پی۔ایچ۔ڈی کے مقالہ جات لکھوائے۔اور یہ سلسلہ صدقہ جاریہ کی طرح جاری وساری ہے۔حکیم الامت حضرت محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ عہد اندیش کے قربان جائیں۔ جنہیں اس مردِ جلیل کا انتخاب کیا۔اور پھر اس کام پر آمادہ کیا۔

۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۶ء تک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر تحقیقی کام کا آغاز کیا۔اور ''جہان امام ربانی'' کے نام سے ۱۵ ضخیم جلدوں پر مشتمل انسائیکلو پیڈیا شائع کیا۔آپ کی اس خدمت بین الاقوامی سطح پر پذیرائی حاصل ہوئی۔

آپ کے والد ماجد جناب مفتی اعظم ہند حضرت مظہر اللہ صاحب مکان شریف مشرقی پنجاب سے سلسلہ نقشبندیہ سے مجاز تھے۔آپ نے اپنے اس ہونہار اور باصلاحیت فرزند کو بھی شرفِ بیعت وخلافت سے نوازا۔پروفیسر صاحب نے اپنے مریدین کو اوراد ووظائف میں ان کی صلاحیتیں کھپانے کی بجائے۔علم کی روشنی عام کرنے اور تحریر وتصنیف کے کام پر لگا دیا۔اور اس وقت دنیا میں تقریباً ایک سو کے قریب اپنے اشخاص موجود ہیں۔جو اس راہ پر گامزن ہیں۔آپ نے اپنے والد ماجد کی تفسیر ''مظہر القرآن'' دو جلدوں کی اشاعت کر کے اس تفسیر کو امر کر دیا۔اور پورے ملک میں پھیلا دیا۔

آپ اس دور کی وہ واحد شخصیت ہیں۔جن کی اپنی حیات ظاہرہ میں ہی ہندوستان کی

marfat.com
Marfat.com

ایک یونیورسٹی میں پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھا گیا۔

۲۱۔اپریل ۲۰۰۸ بروز پیر رات گئے اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔اور رضویات کے میدان کو سوگوار کر گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون○

جس کی پیشانی تھی روشن بندگی کے نور سے
آفتاب علم و تسلیم و رضا رخصت ہوا
دہر سے اک بندۂ حق آشنا رخصت ہوا
دیکر عشق حبیب کبریا رخصت ہوا

marfat.com
Marfat.com

# مسعودِ ملت اور جہانِ رضا کی سیر

محمد ارشاد عالم نعمانی ☆

سعادت لوح وقلم، ماہر رضویات، مسعود ملت حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ابن مولانا مفتی شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی نقشبندی (م ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ/ ۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء) شاہی امام و خطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی ابن مولانا مفتی شاہ محمد مسعود محدث دہلوی نقشبندی (م ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء) بانی دارالافتا (۱۸۶۲ء) جامع مسجد فتح پوری دہلی کی ولادت باسعادت ۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۸ھ/۲۴ اکتوبر ۱۹۳۰ء دہلی میں ہوئی۔

آپ ایک جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے۔آپ جہاں ایک صاحب طرز ادیب، زہرہ نگار انشا پرداز اور بلند پایہ محقق تھے، وہیں آپ کثیر التصانیف مسلم الثبوت مصنف ومؤرخ بھی تھے۔آپ نے اسلامی علوم، ان کی خدمت گار شخصیات اور ان کی تعلیمات کا ملکی وبین الاقوامی سطح پر زبردست تعارف کرایا۔مختلف دینی، علمی، تحقیقی اور سماجی موضوعات پر آپ نے کثیر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

بقول ڈاکٹر مجید اللہ قادری پاکستان: قرآن، حدیث، سیرت، رضویات، سوانح، ادب، شخصیات، تصوف، اقبالیات، فلسفہ، نفسیات، سیاسیات، اخلاقیات وغیرہ موضوعات پر ڈاکٹر صاحب کی تصنیفات، تالیفات کی تعداد ۱۵۰ سے زیادہ ہے۔جب کہ مقالات اور مختلف کتابوں پر تاثرات کی تعداد ۱۰۰ سے زائد ہے (ص: ۱۴، تذکرہ اراکین ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)

خصوصا رضویات اور مجددیات کے باب میں تو آپ اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔اس باب میں آپ نے اپنی فکر وتحقیق اور مطالعہ وجستجو کے جو عظیم دریا بہائے ہیں یقیناوہ آپ کی سیرت وشخصیت کو عظمت ورفعت دوام عطا کرے گی۔آپ رضویات ومجددیات کے ایک معتبر محقق تھے اور

marfat.com
Marfat.com

آپ نے اپنی مختلف النوع مساعی سے رضویات اور رضویاتی ادب نیز مجددیات اور مجددیاتی ادب کا ایسا عالم گیر تعارف کرایا جس نے آپ کی شخصیت کو بھی عالمی سطح پر متعارف کرایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصنیفات پورے برصغیر ہندو پاک ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور ان کے تراجم مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ جن

عالمی زبانوں میں آپ کی تقریباً ۵۰ سے زائد مختلف کتابوں کے تراجم شائع ہوئے، ان میں عربی، فارسی، انگریزی، فرنچ، ڈچ، پشتو، ہندی، سندھی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

آپ کی شخصیت بجا طور پر ''رضویات شناسی'' کے باب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے ذیل میں آپ کے جہان رضا کی تحقیقی، علمی و تاریخی سیر کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کی جا رہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کا یہ تحقیقی سفر جہاں اپنوں کے لیے سرمۂ بصیرت ثابت ہوگا وہیں مخالفین رضا کے لیے رضا شناسی کے مثبت زاویے وا کرے گا۔

آپ نے امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (ولادت ۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ/۱۴ر جون ۱۸۵۶ء وفات ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ/۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء) پر اپنے تحقیقی سفر کا آغاز ۱۹۶۹ء سے کیا، اس سے پہلے آپ امام موصوف کی شخصیت و عظمت سے زیادہ واقف نہیں تھے۔ حالاں کہ آپ نے اپنی تصنیفی زندگی کی شروعات ۱۹۵۷ء ہی سے کر دی تھی، لیکن اس کے باوجود اب تک امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کی جانب آپ متوجہ کیوں نہیں ہوئے تھے اور متوجہ ہونے کے بعد آپ کو جہان رضا کے سفر میں کن خوشگوار حیرتوں اور مسرتوں کی دنیا نظر آئی اس کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ آپ خود لکھتے ہیں:

راقم (پروفیسر محمد مسعود احمد) ۱۹۵۷ء سے برابر لکھ رہا ہے۔ ۱۹۶۹ء تک امام احمد رضا کے مطالعہ سے محروم رہا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ''ماسوائے والد ماجد حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ، راقم کے بیشتر اساتذہ کا تعلق امام احمد رضا کے مخالفین یا مخالفین کے مؤیدین سے رہا۔'' لیکن جب ۱۹۷۰ء میں مطالعہ کا آغاز کیا تو ایک اور عالم نظر آیا، جس نے حیران و ششدر کر دیا۔ اللہ اکبر! حقیقت کیا تھی اور کیا بتایا گیا اب جوں جوں مطالعہ کرتا ہوں، حیرانگی

marfat.com
Marfat.com

بڑھتی ہی جاتی ہے۔" (پیش لفظ "گناہ بے گناہی")

اس سلسلے میں آپ کی پہلی کتاب "فاضل بریلوی اور ترک موالات" کے عنوان سے ۱۹۷۱ء میں منظر عام پر آئی جس کی برصغیر ہند و پاک کی معروف دینی وعلمی شخصیات اور دانشوران قوم نے پذیرائی کی۔ اس پذیرائی کی کہانی پروفیسر صاحب کی زبانی سنیے:

"۱۹۷۰ء میں مرکزی مجلس رضا لاہور کے ایما پر اپنی چودہ سالہ علمی زندگی میں پہلی بار (امام احمد رضا قادری) پر قلم اٹھایا اور مندرجہ ذیل عنوان پر ایک مقالہ قلم بند کیا "فاضل بریلوی اور ترک موالات" بفضلہٖ تعالیٰ یہ مقالہ ملک کے طول وعرض میں بے حد مقبول ہوا، بکثرت اخبارات ورسائل نے اس پر تبصرے لکھے اور تین چار ماہ کے اندر اندر اس کے دو ایڈیشن شائع ہو گئے۔ مقالہ "فاضل بریلوی اور ترک موالات" میں یہ کوشش کی گئی تھی کہ جو بات کہی جائے تعصب اور تنگ دلی سے بالاتر ہو کر کہی جائے۔ حقائق و واقعات کو تاریخ کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ **الحمد لله علی احسانه** کہ اس تحریر نے پورا پورا اثر دکھایا اور جن علما کے دلوں میں شکوک و شبہات تھے اس کے مطالعہ کے بعد وہ رفع ہو گئے۔ (تقدیم "فاضل بریلوی علماے حجاز کی نظر میں")

یہاں ذیل میں مذکورہ کتاب پر چند مشہور اصحاب قلم و ارباب علم و دانش کے تأثرات آپ بھی ملاحظہ کیجیے، اور سفر جہانِ رضا کے پہلی جھلک کی غیر معمولی اہمیت و وقعت کا اندازہ لگایئے۔

مولانا محمد منشا تابش قصوری نے اپنے ۱۵/۳/۱۹۷۲ء کے تأثراتی مکتوب میں لکھا:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ فاضل بریلوی وحضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ اور مولوی اشرف علی تھانوی ایسی شخصیتوں نے "تحریک ترک موالات" کی شدت سے مخالفت کی جو سرکار انگلشیہ کے ایما پر نہیں، بلکہ شریعت محمدیہ کی طرف سے عظیم ذمہ داری کا نتیجہ تھی۔ جیسا کہ آپ (پروفیسر مسعود) نے اس معرکۃ الآرا مسئلہ کی گتھیوں کو سلجھانے میں بڑی کامیاب کوشش فرمائی اور عدیم النظیر مجاہدانہ کارنامہ انجام دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ایسے طوفان خیز لمحوں میں کشتی سنیت کے ناخدا بن کر آئے ہیں جب کہ باد مخالف پورے زور سے ہمیں ختم کرنے کے درپے ہے..... آپ

marfat.com
Marfat.com

کا مقالہ جہاں ہمارے لیے باعث صد افتخار ہے وہاں معترضین کو دعوت غور وفکر دے رہا ہے، آپ نے اس عظیم الشان تصنیف "فاضل بریلوی اور ترک موالات" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء کو مسند شہود پر جلوہ فرما کر اہل سنت پر بڑا احسان فرمایا۔ (جہان مسعود۔ ص: ۹۸ مرتبہ آر بی مظہری ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، اشاعت اول ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۰ء)

بلوچستان کے ایک دیو بندی عالم عبد الباقی صاحب نے مذکورہ کتاب کے مطالعہ کے بعد اپنے اعترافی مکتوب ۲۲/۱۱/۱۹۷۱ء میں لکھا:

"جناب نے "فاضل بریلوی اور ترک موالات" کے موضوع پر جو زریں نکات قلم بند فرمائے ہیں اس سے حقیر کے دل میں بہت سے شکوک و ابہام کا استیصال ہوا۔ واقعی اعلیٰ حضرت مفتی صاحب اس منصب کے مالک ہیں، مگر بعض حاسدوں نے آپ کا صحیح حلیہ اور علمی تبحر طاق نسیاں میں رکھ کر آپ کے بارے میں غلط اوہام کو پھیلا دیا ہے، جس کو ناآشنا قسم کے لوگ سن کر صید وحشی کی طرح متنفر ہو جاتے ہیں اور ایک مجاہد عالم دین، مجدد وقت ہستی کے بارے میں گستاخیاں کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ علمیت میں وہ ایسے بزرگوں کا عشر عشیر بھی نہیں ہوں گے۔ مگر محترم پروفیسر صاحب کے مقالۂ مذکورہ کے دقیق مطالعے سے ان شاء اللہ غیر متعصب لوگ ضرور اپنے کیے پر نادم ہو کر اعلیٰ حضرت کے معتقد اور حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔"

ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کو جنھوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے افکار و نظریات اور تصنیفات کا مطالعہ نہ کیا ہو مولانا موصوف کا یہ اعترافی مکتوب کسی طرح عقیدت پر مبنی معلوم ہو، لیکن اس کی تحریری شہادت کی موجودگی کے ساتھ دوسرے مکاتب فکر کے غیر متعصب ارباب علم ودانش کے اعترافی تاثرات کا مطالعہ امام موصوف کے تعلق سے جمی ہوئی گرد کی دبیز تہوں کو کھرچنے کے لیے کافی ہوگا۔ اس سلسلے میں مولانا یٰس اختر مصباحی کی گراں قدر کتاب "امام احمد رضا! ارباب علم ودانش کی نظر میں" کا مطالعہ کیا جانا چاہیے۔

"فاضل بریلوی اور ترک موالات" کے فوراً بعد آپ کی "رضویات شناسی" اور تعارف رضویات پر ایک دوسری عظیم کتاب "فاضل بریلوی علماے حجاز کی نظر میں" ۱۹۷۳ء میں منظر عام پر آئی۔ اس کی اشاعت سے مسعود ملت علیہ الرحمہ امام احمد رضا کی شخصیت پر مستند اسکالر کی حیثیت سے متعارف

marfat.com
Marfat.com

ہوئے پھر تو ہر سال کئی مقالات یا کتب کا ہزار مزاحمتوں کے باوجود نہ تھمنے والا سلسلہ چل پڑا اور آپ نے جس عزم کے ساتھ اس میدان میں قدم رکھا تھا کہ امام احمد رضا کا عالمی سطح پر تعارف ہونا چاہیے کہ کر کے ہی دم لیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جیسے ہی آپ کی کتاب "فاضل بریلوی علماے حجاز کی نظر میں" منظر عام پر آئی مخالفین کے خیموں میں ہلچل سی مچ گئی اور سب کے کان کھڑے ہو گئے۔اس سلسلے میں پروفیسر مسعود صاحب لکھتے ہیں:

"جب راقم کی کتاب "فاضل بریلوی علماے حجاز کی نظر میں" ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی اور امام احمد رضا کی عرب وعجم میں ہمہ گیر مقبولیت کے جلوے دکھائے گئے تو ماہر القادری صاحب نے اپنے رسالہ "فاران" کراچی میں ایک طویل مضمون لکھ کر مخالفین و معاندین کو خبردار کیا کہ "اگر دانشوروں نے امام احمد رضا کی عظمت و جلالت کے جلوے دیکھ لیے تو پھر ان کی نظروں میں کوئی نہیں سمائے گا۔" یہی کتاب جب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھیجی گئی تو وہاں شعبۂ سنی دینیات کے صدر پروفیسر ڈاکٹر محمد رضوان اللہ مرحوم نے اپنے ساتھی پروفیسروں کو دکھائی۔انہوں نے پڑھ کر بیک زبان کہا کہ "اس سے قبل ہم سخت غلط فہمی میں تھے۔" (تقدیم "البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ")

پروفیسر صاحب کے اس دعویٰ کی اصل مولانا محمود احمد قادری مصنف "تذکرہ علمائے اہل سنت" کا ۱۵/۲/۱۹۷۵ء کو حکیم اہل سنت محمد موسیٰ امرتسری صدر مرکزی مجلس رضا لاہور کے نام تحریر کردہ وہ مکتوب ہے جو انہوں نے علی گڑھ بھارت سے لکھا تھا۔(دیکھئے جہانِ مسعود۔ص ۱۱۲)

آپ نے مذکورہ کتاب کی ترتیب و تالیف میں کن امور کو ملحوظ رکھا تھا خود انہیں کی زبانی سنیے تا کہ پروفیسر صاحب کے مطالعہ کی نوعیت، اہمیت اور آفاقیت آپ کے سامنے پورے طور سے آجائے، وہ لکھتے ہیں:

"اس مقالے کی تیاری کے دوران فاضل بریلوی کی ہمہ گیر شخصیت کے مختلف گوشے سامنے آئے اور آنکھیں کھل گئیں، خیال آیا کہ "جو کچھ دیکھا ہے اوروں کو بھی دکھا دوں اور دکھانے کے لیے کچھ اور دیکھ لوں۔"

اس مقالے کی تیاری میں ہم نے خاص طور پر چالو کتابوں پر اپنی توجہ مرکوز رکھی۔ذیلی مباحث کے لیے بہت سی کتابیں مطالعہ کیں۔جن کی تفصیلی فہرست کتاب کے آخر میں ماخذ و مراجع کے عنوان سے پیش کر دی

marfat.com
Marfat.com

گئی ہے۔ یہ چار کتابیں ہمارے موضوع کا محور ہیں

(۱) الاجازات المتنیہ لعلماء بکہ والمدینہ ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء،(۲) الفیوضات المکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء،(۳)حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ۱۳۲۴ھ /۱۹۰۶ء،(۴)کفل الفقیہ الفاہم فی احکام القرطاس الدراہم ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء

اس کے علاوہ بعض مخالفین نے ایسی کتابیں لکھی ہیں جو ہمارے موضوع سے متصادم ہیں۔ اس لیے یہ ضروری بھی سمجھا کہ مقالے کے آخر میں "استدراک" کے عنوان سے ان کا تجزیہ پیش کر دیا جائے تاکہ حقائق مخفی نہ رہیں۔"استدراک" میں ہم نے ان کتابوں کا تجزیہ کیا ہے:

(۱) غایۃ المامول فی تتمہ منہج الوصول فی تحقیق علم غیب الرسول(۲)المہند علی المفند (۳)الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب"

اس سرسری اور حقیقت پسندانہ مطالعہ کی نشاندہی کے بعد آپ نے دعوت فکر و عمل دیتے ہوئے لکھا ہے:

"ہمارا خطاب ان سے نہیں جو پہلے ہی عقیدت و محبت میں سرشار ہیں بلکہ ان سے ہے جو غلط فہمیوں کا شکار ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے دانش و بینش سے نوازا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ یہ حضرات ہماری بات توجہ سے سنیں گے اور ہماری تحریر کی روشنی میں فاضل بریلوی کی شخصیت کے حقیقی خدوخال دیکھنے کی کوشش کریں گے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری کوشش بار آور ثابت ہوئیں اور ہم تالیف و تزکیہ قلوب کا اہم فریضہ انجام دے سکے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ (تقدیم "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں")

اللہ کے فضل و کرم اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے ایسا ہی ہوا کہ اس کے ہمہ گیر اثرات عالمی سطح پر محسوس کی گئیں۔

جیسا کہ ایک دانشور کا مندرجہ ذیل اعتراف ہمارے اس دعویٰ کی بین دلیل ہے وہ اپنے اعترافی بیان میں کہتے ہیں: "ہم نے تو امام احمد رضا بریلوی کو دفنا دیا تھا، لیکن ایک پروفیسر (محمد مسعود احمد) نے قبر سے نکال کر پھر زندہ کر دیا"۔

جہان رضا کے اس تحقیقی سفر میں آپ کو بے پناہ مزاحمتوں اور مخالفتوں کا

marfat.com

Marfat.com

سامنا کرنا پڑا۔ بڑے بڑے دلخراش حالات سامنے آئے لیکن آپ کے عزم سفر میں ایک لمحہ کے لیے بھی جنبش نہیں آئی اور مسلسل لکھتے اور لکھتے ہی رہے بلکہ جوں جوں مخالفتوں کا سیلاب آتا آپ میں حرکت عمل اور تیز تر ہو جاتی۔ آپ نے مختلف مقامات پر مزاحمت سفر اور مخالفین رضا کی ناراضگیوں اور خفگیوں کی طویل داستان قلم بند کی ہے۔ یہاں صرف ایک حصہ پیش کیا جاتا ہے، جس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پروفیسر صاحب کے قلم کی اثر آفرینی سے مخالفین کے خیمے میں کیسی ہل چل مچ رہی تھی اور وہ کس قدر حواس باختہ نظر آرہے تھے۔ ایک جگہ ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں:

محدث بریلوی کے مخالفین نہ معلوم کیوں محدث بریلوی پر تحقیق کی مزاحمت کرتے ہیں۔

راقم کا مقالہ ''فاضل بریلوی اور ترک موالات'' کی اشاعت کے بعد ایک یونیورسٹی کے شیخ الحدیث نے اپنی نجی محفل میں راقم سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

میں فلاں پبلیشرز سے کہوں گا کہ پروفیسر مسعود کی کتابیں نہ چھاپا کرو

(تقدیم "البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ")

ان جیسے متعصبانہ ذہنیت رکھنے والے افراد کو آپ مسلسل امام احمد رضا قادری کی آفاقی شخصیت کے تحقیقی اور معروضی مطالعہ کی دعوت دیتے رہے جس کے خوش گوار اثرات مرتب ہوئے ایک جگہ امام احمد رضا پر تحقیق کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا پر تحقیق کی ضرورت اس لیے محسوس کی جارہی ہے کہ:
☆ وہ سواد اعظم اہل سنت کے علمبردار ہیں۔ ☆ ان کے جذبے میں بڑا خلوص ہے۔ ☆ ان کے فکر میں بڑی گہرائی ہے۔ ☆ اس وقت عالم کو سنوان کی ضرورت۔ ☆ انہوں نے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت کی فکری اساس قرار دیا۔ ☆ ان کے نزدیک زندگی عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت ہے۔ (تقدیم "مکتوبات امام احمد رضا")

اس کے باوجود مخالفین رضا امام احمد رضا پر تحقیق کی مخالفت کیوں کرتے ہیں کے اسباب کو بتاتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

"چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں امام احمد رضا کے خلاف ایک ہمہ گیر تحریک چلائی گئی، جس کے کئی اسباب تھے، یہ اسباب زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں: ☆امام احمد رضا نے مسلک اہل سنت و جماعت (سلف صالحین) کی پرزور حمایت کی اور مجاہدانہ و سرفروشانہ سرگرم عمل ہوئے ☆امام احمد رضا نے ابن عبدالوہاب نجدی کے زیر اثر چلنے والی ہر تحریک کی مخالفت کی۔☆امام احمد رضا نے ہنود کے زیر اثر چلنے والی ہر سیاسی تحریک کی مخالفت کی۔☆امام احمد رضا سے مخالفت کی سب سے بڑی وجہ مسلک سلف صالحین پر ان کی بے پناہ استقامت اور اس کی اشاعت کے لیے ان کی سرگرمی اور اس مسلک کے مخالفین پر ان کی سخت تنقیدات معلوم ہوتی ہے۔

بہر کیف امام احمد رضا کی مصلحانہ، مجددانہ اور ناقدانہ مساعی کا شدید ردعمل ہوا۔طرح طرح کے الزامات لگائے گئے اور ان کی تشہیر کے لیے پوری توانائیاں صرف کی گئیں۔

شاید سطحی نظر رکھنے والوں کی نگاہ میں یہ الزامات کوئی اہمیت رکھتے ہیں۔مگر تاریخ پر جن کی گہری نظر ہے ان کو معلوم ہے کہ یہ الزامات بے بنیاد ہیں اور بعض سیاسی و مذہبی مصالح کی بنا پر لگائے گئے ہیں۔

(تقدیم "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات")

جہان رضا کے اس تحقیقی و معروضی سفر میں مذکورہ بالا جاں گسل مشکلات، حوادثات اور ہزارہا مخالفتوں کے باوجود آپ کا رواں رواں قلم چلتا اور چلتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ کارواں پر کارواں بنتا گیا۔ پروفیسر صاحب کاروان سفر کی نشاندہی کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

اس وقت (۱۹۹۳ء) دنیا میں بہت سے ادارے امام احمد رضا پر کام کر رہے ہیں اور بہت سی شخصیات امام احمد رضا کے متعلق مختلف موضوعات پر کام کر رہی ہیں۔ یہ تفصیلات خود ایک تحقیقی مقالے کی متقضی ہیں۔عالمی جامعات میں جو کام ہوا ہے اس کی کچھ تفصیلات راقم نے اپنے مقالے "امام احمد رضا اور عالمی جامعات" مطبوعہ صادق آباد ۱۹۹۱ء میں دی ہیں۔لیکن اب تحقیق کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔بیس سال قبل دنیا کی یونیورسٹیوں کے ارباب بست و کشاد سے اپیل کی تھی کہ: "وہ امام احمد رضا کی شخصیت و فکر کی طرف متوجہ ہوں، فضلا کو تحقیق کی اجازت دیں۔" شکر ہے کہ یہ آواز صدا بصحرا نہ ہوئی بلکہ نقش

marfat.com
Marfat.com

کالج ہوئی۔ کام کا آغاز ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے پھیلتا چلا گیا۔ نئی نئی جہتوں سے کام ہو رہا ہے۔ اس وقت براعظم ایشیا، براعظم امریکہ، براعظم افریقہ اور براعظم یورپ کی تقریباً بیس یونیورسٹیوں اور علمی اداروں میں امام احمد رضا پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ (تقدیم "محدث بریلوی")

اور اب تو بحمد اللہ پروفیسر مسعود احمد صاحب اور ان جیسے جماعت اہل سنت کے مخلصین علماء و دانشوران کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں تقریباً 55 سے زیادہ یونیورسٹیوں میں ایم فل، ڈی لیٹ، پی، ایچ ڈی وغیرہ کی شکل میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر کام ہو رہا ہے اور آئے دن فکر رضا کے نئے نئے گوشے اور نئی نئی جہتیں منظر عام پر آرہی ہیں۔

مسعود ملت پورے انہماک اور کمال دلچسپی کے ساتھ مسلسل تیس سال تک جہان رضا کی سیر کرتے رہے اس طویل عرصہ میں آپ نے کیا کیا محسوس کیا ذیل میں انہیں کی زبانی ملاحظہ کیجیے:

ایک جگہ لکھتے ہیں:

راقم گزشتہ دس سال سے امام احمد رضا پر تحقیق کر رہا ہے۔ لیکن یہ اعتراف کرنے میں کوئی خفت محسوس نہیں کرتا کہ اتنی طویل مدت گزر جانے کے باوجود امام احمد رضا کی شخصیت وعلمیت سے کما حقہ واقفیت حاصل نہ کر سکا۔ مطالعہ و تحقیق کے ساتھ یہ احساس ابھرتا جاتا ہے کہ چودھویں صدی کے نصف اول میں امام احمد رضا ہی ایسی واحد شخصیت کے مالک تھے جس کا ہر پہلو بحر بیکراں معلوم ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ معاصرین کو دیے جانے والے تمام القاب کے جامع ہیں۔ (حرف آغاز: "اکرام امام احمد رضا")

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

راقم کو امام احمد رضا پر تحقیق کرتے ہوئے چودہ سال گزر چکے ہیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ساحل سمندر تک بھی رسائی نہیں ہو سکی۔ شناوری اور غواصی تو بہت دور کی بات ہے امام احمد رضا کی شخصیت بزبان حال یہ کہتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

بلاشبہ امام احمد رضا کا جہان علم و دانش ایک ایسا جہان ہے کہ

marfat.com

Marfat.com

زمانے کے بڑے بڑے دانشور گم ہوتے نظر آتے ہیں۔ (تقدیم "فقیہ اسلام")

تیسری جگہ لکھتے ہیں:

"بیس برس کے مطالعہ کے بعد راقم اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اگر عالم اسلام امام احمد رضا کے عقائد وافکار کو رہنما اصول کے طور پر اپنا لے تو اتحاد عالم اسلامی کا خواب حقیقت کا روپ اختیار کر سکتا ہے۔

(تقدیم "فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی موازنہ")

چوتھی جگہ لکھتے ہیں:

۲۲ رسال کے مسلسل سفر کے بعد یہ راز کھلا کہ: "وہ علم و دانش کا ایک سمندر تھے" ہم ابھی تک اس سمندر کے ساحل تک بھی نہ پہنچ سکے۔

(تقدیم "محدث بریلوی")

۳۰ رسال کے بعد آپ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ "وہ (امام احمد رضا قادری) مجتہدین کبار، محدثین کرام، فقہائے عظام، اور سلف صالحین کی عظیم یادگار اور سچے وارث تھے۔ (تقدیم "القادیانیہ")

قارئین کرام! آپ نے مسعود ملت کے جہان رضا کی دلچسپ اور فکر انگیز سرگزشت ملاحظہ کیا جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پروفیسر صاحب نے اس طویل تحقیقی سفر میں کس قدر جاں کاہی اور بیدار مغزی اور عزم جواں کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ پروفیسر صاحب اپنے سفر میں جگہ جگہ افکار و آثار رضا کے رہنما نقوش کی نشاندہی بھی فرماتے رہے جس کا ذکر تفصیل کا متقاضی ہے۔ جلد ہی "مسعود ملت اور افکار و آثار رضویہ" کے نام سے ایک مضمون راقم السطور آپ کے روبرو لانے کی کوشش کرے گا۔

اخیر میں پروفیسر صاحب کی دنیائے علم و تحقیق سے دو اہم گزارشات و پیغامات کو نقل کیا جاتا ہے۔ ایک پیغام تو اپنوں کے لیے ہے جب کہ دوسرا پیغام عام ہے اور خصوصیت کے ساتھ یونیورسٹی و کالج کے ارباب بست و کشاد کے لیے ہے۔ اپنوں کے لیے ان کا اہم پیغام یہ ہے:

"علمائے اہل سنت میں ایک نیا رجحان جنم لے رہا ہے، نہ جانے کیوں؟ وہ رجحان یہ ہے کہ امام احمد رضا کی ہر بات کو حرف آخر نہ سمجھا جائے تنقید کی چھوٹ دی جائے۔ بے شک دی جانی چاہیے مگر:

marfat.com

Marfat.com

امام احمد رضا سے کوئی بلند تو ہو، بلند نہ سہی برابر تو ہو، برابر نہ سہی اس قابل تو ہو کہ ان کی بات سمجھ سکے اور ان کے فیصلے کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈال سکے۔ان کی شان تو یہ تھی کہ علماے عرب وعجم ان کے در پر سوالی بن کر آئے۔علما کی کثیر جماعت نے ان کے سامنے اپنے اپنے استفتا پیش کیے اور سیر حاصل جواب پا کر شاد ہوئے۔ہم میں کون ایسا ہے؟

امام احمد رضا کا عظیم احسان ہے کہ انہوں نے ''فتاویٰ رضویہ'' کی صورت میں علماے اہل سنت کے لیے علم ودانش کا ایک عظیم ذخیرہ فراہم فرمایا۔ہم نے اب تک اس کو نہیں پڑھا،غیر ضروری مسائل پر غیر ضروری مباحث کی ضرورت؟ امام احمد رضا کے زمانے میں ان سے بڑا نہ سہی مگر ایک سے ایک بڑا عالم تھا۔علماے اہل سنت کی اکثریت امام احمد رضا کی بات کو حرف آخر سمجھتی تھی اور اب بھی سمجھتی ہے۔امام احمد رضا کو ہدف تنقید بنانا،ان کی علمیت اور مجددیت کو موضوع سخن بنانا، رہے سہے فکری اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے،یہ بڑی غیر دانش مندانہ بات ہوگی۔اس رجحان سے جتنا بچا جائے اتنا ہی ہمارے لیے مفید ہوگا۔اس رجحان کے محرکات، علاقائی اور خانقاہی عصبیت بھی ہو سکتی ہے۔خودنمائی اور خود پسندی کا جذبہ بھی ہو سکتا ہے۔

امام احمد رضا اتنے عظیم ہیں کہ ان سے اختلاف کرنے والا کبھی نیک نام نہیں بدنام ہوگا۔دنیا وآخرت کا فائدہ اس میں ہے کہ ہم اپنے اکابر کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور امام احمد رضا کی فکری دانش سے بھرپور استفادہ کر کے دنیا وآخرت میں سرخرو ہوں۔مولیٰ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے آمین''۔

دوسرا پیغام جو سب کے لیے عام ہے خصوصاً یونیورسٹی وکالج کے ارباب حل وعقد کے لیے ہے ملاحظہ کیجیے۔پروفیسر صاحب فرماتے ہیں:

''راقم کے خیال میں پاکستان اور ہندوستان کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ فراخدلی سے کام لے کر حضرت رضا بریلوی کا مطالعہ ضرور کریں اور پھر اگر علم وادب اور فضل وکمال میں یگانہ روزگار پائیں تو اس طرف متوجہ ہوں۔ایسی پہلودار شخصیت پر ایک نہیں بیسیوں عنوانات مل جائیں گے۔

امام احمد رضا کے مخالفین سے بھی مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ ٹھنڈے

marfat.com
Marfat.com

دل سے امام احمد رضا کے افکار و خیالات اور تنقیدات کا مطالعہ کریں اور جذباتی انداز فکر کو ترک کر دیں اور ان افکار سے اسی طرح استفادہ کریں جس طرح وسیع الظرفی کے ساتھ محمد انور شاہ کشمیری نے استفادہ کیا تھا۔ امام احمد رضا کے اس جذبۂ صادق کو پہچاننے کی کوشش کریں، جس نے ان کو وطن میں غریب الوطن بنا دیا تھا۔ آخر وطن میں انہوں نے غربت کیوں اختیار کی؟ کیا اپنے نفس کے لیے یہ سب کچھ کیا یا اسلام کے لیے۔ کوئی دیوانہ ایسا نظر نہیں آتا جو خواہ مخواہ خود کو ہلاکت میں ڈالے اور زمانے بھر کی رسوائیاں مول لے۔ دانش مندی کا تقاضہ ہے کہ اسلام کے ایسے سچے شیدائی کے احوال و واقعات ہر تعصب سے بالاتر ہو کر مطالعہ کیے جائیں۔

(تقدیم "تنقیدات و تعاقبات")

عالمی سطح پہ رضویات کا یہ مخلص و بے باک نقیب درمیان سفر ہی باب رضویات میں اپنی سفر مسلسل کے ان گنت انمٹ نقوش چھوڑ کر بارگاہ خداوندی سے بلاوا پر ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ کی شام برصغیر کی تحریک اہل سنت کو اپنی جلوہ سامانی سے محروم کر کے راہی ملک عدم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ملت کے حق میں عظیم خدمات کو قبول فرمائے اور ان کی مرقد انور پر رحمت و انوار کی بارش برسائے اور ان کے فیض و برکات سے ہمیں مستفیض فرمائے۔ آمین!

☆ دار القلم ذاکر نگر نئی دہلی ۲۵

marfat.com
Marfat.com

# پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی۔ چراغ صد انجمن

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی ☆

وہ چراغ جو دہلی میں جل اٹھا تھا، کراچی میں بجھ گیا۔ عملی زندگی میں وہ جب تک رہے، چراغ صد انجمن رہے۔ جب گئے صدہا چراغ روشن کر گئے۔ دو دہائی پہلے تعارف ہوا، جب میں اشرفیہ، مبارک پور میں زیر تعلیم تھا۔ ان کی ایک سے ایک کتاب چھپ چھپ کر آ رہی تھی، اس وقت میرا شعور گو اتنا پختہ نہیں تھا، تاہم پڑھتا تھا، پورا حظ اٹھاتا تھا۔ اسی دورانیہ میں میں نے ادارہ افکار حق قائم کیا اور ان سے راہ و رسم پیدا کی۔ تب سے خط، کتابت کا سلسلہ چلا اور خوب چلا۔ ادارہ مذکور سے ان کی کئی کتابیں شائع ہوئیں، جو پورے ملک میں تقسیم کی گئیں۔ وہ دیکھتے، خوش ہوتے، دعائیں دیتے، مشوروں سے نوازتے۔ یہ کتابیں امام احمد رضا کی شخصیت و فکر پر ہوتیں۔ جتن سے چھپتیں، قارئین دلجمعی سے پڑھتے، لطف اٹھاتے۔ یہ تعارف غائبانہ تھا، یہ ۱۹۸۸ء، ۱۹۸۹ء کی بات ہے۔

اشرفیہ کے بعد جہاں کہیں رہا، ان سے رابطہ رکھا، کتابت و طباعت کے امور پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ مجھے یاد آتا ہے، یہ ۱۹۹۱ء یا ۱۹۹۲ء کا سن تھا۔ حضرت مسعود ملت نے مجھے لکھا: پروفیسر ابرار حسین صاحب اسلام آباد میں 'فوز مبین' پر کام کر رہے ہیں۔ ان کو قلمی نسخہ کی ضرورت ہے۔ آپ بریلی یا مارہرہ جا کر حاصل کریں اور ارسال کریں۔ میں ان دنوں ایم۔ اے کر رہا تھا، چہرہ بے ریش تھا، ریکھائیں نمودار ہو

marfat.com

Marfat.com

رہی تھیں۔ سوچا، بھلا مجھے کیا کوئی بھاؤ دے گا۔ لہٰذا سید ھے بدایوں حاضر ہوا۔ جہاں امام علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی مدظلہ مدرسہ قادریہ میں فنی لعل وگہر کا خزانہ بڑی سخاوت سے لٹا رہے تھے۔ پہنچا، مدعا بیان کیا، خواجہ صاحب علم وفن کے لحاظ سے اپنے عصر کے عطر العلم ہیں اور حسن اخلاق کے کوہ گراں بھی۔ ان کے اندر ہر خوبی ہے، صرف ایک نہیں۔ وہ یہ کہ وہ 'نا' کہنا نہیں جانتے۔ تیار ہو گئے، حالاں کہ مئی کا مہینہ تھا، دھوپ برس رہی تھی، شدت کی گرمی تھی، یہ دو نفری قافلہ سوئے مارہرہ چل پڑا۔ سورج شباب پر تھا۔ بارش تو نہیں تھی، مگر ہم بھیگ چکے تھے۔ ٹھیک دوپہر ظہر سے پہلے ہم خانقاہ معلی حاضر ہوئے۔ میں تو مرجھایا ہی تھا، خواجہ صاحب بھی کمھلائے نظر آئے۔ یہ مارہرہ ہے، امام احمد رضا کا پیر خانہ، زیدی سادات کا گھرانہ، اخلاق نبوی کا اعلیٰ نمونہ، خادم آیا، بیٹھنے کو کہا، پوچھا اور اندر اطلاع دی۔ چند لمحے بعد زیب سجادہ برآمد ہوئے، خواجہ صاحب سے آنکھیں چار ہوئیں، لپٹ گئے، مراسم محبت وعقیدت کی ادائیگی کے بعد مہمانوں کا حجرۂ خاص کھلا، بیٹھے، بات ہوئی، موسم کے اعتبار سے مشروبات وماکولات سے تواضع کی گئی، اذان ہوئی، مسجد برکاتی میں نماز ظہر پڑھی، پر تکلف ظہرانہ ہوا، آنے کی غرض عرض کی گئی۔ میرے مرشد طلب حضور احسن العلما نے فرمایا: 'فوز مبین' قلمی ہے۔ مگر آج سر شام میرا سفر شروع ہوگا، تیاری میں ہوں، مناسب وقت تشریف لائیں، آپ (خواجہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے) کو ضرور دیا جائے گا۔ آپ اس کے اہل ہیں''۔ اس موقع پر ہمیں تبرکات ومتبرک مقامات کی زیارت کرائی گئی، مارہرہ شریف یہ میری پہلی حاضری تھی۔

حضرت مسعود ملت ٹوہ میں رہتے، امام احمد رضا کا کوئی خطی نسخہ مل جائے، اس پر کام کیا یا کرلیا جائے۔ کون، کہاں، کب، کیا کام کررہا ہے، کس لیاقت کا ہے، موضوع کیا ہے، مواد کہاں مل سکتا ہے۔ سب کی خبر رکھتے، سب کو خبر کرتے، سب ان سے جڑے رہتے۔ سالار آگے رہتا، تازہ دم فوج پیچھے چلتی۔ حکیم موسیٰ امرتسری نے ان کو پکڑا، انھوں نے سارے جہان کو پکڑا۔ قابل کار افراد تلاش کرتے، میدان کار میں لا کھڑا کرتے۔ پہلے ذہن

marfat.com
Marfat.com

سازی ہوتی، پھر موضوع منتخب ہوتا، مواد کی نشان دہی ہوتی، پھر کارواں چل پڑتا۔ یوں انہوں نے کتنوں کو کیا کر دیا قطرہ تھا دریا بنا دیا۔ ذرہ تھا رشک مہر و ماہ کر دیا۔ حوصلہ موجود ہوتا ہے، صلاحیت خفتہ ہوتی ہے، صرف بڑھانے اور جگانے کی ضرورت ہے، اس وصف میں ان کا جواب نہیں۔

میں نے ایم اے کیا، ان سے رابطہ کیا، انہوں نے کہا: آپ مکاتب رضا پر کام کریں، یہ ایک چھپا خزانہ ہے۔ ۱۹۶۶ء سے وہ مکاتیب پر کام کرانے کا سوچتے تھے۔ مسعود ملت ثریا نقشبندی تھے، بنظر تار رضوی تھے، وہ چاہتے تھے امام احمد رضا کی فکر زندہ، بحال، رائج، نافذ ہو؛ اغیار کی مجرمانہ غفلتوں کا پردہ چاک ہو، علمی خیانتوں کا چلمن تار تار ہو، اس پر وہ سوسو طرح سوچتے تھے۔ میرے موضوع کے منتخب ہونے میں کچھ وقت بیت گیا، اسی دوران بریلی تشریف لائے، باس منڈی میں ڈاکٹر سرتاج حسین رضوی کے گھر قیام تھا، صبح کا وقت تھا اور عرس رضوی کا موسم، علامہ محمد احمد مصباحی، مولانا یٰسین اختر مصباحی، مولانا عبدالمبین نعمانی کے علاوہ کئی علما اور دانشور موجود تھے، میں فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمٰن رضوی کے جلو میں حاضر ہوا۔ ان سے یہ میری پہلی بالمشافہ ملاقات ہو رہی تھی، نام کے سابقہ پروفیسر ڈاکٹر سن کر گمان تھا۔ شوٹیڈ، بوٹیڈ اور کلین شیو ہوں گے۔ دیکھا دیکھتا رہ گیا۔ سفید براق تا حد شرع داڑھی، جناح کیپ، کلی دار سفید کرتہ، سفید کھلتا ہوا پائجامہ، چہرہ کتابی، آنکھیں نہ جھیل جیسی، نہ کنول جیسی، درمیانی عقابی، تیز روشن، لبوں پر مسکراہٹ تیرتی ہوئی، متوسط، مناسب قد، قامت، باتیں سرسبز، شاداب، شیر و شکر، اثر و نفوذ میں تریاق۔ تکیۂ سخن 'جی ہاں' یا 'جی ہاں جی ہاں' اس میں اتنی مٹھاس، بس محسوس کیا کیجیے۔ انگشت اور چشم و ابرو کے اشارے معنی خیز، پروقار لہجہ علمی، دھیما، متین و پروقار۔ یہ تھا حلیہ اور انداز۔

تعارف، جو غائبانہ تھا، روبرو ہو رہا تھا، میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا: اتنی کچی عمر، اتنا اونچا عزم، جی ہاں، آپ تو مکاتیب رضا پر کام کریں گے، مواد مل جائے گا۔ مجلس میں جتنے تھے، سب اساطین علم و ادب تھے، اکیلا طالب علم میں ہی تھا، یہ تھی باقاعدہ ملاقات و تعارف۔ انہیں دنوں ایک دفعہ مسجد فتحپوری میں نیاز حاصل ہوا، جہاں ان کا بچپنا گزرا تھا، ابتدائی

marfat.com
Marfat.com

تعلیم ہوئی تھی، والد بزرگوار مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی علیہ الرحمہ مسجد کے امام و خطیب ہی نہیں تھے، حضرت دہلی کی جان تھے، اہل سنت کی شان تھے۔ در و دیوار پر ان شخصیتوں کا نقش نمایاں تھا۔ رئیس التحریر مولانا یسین اختر مصباحی کے ہمراہ حاضر ہوا، فرمایا: آپ شش و پنج میں نہ رہیں، رجسٹریشن قانونی مراحل طے کریں اور کام کا آغاز کر دیں، تلاش و مطالعہ شروع کر دیں، اتنا مواد ملے گا، آپ حیران رہ جائیں گے۔ وہ دستگیری فرمائے گا جس پر آپ کام کریں گے، یہ تجربہ بھی ہے اور مشاہدہ بھی۔

اس نشست پر پہلی غیر مسلم، غیر ملکی امریکی خاتون اوشا سانیال اور ان کا موضوع حاوی رہا، موصوفہ کیلیفورنیا سے امام احمد رضا کی تحریک اہل سنت پر ڈاکٹریٹ کر رہی تھی، مولانا اختر مصباحی، ڈاکٹر شررمصباحی، مفتی محمد مکرم احمد اور لوگ موجود تھے۔ سب کی گفتگو کا محور امام احمد رضا رہے، ان کی فکر و شخصیت رہی۔ بین الاقوامی سطح پر ہونے والے کاموں کی رفتار کا جائزہ لیا جاتا رہا۔ جب ہم رخصت ہونے لگے تو پھر فرمایا: آپ پس و پیش نہ کریں، توکلا علی اللہ کام شروع کر دیں۔

اپنی طبیعت کی جو انتاذ ہے، نظریاتی لحاظ سے اس کی بنیاد ہی بریلی اسکول کے گاڑے چونے سے پڑی ہے، پھر اس بنیاد پر جو عمارت کھڑی ہے اس کی ہر اینٹ محبت رضا کی مٹی، فکر رضا کے پانی اور ذکر رضا کی آگ سے پکائی گئی ہے۔ ظاہر ہے، وہ عمارت کیسی غیر متزلزل ہوگی۔ کوئی طاقت، دولت، کثرت ہرگز اثر انداز ہو ہی نہیں سکتی۔ خیر دفتری مراحل طے ہوئے، رجسٹریشن ہوا، اطلاع دی، خوشی سے اچھل گئے، مبارکباد دی، آٹھ صفحوں کا خط ارسال کیا، جس میں ہر اس بات کا واضح اشارہ تھا، مقالۂ تحقیق کی تدوین کے وقت جس کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس میں ایک حکم یہ تھا: آپ پاکستان کا پروگرام ضرور بنائیں، ایک مہینہ کافی ہوگا، اگر اتنی چھٹی نہ ملے تو پندرہ دن میں بھی آپ بہت کچھ سمیٹ لیں گے، یہ ضروری سمجھیں۔ یہ اصرار آمیز حکم سید والا شان سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی کا بھی تھا۔ حضرت سید صاحب سے تعارف و تعلق اتنا ہی قدیم ہے جتنا حضرت مسعود ملت سے۔ صبح کا سہانا پن، سادگی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی، در و دیوار پر رم ہو

marfat.com
Marfat.com

نازک کرنیں رقص کر رہی تھیں۔ میں کراچی پہنچا، کڑھی ہوئی دو پلی ٹوپی، کڑھا ہوا کلی دار کرتہ، کھلتا پائجامہ، پوشاک سب سفید، داڑھی آدھی سفید، آدھی سیاہ، سانولا رنگ، متوسط قد، ہاتھ میں تسبیح، روہیل کھنڈ کی خاص وضع میں حضرت سید صاحب ٹھیک میری بوگی کی سیدھ میں بنفس نفیس ایستادہ تھے۔ سلام کیا، گلے ملے، سیدھے اپنے گھر لے گئے، کہاں ایک ادنیٰ طالب علم اور کہاں ایک اعلیٰ ہستی کا استقبال۔ اس موقع سے میرے پیرو مرشد مفتیِ اعظم ہند کے مرید و مجاز جماعت اہل سنت پاکستان کے امیر، عالمی، علمی، روحانی قائد علامۃ المؤقر سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی نے فرمایا: ویزا، انٹری، قانونی وسفارتی کاروائی میرے حوالے کر دیں، علمی تعاون کا یقین دلایا اور کہا: پاکستان میں آپ جہاں چاہیں سفر کریں، اپنا مواد حاصل کریں، یہ میرا کارڈ رکھیں۔

سید والا شان کی ہمراہی میں حضرت مسعود ملت کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ مطلب کا ہر ورق پہلے تیار کر رکھا تھا، سامنے کر دیا، ہر اس شخص اور مقام کی نشان دہی فرمائی جہاں مطلوبہ مواد مل سکتا تھا، یہاں ایک ادبی شخص کا ذکر آیا، اصلی نام تھا عبدالحیٔ، ادبی نام خواجہ مشفق اور قلمی نام تھا خامہ بگوش۔ پہلے مسعود ملت عام موضوعات پر لکھ رہے تھے ۱۹۶۷ء کے بعد رضویات کی طرف باقاعدہ متوجہ ہوئے، پھر کہیں پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔ ایک دفعہ خواجہ مشفق نے حضرت سے مخاطب ہو کر کہا: ان دنوں عام موضوعات پر آپ کی تحریر نظر نہیں آتی، یک موضوعی میدان اپنا لیا ہے آپ نے۔ (اشارہ امام احمد رضا کی طرف تھا) مسعود ملت نے جواب دیا: "یہ یک موضوعی میدان اتنا وسیع ہے باہر جھانکنے کی فرصت ہی نہیں ملتی، یہاں سب کچھ ہے، سب کچھ ہر جگہ نہیں۔ کنارہ سے میدان کی وسعت اور ساحل سے سمندر کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہو سکتا، ذرا اتر کر دیکھیں"۔

اُجین سے کراچی پہنچے، وہ عالم دین غالباً حضرت مولانا لیاقت رضا صاحب اور ان کے رفیق مسعود ملت سے ملنے ان کے گھر تشریف لائے، دوران گفتگو عرض کیا: حضور! مشہور عالم و فاضل، نامور مصنف و محقق اور پیر طریقت ہیں، مگر آپ کے نام کے ساتھ لازماً پروفیسر ڈاکٹر لکھا

marfat.com

Marfat.com

چھپا ہوتا ہے۔ مسکراتے ہوئے جواب مرحمت فرمایا "بات سچ ہے، میری تحریر وتحقیق کا ہدف چونکہ جدید طبقہ ہے، وہ اسی کو طرۂ امتیاز سمجھتا ہے، اسی لیے یہ اختیار کیا گیا ہے، ورنہ نفس کا اس میں کچھ دخل نہیں"۔ مولانا آنولوی مسکنا کراچوی پروفیسر ایوب قادری نے اپنی زندگی میں بطور خاص دو سچ بولا اور لکھا ہے، ان سے یہ سچ مسعود ملت ہی نے بلوایا، سابق وزیر امور مذہبی مولانا کوثر نیازی سے مسعود ملت نے مکمل سچائی اگلوائی، حضرت مسعود ملت کے استفسار پر پروفیسر ایوب قادری نے لکھا تھا: "مرزا غلام قادر بیگ بریلوی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی مرزا غلام قادر قطعاً دو الگ الگ شخصیتیں ہیں، دونوں میں اصلاً کوئی تعلق نہیں"۔ پروفیسر ایوب قادری کا دوسرا سچ وہ ہے جو انہوں نے مشہور قلم کار مولانا عبدالماجد دریابادی کے حوالہ سے لکھا ہے۔ مولانا دریابادی کی کتاب 'فلسفۂ اجتماع' اور 'فلسفۂ قیادت' پر جو امام احمد رضا نے شرعی گرفت کی تھی اس میں پروفیسر ایوب قادری نے امام احمد رضا کو حق بجانب اور مولانا دریابادی کو ناحق تسلیم کیا ہے، یہ ۱۹۱۴ء، ۱۹۱۵ء کی بات ہے، یہاں بھی مسعود ملت ہی کی کارفرمائی ہے۔ مسعود ملت کام تو کرتے ہی تھے، جس کا زمانہ قائل ہے، کروانے کا بھی بڑا گہرا عرفان رکھتے تھے۔ ہر خط کا جواب کبھی مختصر، کبھی مفصل مگر دیتے ضرور تھے۔ نہ ٹال مٹول، نہ تاخیر، جواب تحریر کرتے، تسلی بخش کرتے، کبھی ایسا نہیں ہوا جواب نہ دیا ہو۔ فون کرنے پر ریسیور اٹھاتے، نرم گداز، ملائمت و ملاطفت سے پر آواز ابھرتی: "السلام علیکم، کیسے ہیں آپ؟ والدین، بال بچے ٹھیک ٹھاک ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟ کام کہاں تک پہنچا؟ دشواری کو دشوار نہ سمجھیں۔ یہ کثرت اجرت کا باعث ہے، کام یوں ہی ہوتا ہے، آسودگی تن آسانی لاتی ہے، جی ہاں، آپ کام کے آدمی ہیں، بندوں سے توقع کیا، دینے والا وہی ہے، حافظ و ناصر وہی ہے، توکلا علی اللہ کیجیے، اس کی دستگیری ضرور ہوگی جس پر آپ کام کر رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ" ایسی حوصلہ افزائی، ہمت بندھائی، بھلا لنگڑا کیوں نہیں دوڑے گا، کام ایسا ہوا کہ فضل رب سے ہند و پاک میں مثال قرار پایا۔

ڈگری ایوارڈ ہوئی، خوشخبری سنائی، مبارک بادی آئی، ۲۰۰۵ء میں

marfat.com
Marfat.com

کلیات مکاتیب رضا چھپی، تقدیم جو نہیں لکھ پائے تھے، تبصرہ لکھا، کتاب، صاحب کتاب پر سیر حاصل گفتگو کی، تبصرہ جو اس سے بہتر اور نہیں ہو سکتا تھا کا حق ادا کر دیا۔ ازیں قبل ۲۰۰۴ء میں 'پرواز خیال' کا مسودہ بھیجا، غرض نظر ثانی تھی، وہ تو ہوئی ہی، تقدیم تحریر فرمائی، کرم بالائے کرم اپنے ادارہ مسعودیہ سے چھپوا بھی دی، جو پورے پاکستان میں نہایت مقبول ہوئی۔ بحری ڈاک سے ۵۰ رنسخے مصنف کو بھجوائے۔ رسالہ المظہر ادارہ مسعودیہ کی تازہ بہ تازہ مطبوعات، امام ربانی فاؤنڈیشن کی مطبوعات، خصوصاً جہان امام ربانی کی جلدیں بھجوائیں۔ مارچ ۲۰۰۶ء میں مسعود ملت دہلی تشریف لائے، غالب اکیڈمی دہلی، امام ربانی کانفرنس منعقدہ ۲۱ رمارچ کو شرکت فرمائی، اسی سفر میں وہ پہلی اور آخری بار سرہند شریف میں ایوان مجددیہ پر حاضری دی، جب کہ دربار رضویہ میں بار بار حاضری لگائی، مذکورہ پروگرام کی خبر اور دعوت تھی مگر بوجوہ شریک نہ ہو سکا، متعدد بار فون پر ہم کلامی کا شرف ملا، عرض کیا، حاضر نہ ہو سکا، فرمانے لگے "آتے، تو ایک دو بار ملاقات ہوتی، یوں تو کئی بار ہوگئی، جو بالمشافہ ملاقات سے بڑھ گئی"۔

امام ربانی سیمنار و کانفرنس ۲۰۰۷ء میں شرکت کی دعوت دی، عنوان دیا 'تصانیف رضا میں اذکار امام ربانی' مضمون لکھا، ارسال کیا، جو مذکورہ سیمنار میں پڑھا گیا، فرمائش تھی، مضمون جو قدرے مختصر تھا مفصل کر دوں، عدیم الفرصتی نے تکمیل کا موقع نہ دیا، جس کا مجھے قلق ہے، وہی مضمون 'جہان امام ربانی' غالباً بارہویں جلد میں شامل کر لیا گیا۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے زیر اہتمام امام احمد رضا سیمنار و کانفرنس منعقدہ ۱۷ رمارچ ۲۰۰۷ء بطور مہمان خاص بلایا گیا، حاضر ہوا، مقالہ پڑھا، یہاں مجھے گولڈ میڈل اور دیگر اعزازات سے نوازا گیا، اس موقع سے ادارہ مسعودیہ اور امام ربانی فاؤنڈیشن کے اراکین نے استقبالیہ دیا۔ یہ استقبالیہ حضرت مسعود ملت کے ایما سے ہی رکھا گیا تھا، در دولت پر بار بار حاضری ہوئی، وہی عزت، وہی محبت، وہی تواضع اور وہی افادہ و فیض بخشی، اس مرتبہ نادر مخطوطات رضا کا ایک بنڈل یہ کہتے ہوئے عنایت فرمایا "لے جائیے، کام کریں، عام کریں، آپ اس کے اہل ہیں"۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر نشین حضرت علامہ سید

marfat.com

Marfat.com

وجاہت رسول قادری، جو میرے داعی، ہادی، میزبان، معلم ہوا کرتے ہیں کراچی میں۔ انہوں نے ایک بار فرمایا ''مسٰں مصباحی صاحب کھان پان میں بہت ست ہیں، دھان پان سا جسم لے کر کیا کام کریں گے؟'' مسعود ملت ہنستے ہوئے گویا ہوئے ''اس عمر میں بہت کام کیا اور ابھی کرنا ہے، کام کے لیے کھانا بھی ضروری ہے، مگر کھانا جینے کے لیے ہے نہ کہ جینا کھانے کے لیے، کم خوری بدن چست رکھتی ہے، بسیار خوری تو ست بنا دیتی ہے'' اور پھر میری طرف التفات کرتے ہوئے فرمایا ''آپ کام کے ساتھ ساتھ کھانے پر بھی توجہ دیں، ابھی تو آپ کو اور بہت کام کرنا ہے، مستقبل کو سنبھالنا بھی ہے اور سنوارنا بھی''۔ اس سفر میں حضرت نے مجھے اتنی کتابیں دیں کہ میرا دامن لد گیا۔

نومبر ۲۰۰۷ء میں خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا چھپی جو ان کو تاخیر سے پہنچی، اس پر اظہار خیال کا موقع نہ ملا، تا آں کہ مارچ ۲۰۰۸ء کے پہلے ہفتے دہلی تشریف لائے، ۷ر مارچ ۲۰۰۸ء کو فتحپوری مسجد میں نماز جمعہ سے قبل حضرت مفتی محمد مکرم احمد صاحب کی تقریر ہو رہی تھی، ہم اپنے احباب کے ساتھ وضو کر رہے تھے، حضرت اپنے اقارب کے ساتھ تشریف لائے اور اسی جنوبی دالان جس سے ان کے بچپن کی یادیں وابستہ ہیں، میں ایک عام سے آدمی کی طرح مصلّی پر بیٹھ گیے، وضو کے بعد ویں ہم نے سلام و مصافحہ کیا، خیریت پوچھی اور بغل میں بٹھا لیے، ساتھ نماز پڑھی، بعد نماز حجرہ میں تشریف لے گیے اور تفصیلی ملاقات و گفتگو ہوئی، اس نشست میں وہ تھے، ان کے اقارب و احباب تھے، ہم تھے اور ہمارے ساتھ ممبئی سے گئے حضرت مولانا مجیب الرحمٰن نوری، جامعہ ملیہ کے ریسرچ اسکالر اور جامعہ حضرت نظام الدین کے ڈائرکٹر علامہ سجاد عالم مصباحی، اندور سے تشریف لائے حضرت مولانا عبدالعلیم رضوی اور صحافی عصر حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی تھے، ہر ایک کا تعارف ہوا، مولانا صدیقی کا جب تعارف ہوا، تو ان کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا ''لگتا ہے آپ کا مزاج جلالی ہے، چلیے اس کی بھی ضرورت ہے''۔ چائے بسکٹ سے تواضع کی گئی، خطوط مشاہیر کا ایک سیٹ پھر ہم نے دیا، تازہ چھپی کتاب 'امام احمد رضا خطوط کے آئینہ میں' دی، چہک کر فرمایا ''جی ہاں! یہ کام ہے، وہ سب تو اصل مواد و ماخذ ہے،

marfat.com
Marfat.com

اب اس کا مغز نکال کر تجزیہ کرنا، حقائق بیان کرنا اور پھیلانا ہے، انشاء اللہ فرصت سے دیکھوں گا'۔ کہہ کر کتاب رکھ دی، حضرت مفتی محمد عیسیٰ رضوی کی کتاب 'فرسودات اعلیٰ حضرت' بھی پیش کی، حضرت مولانا صدیقی صاحب نے پیغام رضا نذر گزاری۔ مولانا عبدالعلیم صاحب جو امام احمد رضا کے تفسیری نکات پر مقالہ ڈاکٹریٹ لکھ رہے ہیں، ان کے مواد و کام کا جائزہ لیا، رہنمائی کی، حوصلہ افزائی فرمائی، مولانا سجاد عالم صاحب کے موضوع و مواد کا پوچھا، ہمت بندھائی، حوصلہ بڑھایا، جو گزارش میں نے کراچی میں کی تھی یہاں بھی کی، یعنی پندرہ جلدوں پر مشتمل 'حیات امام احمد رضا' کا جو خاکہ انہوں نے برسوں پہلے مرتب فرمایا اور متعدد بار متعدد جگہوں سے چھپا، اس کی ترتیب و تکمیل، فرمایا "جی ہاں! یہ کام اب ہو جانا چاہیے، مواد سب موجود ہے، بس مرتب کرنا ہے، دیکھیے میرے قویٰ اب کمزور ہو گئے، آپ جیسے نوجوانوں کی ٹیم سامنے آئے اور کام تقسیم کر دیا جائے، تو یہ کام مشکل نہیں، ایک دو جلد کا کام تو تقریباً آپ نے کر دیا ہے، اللہ نے چاہا تو یہ کام بھی ہو جائے گا"۔

'جہان امام ربانی' کا پروجیکٹ چوں کہ مکمل ہو چکا تھا، اس لیے دائرۂ مذکورہ کی تکمیل کا امکان بہت کچھ روشن ہو چلا تھا اور وہی اس میں باحسن انداز رنگ بھر سکتے تھے جس نے یہ خاکہ کھینچا تھا۔ مگر کس کو خبر تھی اس زمیں کی پستیوں میں وہ آسماں سو جائے گا، جس کے سایہ میں حیات امام احمد رضا بسیط کا کام پورا ہونا تھا۔

۸ مارچ کو بھی شرف نیاز حاصل رہا، یہ ملاقات ظہر سے پہلے فتحپوری مسجد کے مشرقی حصہ کی بالائی منزل حضرت مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب کی قیام گاہ پر ہوئی، اندر سے آئے ان کے بھانجے بھی تھے، جن کے چہرے، بشرے سے سعادتمندی نمایاں تھی، حاضر ہوا، مشروب پلایا گیا، فرمایا "جہان امام ربانی کی بقیہ جلدیں بحری ڈاک سے آ رہی ہیں، آج آ گئیں، تو آپ لے لیں، ورنہ بعد میں یہیں سے وصول کر لیں"۔ وہ جلد بھی دکھائی، جس میں میرا 'مقالہ' شامل ہے، عرض کیا: حضور! میرا بچہ محمد رہان رضا بیمار ہے، پوچھا: کیا ہوا؟ عرض کیا: کھیل کود میں سامنے کے دونوں ثنائی دانت ٹوٹ

marfat.com
Marfat.com

گئے ہیں، علاج ہو رہا ہے، اس لیے آج شام واپسی ہے، یہ ملاقات الوداعی ہے۔ فرمایا: ضرور جایئے، علاج معقول کرائیں، بچوں کی صحت کا خیال رکھیں، تعلیم و تربیت ایسی دیں کہ وہ آپ کا نام روشن کریں، آپ کا نمونہ بنیں۔ عرض کیا: میری ماں بہت بیمار ہیں، سخت شدت ہے، جن کی محنتوں اور دعاؤں نے مجھے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے، پوچھا: کیا عمر ہے؟ عرض کیا: یہی کوئی ۷۰ برس کے آس پاس، فرمایا: "جی ہاں، یہ تو عمر طبعی کا تقاضا ہے، خدا ان کو سکون و راحت و عافیت عطا فرمائے اور آپ پر ان کا سایہ دراز رکھے۔ آپ کی خو، بو سے آپ کی والدہ کی سیرت و کردار کا پتہ چلتا ہے، اب ایسی مائیں کہاں، آپ ان کی خدمت میں کوتاہی نہ کریں، یہ بڑی سعادت ہے"۔

آخری عرض یہ کی: میرے علمی کام کی بنیاد نہاد میں جس طرح آپ کا مشورہ و تعاون اور دعا شامل ہے، آئندہ اسی کی توقع ہے، بزرگوں کی دعائیں ہی میری پونجی ہیں۔ فرمایا "جی ہاں! اب آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں، آپ کے کام نے ہر دل میں گھر کر لیا ہے، ہر زبان پر دعا ہے، ہر دل میں محبت ہے، کام تو آپ ہی کو کرنا ہے، ہم تو ریٹائر ہو رہے ہیں، علمی کام کے نہج سے اب آپ مانوس ہو چلے ہیں، خود دوسروں کی رہنمائی کریں، ہاں! اپنا کام جاری رکھیں، یہی آخرت کا سرمایہ ہے"۔ بچوں کی صالحیت اور رزق میں برکت کے لیے درخواست گزاری، فرمایا" گلاب کے پودے سے گلاب ہی کھلتا ہے، آپ نے جو یہ نام رکھا ہے، جوہی، رمان، ریان، سب شجریات ہیں، آپ ہی فلکی ہیں، سب شاداب رہیں گے، خوشبو پھیلائیں گے، انشاءاللہ، صبر و قناعت اور تحمل و توکل کا جو آپ نے مظاہرہ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، عنقریب آپ کو ان کا ایسا صلہ عطا ہوگا، آپ کو حیرت ہوگی"۔ رخصت کی اجازت چاہی، دعا کی درخواست کی، دونوں ہاتھ اٹھائے، دعا فرمائی، دم کیا، سر پہ ہاتھ رکھا اور میں نے سلام و دست بوسی کر کے اپنی راہ لی۔

ممبئی آیا، دو چند یوم کے بعد سید والا تبار صاحب زادہ حضرت سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی کا فون آیا، رضا اکیڈمی لاہور کے روح رواں محبوب العلما حضرت الحاج مقبول احمد ضیائی قادری کوما میں ہیں، حاجی ضیائی صاحب میرے کرم فرما ہیں، فدائے اعلیٰ حضرت ہیں، نام

marfat.com
Marfat.com

رضااور کلام رضا پر جان چھڑکتے ہیں، رضویاتی لٹریچر کی طباعت اور دنیا بھر میں تقسیم و ترسیل ان کا مقصد زندگی ہے، احسان شناسی کے ناطے سب سے پہلے میں نے حضرت ضیائی صاحب کے اکلوتے صاحب زادے حافظ محمد طاہر رضوی کو فون کیا اور پوزیشن معلوم کی، رضا اکیڈمی لاہور کے مشیر خاص، پیکر علم و اخلاق علامہ منشا تابش قصوری کو فون کیا، قلمی و فکری میدان میں پاکستانی علامہ ارشد القادری حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی کو فون کیا، برابر خبر گیری، بیمار پرسی کرتا رہا، یہاں تک کہ حضرت الحاج موت سے لڑتے لڑتے آخر کار موت کو سردست تو شکست دے دی، مگر نرغے سے باہر نہیں۔ خدا ان کی عمر دراز فرمائے۔ ہندوستانی علما و احباب کو فون کیا اور دعائے صحت کی اپیل کی، ان نے پہلے حضرت مسعود ملت کو اطلاع دینے کے لیے مفتی مکرم احمد صاحب کو فون کیا، معلوم ہوا۔ اپنی ہمشیرہ کے یہاں اندور تشریف لے گئے ہیں۔ اندور میں ان کے بھانجے کا فون لیا، دہلی میں جن سے ملاقات ہو چکی تھی، اطلاع دی، گہری تشویش کا اظہار فرمایا، دعا فرمائی، میں نے حضرت کو حافظ محمد طاہر صاحب کا فون نمبر نوٹ کرایا، اندور سے دہلی واپسی ہوئی، آخری بار الوداعی برقی رابطہ کیا، دعائیں لیں۔ ۲۸ رفروری کو کراچی تشریف لے گئے، ٹھیک ایک ماہ بعد ۲۸ راپریل رات عشا کی نماز پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیرا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی، بائیں طرف سلام پھیرا، برودت نظر محمد رمان رضا نے موبائل ہاتھ میں دیا، جی وجاہت کرم فرما، حضرت سید وجاہت رسول قادری کی دل گیر آواز ابھری "السلام علیکم، اندوہ ناک خبر یہ ہے، حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کا انتقال ہو گیا"، میرے پوچھنے پر بتایا: آج ظہر بعد بلڈ پریشر لو ہو گیا تھا، اسپتال لے جائے گئے، جہاں یہ حادثہ پیش آیا، سن کر سکتہ میں آ گیا، اہل خانہ اور بچے جو سراپا سوال تھے، سن کر سراپا تصویر غم بن گئے، آنکھیں برس پڑیں، دل ڈوب گیا، تھوڑی دیر بعد نمازیں پوری پڑھیں، فاتحہ پڑھا، دعا کی، دعائے مغفرت و بلندیٔ درجات کی، فون اٹھایا، سب سے پہلے حضرت کے اکلوتے صاحب زادے حضرت ڈاکٹر محمد مسرور احمد صاحب کو فون لگایا، ان کی جگہ ان کی ہمشیرہ نے ریسیور اٹھایا،

marfat.com
Marfat.com

ان کے دل بریاں کا دھواں اور نظر گریاں کی برسات کا احساس مجھے یہاں ہوا، ان سے، ان کی والدہ محترمہ سے اور غائبانہ حضرت مسرور میاں سے تعزیت کی، پھر یہاں کے علما اور دانشوروں کو جو کبھی میں حضرت مسعود ملت کی ہند آمد کی خوشخبری سناتا تھا، روندھی ہوئی آواز میں آج یہ حسرت آیات اطلاع دینی پڑی، جو جہاں سنا سناٹے میں پڑ گیا، آنکھیں پھٹی کی پھٹی اور منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اخبارات میں سانحۂ ارتحال کی خبر چھپوائی، تعزیتی بیانات و پیغامات چھپوائے۔ ۲۹ اپریل کو بھی برابر رابطہ رہا، عصر بعد نماز جنازہ ہوئی، بعد نماز عصر تدفین عمل میں آئی۔ جلوس جنازہ سے لوٹتے ہی یہ خبر مجھے عظیم و عالمی مبلغ و خطیب اہل سنت حضرت علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی صاحب نے سنائی اور فرمایا "دل بڑا اچاٹ ہے، آپ کی مخطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا آج ہی ملی، سامنے ہے، مبارک ہو، کیا کام کیا ہے آپ نے، بعد مطالعہ اپنے تاثرات کا اظہار کروں گا"۔

**اے مسعود ملت!** آہ!! موت نے آپ کو پچھاڑ دیا۔ اے کاش! آپ موت کو پچھاڑ دیتے، تو دائرۂ امام احمد رضا کا خواب جو آپ نے برسوں پہلے دیکھا تھا۔

وہ کیا خوب شرمندۂ تعبیر ہوتا ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

(یکم مئی ۲۰۰۸ء)

☆☆☆

marfat.com
Marfat.com

# مسعودِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کا دہلی سے کراچی تک کا سفر

قاری محمد اقبال سیالوی
خادم: آستانہ عالیہ قادریہ شرفیہ، برکاتیہ، رضویہ
دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور

## ''ماہر رضویات''

دنیا میں وہ لوگ جو اپنے مقصد حیات سے بے شعور زندگی گزار کر چار آدمیوں کے کندھوں پر سوار ہو کر اپنے آخری ٹھکانے قبر تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان کی ساری زندگی کی کہانی چند لفظوں میں سمٹ جاتی ہے۔ پیدا ہوئے، پلے کھایا اور مر گئے۔ لیکن ایسے آدمی بھی کبھی کبھی دنیا میں آتے ہیں۔ جن کی زندگی کتابوں کی ضخیم جلدوں میں سمٹ نہیں سکتی۔ ان کی زندگی کا ہر دن کتاب کے ایک ورق کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ ان کی زندگی کی کتاب جب مکمل ہو تو یہ کتاب بعد میں آنے والوں کے لیے یادگار بنے۔ اور اگر اس سے وہ کچھ حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو حاصل کریں۔ ہمارے محترم پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۳۰ء......۲۰۰۸ء) کی زندگی ایسی ہی زندگی ہے، جسے ہم مختصر سے الفاظ میں بیان کریں گے۔

پروفیسر مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ مفتی شاہ مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے۔ مفتی شاہ مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مفتی اعظم حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) اور شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ (ستارۂ امتیاز حکومت پاکستان) کے ساتھ خصوصی مراسم تھے۔ دارالعلوم حزب الاحناف کے سالانہ اجلاس ان دنوں مسجد وزیر خاں کے وسیع و عریض صحن میں منعقد ہوا کرتے تھے ان اجلاسوں کا اہتمام و انتظام سید صاحب قبلہ کے حسن انتظام اور اہل علم کے دلوں میں قدر و احترام کا ایک نمونہ ہوتا تھا۔ کلکتہ سے لے کر خیبر تک کے جلیل القدر سنی علماء جمع ہوتے۔ قد آدم اشتہارات چھپتے ریلوے سٹیشن سے لے کر مسجد وزیر خاں تک آنے والے سنی علماء کے استقبال کا خصوصی اہتمام ہوتا۔ اس عظیم دار

marfat.com
Marfat.com

ازاثرِ خامہ
سیّد عارف مجبور رضوی
گجرات

# قطعاتِ تاریخ ہائے وصال
## "آہ نورِ دبستاں، مسعودِ ملّت"
۱۴۲۹ھ
## "مستخرجہ سالِ وصال پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی"
۲۰۰۸ء

1

چھوڑ گئے مسعودِ ملّت — اہلِ سُنّت ہیں بے حال
سالِ وصل کہو مجبور — "فخر المُلکِ فضل وکمال"
2008ء

2

علم وعمل کو ناز تھا ان پر — بزمِ ہدایت کی تھے عظمت
"شیخ کامل، والا منش" ہے — رہبرِ حق کا سالِ رحلت

3

فکرِ مجدد رحمۃ اللہ علیہ فکرِ رضا رحمۃ اللہ علیہ کی — ان کے دم سے قائم شاں ہے
کہہ مجبور تُو سالِ رحلت — "پیر طریقت، شمسِ زماں" ہے
1429ھ

4

تاریخ وتحقیق کا ان کے — سر پر برحق تاج سجا ہے
سالِ وصلِ مسعودِ ملّت — "محوِ جمالِ فکرِ رضا" ہے
1429ھ

5

پُرنم، پُرنم آنکھیں سب کی — بے چین ومضطر ہیں قلوب
"قمرِ منزلِ مُفتیِ اعظم" — آج ہوا مجبور، غروب
2008ء

marfat.com
Marfat.com

## ماہر رضویات مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد نقشبندی مجددی علیہ الرحمتہ

از قلم صاحبزادہ محمد عرفان توگیروی

جو بہار ملتی تو پوچھتا کہ کہاں وہ کیف نظر گیا
وہ صبا کی شوخیاں کیا ہوئیں وہ چمن کا حسن کدھر گیا

کل نفس ذائقہ الموت کے ارشاد ربانی کے تحت ہر ذی روح نے موت کے
ں کو عبور کرنا ہے حیات مستعار کے لمحات گزار کر عالم فناء سے عالم بقاء کو روانہ ہونا
ہے۔جب پہلا انسان بزم گیتی کی زینت بنا تو اسی وقت سے جانے کا سلسلہ بھی شروع
گیا۔روزانہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ رخت سفر باندھ کر خالق حقیقی سے جا ملتے
ں لیکن ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے رخصت ہوتے ہی بزم
تی کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔چمن انسانیت پر خزاں کے بادل منڈلاتے نظر آتے
ں فضا سوگوار ہو جاتی ہے یہ لوگ اس کاروان ذوق وشوق کے ہم سفر ہوتے ہیں اسی
روان عشق و مستی کے ایک ہم سفر آفتاب علم وحکمت ماہر رضویات پیر طریقت رہبر
یعت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی علیہ الرحمتہ بھی تھے۔جو
مان علم وحکمت پر مہر تاباں بن کر چمکے اپنی ضیا پاشیوں اور نور افشانیوں سے ہزاروں
ں کو منور کرنے کے بعد ۲۲ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء کی شب
ی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون ط

یوں تو سبھی رہتے ہیں موت کے منتظر
اچانک تیری موت نے سب کو رلا دیا

marfat.com
Marfat.com

ہوئے نادر و بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے
نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا
مٹے ناموں کے نشان کیسے کیسے

محقق عصر ماہر رضویات مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبند مجددی علیہ الرحمتہ ۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء میں مفتی اعظم دہلی شاہ مفتی مظہر اللہ نقشبندی دہلو علیہ الرحمتہ سابق شاہی امام جامع مسجد فتح پوری کے علمی و روحانی گھرانے میں پ ہوئے۔

آپ مسلکاً سنی حنفی (بریلوی) اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ آپ سـ سے پہلے اپنے والد گرامی حضرت مفتی مظہر اللہ نقشبندی مجددی علیہ الرحمتہ سے ۱۹۵۶ ء میں بیعت ہوئے۔ پھر بعد میں انہی کے ایما پر مفتی محمد محمود شاہ الوری سے سلسلہ عا نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ اور پھر پیر زین العابدین صاحب گیلانی سے بیعت کے سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل ہوئے۔ ان بزرگوں نے اجازت وخلافت سے نوازا۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے مدرسہ عالیہ جامع مسجد فتح پوری میں حاصل کی۔ علوم اسلامیہ کی تکمیل اپنے والد گرامی و دیگر اساتذہ مثلاً مولانا شرافت اللہ، مولا اشفاق الرحمن، مولانا ولایت احمد، مولانا عبدالرحمن وغیرہ سے اسی مدرسہ میں حاصل کی۔ بعد میں مشرقی علوم کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۳۶۵ھ، ۱۹۴۵ء میں اورینٹل کالج د میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد ۱۳۶۸ھ، ۱۹۴۸ء میں ادارہ شرقیہ دہلی میں داخل ہوئے ا

marfat.com
Marfat.com

پوری جدوجہد کے ساتھ شب و روز حصول علم کی خاطر کتب بینی و مطالعہ میں مستغرق رہے، وقت کو کبھی ضائع نہ ہونے دیا۔ ابھی دہلی میں علوم شرقیہ کی تحصیل میں لگے ہوئے تھے کہ آپ کے برادر معظم مولانا منظور احمد پاکستان میں علیل ہو گئے۔ آپ دہلی سے پاکستان ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور پھر ہمیشہ کے لیے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

مسعود ملت علیہ الرحمتہ کی تصنیفات:

ہندوستان میں سب سے پہلے آپ کی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ المجمع الاسلامی مبارکپور نے شروع کیا جو کہ ابھی تک جاری ہے۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، امام اہلسنت، اجالا، گناہ بے گناہی، نور ونار اس کے بعد سب سے زیادہ آپ کی کتابیں رضوی کتاب گھر دہلی نے شائع کیں ہیں۔

آپ نے شخصیت و تنقیدات سے ہٹ کر خالص اصلاحی پہلوؤں پر بھی کئی کتب تصنیف کی ہیں۔ مثلاً موج خیال، عورت اور پردہ، زندگی بے بندگی شرمندگی، محبت کی نشانی وغیرہ۔ روح اسلام کے نام سے تصوف کے عنوان پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ آپ کی ایک اہم اور تاریخی کتاب ,,آخری پیغام،، جو قرآن پاک کی تدوین و تاریخ سے تعلق رکھتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے ذاتی طور پر جہانِ علم و ادب کو ایک مخصوص مزاج دیا، وہی ان کی حیات مستعار کا ایسا ہمہ جہت پہلو ہے جس نے آپ کو ایک ہمہ گیر عالم شخصیت بنا دیا ہے۔ آپ نے اپنے دو تحقیقی ادارے بنائے۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، اور

marfat.com
Marfat.com

امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی اپنی تحقیق وتصنیف، ترتیب اور طباعت واشاعت کا عالمی پلیٹ فارم بنایا۔

جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۴ جلدیں) باقیات جہان امام ربانی (۳ جلدیں) مرقعات جہان امام ربانی (۱ جلد) آئینہ رضویات، فاضل بریلوی اور ترک موالات، امام احمد رضا اور علوم جدیدہ وقدیمہ، تنقیدات وتعاقبات، امام احمد رضا اور عالم اسلام، امام احمد رضا اور عالمی جامعات جیسی تحقیقی کتابیں اسی منصوبہ بند زندگی کی نمایاں قلمی یادگار ہیں۔

چودہویں صدی کے مجدد امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ سے کوئی سلسلہ تلمذ و بیعت نہ ہونے کے باوجود مسعود ملت علیہ الرحمتہ نے لگ بھگ پینتیس سال تک ''رضویات'' پر جتنا معیاری اور وقیع کام کیا یہ انہیں کا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ جانشین مسعود ملت حضرت علامہ صاحبزادہ محمد مسرور احمد زید مجدہ کو اپنے والد گرامی کے مشن پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

صاحبزادہ محمد عرفان توگیروی

درجہ دورۂ حدیث شریف

متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

marfat.com
Marfat.com

# حضرت مسعودِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کا سفرِ آخرت

## ہم نے ''فانی'' ڈوبتے دیکھی ہے نبضِ کائنات

از: محمد عبدالستار طاہر مسعودی

۱۲۸پریل ۲۰۰۸ء/۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ منگل کا دن خیر خیریت سے گزرا۔ آفتاب جانے کب سے افق کے پار جاچکا تھا۔ مغرب کا وقت بھی حسب معمول گزرا۔ عشاء کی نماز بھی ہو چکی تھی۔ سارے دن کے تھکے ماندے نیند کی آغوش میں جانے کی تیاری میں تھے۔ ایک عجب بے قراری تھی۔ دل کو کسی طور قرار نہ تھا کبھی اس پہلو، کبھی اس پہلو۔ مگر نیند آنکھوں سے گویا کوسوں دور تھی۔ ماحول میں اک بے نام سی گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ ہائے!

شام الم ڈھلی تو چلی درد کی ہوا ۔۔۔ راتوں کا پچھلا پہر ہے اور ہم ہیں دوستو!

شب ساڑھے دس بجے موبائل کی گھنٹی بجی۔ فون اٹھایا تو برادرم ملک محمد سعید مسعودی مجاہد آبادی (نگران ادارہ مظہر اسلام، لاہور) لائن پر تھے۔ انہوں نے رندھی ہوئی آواز میں بتایا کہ آپ کے لیے ایک بُری خبر ہے! دل کسی انجانے سے خوف سے یک لخت دھڑکا ''یا اللہ خیر!'' بے ساختہ منہ سے نکلا۔ ''پوچھا'' کیسی خبر! ۔خیریت تو ہے نا! کہنے لگے: ''خیریت ہی تو نہیں۔ قبلہ حضرت صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!''۔ دل کی بے چینی اور گھٹن کا معاملہ اب کھلا۔ حیرت اور غم نے گھیر لیا۔ پوچھا 'یہ سانحہ کیونکر ہوا اور کب ہوا'' کہنے لگے۔ ''مجھے ساڑھے نو بجے میر پور خاص سے پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب کا فون آیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ قبلہ حضرت صاحب کو ہارٹ اٹیک ہوا۔ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد آپ کے پاس ملنے والے آئے بیٹھے تھے۔ کہ اچانک طبیعت خراب ہوگئی دل گھبرایا اس پر شدید حملہ ہوا۔ پاس ریاض اشرفی صاحب، آدم خاں (پروفیسر فیاض کاوش صاحب کے صاحبزادے) اور دیگر احباب تھے وہ کہنے لگے۔ ''جلدی جلدی چلو، ہسپتال

marfat.com

Marfat.com

لے چلتے ہیں''۔ قبلہ مسعود ملت نے ایک نظر دیکھا، متبسم ہوئے اور فرمایا:

''ڈاکٹر بے چارہ کیا کرے گا۔ اب تو سفر تمام ہوا چاہتا ہے۔ اس کے بس کی بات نہیں''۔
بہر حال ریاض اشرفی صاحب قبلہ مسعود ملت کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کے فلیٹ کی سیڑھیاں اترے بھاگم بھاگ لیاقت ہسپتال لے جایا گیا۔ جاتے ہی آئی۔ سی۔ یو وارڈ میں لے گئے۔۔ نو بج کر دس منٹ پر یوں لگا' جیسے قدرے حالت سنبھل گئی ہے۔ لیکن یہ تو شمع کے گل ہونے سے پہلے شعلے کی بھرپور لپک تھی۔ پانچ سات منٹ بعد۔ آپ نے جاں، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اس اندوہناک خبر کے سنتے ہی میرا سارا وجود شل ہو گیا۔ اعصاب چٹخ گئے۔ کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔ دل کا عجب حال تھا اندر ہی اندر دل ٹوٹنے لگا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

ساری عمر بیمار روحوں کی مسیحائی کرنے والے دم واپسیں کسی مسیحا کی ایک گولی کے بھی منت کش احسان نہ ہوئے۔ بلکہ خود ہی اس کی معذوری ذکر فرما دی کہ ''ڈاکٹر بے چارہ کیا کرے گا''۔

آپ کے وصال کی خبر سارے پاکستان میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ جس نے سنا دم بخود رہ گیا کہ الٰہی! ایسی بھی گھڑی ہم پہ آنی تھی۔ یہ صدمہ بھی ہمیں اٹھانا تھا۔ ارے صاحبو! دلوں کو سنبھالو، یہ گھڑی یہ وقت تو سب پہ آنا ہے کل نفس ذائقۃ الموت!

پہلے خبر ملی کہ جنازہ اگلے روز بدھ کو بعد از نماز عصر ہوگا۔ پھر اطلاع آئی کہ جنازہ ظہر کی نماز کے بعد ہے۔ جنازہ میں شرکت کے لیے اگر ٹرین سے سفر کیا جاتا تو جنازہ میں شرکت ناممکنات میں سے تھی۔ برادران طریقت نے بذریعہ ہوائی جہاز کراچی پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ شب ڈیڑھ بجے ٹکٹ لیے گئے۔ صبح ساڑھے آٹھ بجے روانگی تھی۔ رات آنکھوں میں کٹ گئی لاہور علامہ اقبال ایئرپورٹ سے شاہین ایئر لائنز کے ذریعے ساڑھے دس بجے کراچی پہنچ گئے۔ یہ سفر زیادہ تر خاموشی اور مدہوشی میں کٹا۔ لاہور کے اخبارات کے لیے خبر ایئرپورٹ پر برادرم محمد افتخار غوری مسعودی صاحب کو دے دی کہ وہ برادرم محمد علیم مسعودی صاحب کے ذریعہ اخبارات کو جاری کرا دیں۔

اس سانحہ فاجعہ کی بابت [illegible] خود کو سنبھال رکھا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

ایسے سنگین غم میں خود کو بکھرنے سے سمیٹ رکھا تھا۔اپنے دل کا یہ عالم تھا کہ جیسے کوئی دن دیہاڑے بھرے بازار میں لٹ گیا ہو۔

ایئر پورٹ سے سیدھے دارالخیر سوسائٹی پہنچے۔وہاں کراچی کے سب احباب جمع تھے۔ان سے ملے ہم سب شکستہ دل تھے۔ایک دوسرے کو طفل تسلیاں دے رہے تھے۔وہاں باہم اظہار تعزیت ہوا۔وہاں کے حالات معلوم ہوئے۔قبلہ مسعود ملت کو صبح ہی غسل دے دیا گیا تھا۔اللہ والوں کا آنا بھی شان سے ہے اور جانا بھی شان سے ہے۔ہمیں بتایا گیا کہ آپ نے دو سال قبل ۲۸ اپریل ۲۰۰۶ء کو اپنے وصال، تکفین و تدفین کے بارے میں وصیت لکھ دی تھی۔جن میں یہ باتیں بطور خاص قابل ذکر ہیں:

(۱) غسل میت ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری دیں گے۔

(۲) نماز جنازہ صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد پڑھائیں گے۔

(۳) تدفین کے لیے تین جگہیں مذکور تھیں جن میں سے ایک ماڈل کالونی ملیر کے قبرستان میں واقع احاطہ خاندان مجددیہ بھی ہے۔

قبلہ مسعود ملت کی میت عام زیارت کے لیے فلیٹ کے گراؤنڈ فلور پر ایک کمرے میں رکھ دی گئی تھی۔صبح سے دوپہر تک عورتوں کا آنا جانا رہا۔پھر ساڑھے بارہ بجے مردوں کی زیارت کے لیے باری آئی۔زیارت کو حاضر ہوئے بظاہر آخری زیارت کو۔وگرنہ جن پر آپ کا خاص کرم ہے۔انہیں تو عالم رویا میں زیارت سے شادکام فرماتے رہتے ہیں۔ چہرہ کھلا ہوا تھا۔سفید کفن میں لپٹے رخ انور پر کیا جمال ورعنائی تھی۔کسی نے قدموں پہ بوسہ دیا کسی نے پیشانی کو چوم لیا۔کسی نے فقط دیدار پر اکتفا کیا کہ آنکھوں میں تصویر یار دائم رہے۔چارپائی کے گرد چلتے ہوئے زائرین کی قطار آگے بڑھتی رہی اور دیوانے دیوانہ وار چلتے رہے۔پروانہ وار دیکھتے رہے۔

آپ کے دولت خانہ کے سامنے ہی شامیانے ایستادہ تھے۔۔مقامی حضرات ومہمان وہیں تھے۔نماز ظہر وہیں ادا کی گئی اس کے بعد میت کو اٹھایا گیا۔زیادہ ہجوم کے پیش نظر چارپائی کے ساتھ بانس باندھ دیے گئے تھے۔کندھا دینے کی کوشش میں خاصی دھکم پیل ہوئی۔ہر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں تھا۔ایک جم غفیر تھا۔بعد ازاں میت کو شاہراہ قائدین پر گاڑی میں

marfat.com

Marfat.com

رکھا گیا۔اب مزار قائد کی طرف روانگی ہوگئی۔شاہراہ قائدین پر لوگ گاڑیوں پر اور پیدل پارک کی جانب رواں دواں تھے۔جدھر دیکھئے سر ہی سر نظر آرہے تھے۔سفید و سبز پگڑیاں،سفید ٹوپیاں ہی نظر پڑتی تھیں۔خلق خدا تھی کہ امڈی چلی آتی تھی۔چوک کے قریب پہنچ کر ہم ویگن سے اترے میرے ہمراہ مغلپورہ والے الیاس مسعودی،صلاح الدین پان والے اور شیخ مختار صاحب تھے۔باقی احباب دوسری گاڑیوں میں تھے۔۔چوک کی طرف ہم چلے تو اچانک دو عام سے لڑکے موٹر سائیکل پر سوار چوک سے ہماری طرف مڑے اتنی بھیڑ دیکھ کر وہ رک گئے۔رش کی طرف اشارہ کر کے احقر سے پوچھنے لگے۔''کیا بات ہے بھئی! کیا ہو گیا؟''میں نے کہا:''ڈاکٹر مسعود صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ ان کا جنازہ ہے''ایک نے کہا:''کون سے ڈاکٹر مسعود! اہل سنت والے!!''کہا کہ''ہاں! اہل سنت والے!!''۔اس نے وہیں سے واپس موٹر سائنکل جنازے والی پارک کی طرف موڑ لی۔

پارک میں تا حد نظر لوگ نظر آرہے تھے۔بعض حضرات جنازہ پہنچنے سے پہلے ہی پارک میں پہنچ گئے تھے۔آپ کے ارشاد کے مطابق نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے و جانشین صاحبزادہ ابو السرور محمد مسرور احمد صاحب نے پڑھائی۔بعد ازاں یکے از اولاد خواجہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ آغا فضل الرحمٰن مجددی صاحب نے دعا فرمائی۔نماز جنازہ دوپہر اڑھائی بجے ادا کی گئی اس روز ۲۱ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ تھی۔اس کے بعد میت کو میت گاڑی میں رکھ دیا گیا۔اور تدفین کے لیے ماڈل کالونی، ملیر کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت خواجہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ چہار باغ صفا: جلال آباد (افغانستان) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز کی اولاد سے ہیں۔انہی کی اولاد میں سے ماڈل کالونی۔ملیر میں نقشبندی مجددی حضرات آباد ہیں۔جن میں خواجہ غلام محمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان میں آجکل آغا فضل ربی مجددی اور آغا فضل الرحمٰن مجددی نمایاں ہیں۔ان حضرات نے ماڈل کالونی، ملیر کے قبرستان میں اپنے اہل خاندان کی قبور کے لیے ایک احاطہ مخصوص کر رکھا ہے۔اسی احاطے میں حضرت مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا گیا۔تدفین کے بعد لحد پر شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے آمدہ چادر ڈالی گئی۔پھر ڈھیروں گلاب کے پھول نچھاور کیے گئے۔

marfat.com
Marfat.com

عصر کے بعد وہاں سے فارغ ہوئے نماز عصر قریبی مسجد میں ادا کی۔ بعد ازاں حضرت خواجہ غلام محمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر سب برادران طریقت (لاہور) کے ہمراہ حاضری دی۔ نماز مغرب وہاں جامع مسجد مدینہ میں ادا کی۔ بہت وسیع و عریض اور خوبصورت مسجد ہے۔ آپ کا مزار، مسجد کے بائیں جانب واقع ہے۔ مسجد میں ہی آغا فضل ربی مجددی صاحب کی زیارت سے شادکام ہوئے۔ بعد ازاں آپ کے دولت کدے "گلستان محمدیہ مجددیہ" پر حاضر ہوئے۔ جو کہ جامع مسجد مدینہ سے متصل ہے۔ وہیں حضرت پیر آغا فضل الرحمٰن مجددی صاحب کی زیارت کی۔ شربت روح افزا سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ دوران گفتگو قبلہ حضرت مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے آغا فضل ربی مجددی نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب جب بھی یہاں ملنے کے لیے تشریف لاتے کبھی یہ نہ فرمایا کہ ڈاکٹر مسعود احمد آئے ہیں۔ ہمیشہ یہی کہا کہ " مسعود آیا ہے۔" یہ ان کی حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہم اہل خاندان سے نیاز مندی تھی۔ وہ بڑے کمال کے آدمی تھے۔ ان پر اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص الخاص کرم تھا۔ افسوس! ہم سمجھ ہی نہ سکے کہ ڈاکٹر مسعود صاحب کیا تھے۔ کیا ان کا مقام تھا۔ کیا ان کا منصب تھا۔ ان کا وصال ہو گیا ہے تو اب خیال آیا ہے کہ ان کو ان کی زندگی میں ہی سمجھ پاتے۔ ہمارے بچوں کو انہی نے شہزادگان کا لقب دیا۔ آغا فضل الرحمٰن مجددی صاحب نے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ بھی محترم ڈاکٹر مسعود صاحب کی ہم سے اور ہمارے اہل خانہ سے محبت ہے کہ انہوں نے ہمیں اپنی اجازت و خلافت پیش فرمائی۔ میں ان دنوں پشاور گیا ہوا تھا میری غیر موجودگی میں ہم دونوں بھائیوں کے نام سندات بھجوا دیں۔ وہ بہت محبت کرنے والے تھے۔ محبتیں بانٹنے والے تھے اب ان سے لوگ کہاں!"

دوران گفتگو شب کے آٹھ بج گئے۔ ان سے اجازت چاہی کہ نماز عشاء قبلہ حضرت مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ادا کرنا تھی۔ برادرم حاجی معراج الدین صاحب (صدر ادارہ مسعودیہ، کراچی) نے جلد روانگی کے لیے کہا۔ چنانچہ جب دارالخیر سوسائٹی پہنچے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ نماز عشاء کے بعد حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ شب گیارہ بجے صاحبزادہ مسرور میاں سے اجازت چاہی۔ وہ نہایت مغموم تھے۔ آنکھیں اشک بار تھیں۔ مگر خود کو سنبھالے ہوئے تھے۔ غم سے نڈھال دوسروں کو

marfat.com
Marfat.com

حوصلہ دے رہے تھے۔ احباب کی مسلسل آمد ورفت نے انہیں مطلق آرام کا موقع نہ دیا۔ یہ بھی الحمد للہ آپ کی تربیت کا ایک پہلو تھا۔ جس میں آپ نے آنے والوں کی محبت اور عقیدت اور جذبات کا پاس رکھا اور اپنے آرام تھکن اور دکھ کا مطلق خیال نہ فرمایا ۔ اسی حوالے سے قبلہ حضرت مسعود ملت قدس سرہ العزیز کی ایک بات یاد آئی۔

ملنے کے لیے پیہم آنے والوں کے حوالے سے ایک بار فرمایا: ہر آنے والا اپنی محبت اور عقیدت کے باعث حاضر ہوتا ہے۔ اس کو مطلق اس بات کا گمان تک نہیں ہوتا کہ میزبان کی اپنی کیفیت کیا ہے۔ اسے اب آرام کی ضرورت ہے۔ نہ میزبان کو آرام کا موقع ملتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے آرام کا خیال کرتا ہے۔ وہ تو بس آنے والوں کی محبت اور چاہت میں ایثار کیے جاتا ہے۔ آنے والے تو ملنے کے لیے تازہ دم اور باقاعدہ تیار ہوکر آتے ہیں۔ اس بات سے قطعی بے نیاز کہ میزبان کی طبیعت کیسی ہے۔

اسی حوالے سے ایک اور بات یاد آئی۔ گزشتہ دو سالوں سے احباب آپ کی علالت اور ضعف کے پیش نظر عموماً آپس میں ایک دوسرے سے کہتے کہ" حضرت صاحب کو آرام کا موقع ملنا چاہیے۔ کوئی ان کے آرام کا خیال ہی نہیں کرتا" کوئی کہتا: "حضرت میرے ہاں چلیں" کوئی کہتا:" حضرت آج مجھے وقت دیں" حالانکہ یہ سب کرنے والے بھی خود ہی ہیں اور کہنے والے بھی خود ہی ہیں۔ ایک دوسرے سے اس ایثار کی توقع رکھتے ہیں۔ لیکن خود ایسا نہیں کرتے۔ ایسے ہی ہمارے ایک کرم فرمانے جب قبلہ حضرت مسعود ملت گاڑی میں کسی کے ہاں تشریف لے جا رہے تھے۔ یہی باتیں کرتے ہوئے کہ" قبلہ حضرت صاحب آپ کو آرام کرنا چاہیے ہمیں آپ کے آرام کا خیال کرنا چاہیے صبح کہیں، دوپہر کہیں اور پھر شام کہیں۔ آپ کو آرام کا موقع نہیں ملتا"" اسقدر کہنے کے بعد دفعتاً کہنے لگے" حضرت میرے ہاں کب تشریف لے جا رہے ہیں" حضرت مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" ہاں بھئی آرام کی خوب کہی آپ نے جیسے آپ ابھی آرام کے لیے فرما رہے تھے۔ دوسرے بھی یونہی فقیر کے آرام کا خیال رکھتے ہیں"۔

۲۰۰۵ء میں جب جہان امام ربانی انٹرنیشنل کانفرنس اور جہان امام ربانی انسائیکلو پیڈیا کی

marfat.com
Marfat.com

تقریب رونمائی اور اظہار تشکر کی محفل تھی۔ اس میں خصوصیت سے شرکت کے لیے دہلی سے ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب (شاہی امام وخطیب، جامع مسجد فتحپوری، دہلی) بھی تشریف لائے تھے۔ انہوں نے حضرت مسعود ملت کی علالت ونقاہت کے پیش نظر سب برادران طریقت کو تاکید کی کہ حضرت کے آرام کا خیال فرمائیں حضرت کو عام تقریبات میں شرکت کے لیے کم سے کم زحمت دیں۔ کوئی مرکزی پروگرام ہو۔ اس میں لے جائیں۔ ! وہ بھی تھوڑی دیر کے لیے۔ البتہ دیگر پروگراموں میں مسرور میاں کو لے جایا کریں، اب تو سب نے ہاں کہہ دی۔ لیکن افسوس عملاً کسی نے بھی ایسا نہ کیا۔ یا کسی سے ایسا ہو نہ پایا۔ ہر ایک کی اپنی اپنی محبت اور عقیدت ہے مگر محبت کا بھی کوئی قرینہ ہوتا ہے۔ محبت کی آڑ میں حضرت کو لیے لیے پھرتے رہے اور حضرت کی بھی کمال شفقت کہ کسی کو بھی کبھی انکار نہ کیا۔ جس نے کہا اس کے ساتھ چل دیے۔ ایک بار حضرت کو دل کی تکلیف ہوگئی۔ جانے کی حالت نہ تھی۔ کہیں جانے کے لیے کسی سے وعدہ کر رکھا تھا۔ وقت مقررہ پر وہ صاحب لینے کے لیے آگئے۔ قبلہ حضرت صاحب اپنی جان کی پروا کیے بغیر چلنے کو تیار تھے۔ وہ حاجی معراج الدین صاحب اور دوسرے احباب تھے۔ انہوں نے حضرت کے حضور نہ جانے کے لیے عرض کیا۔ فرمایا: ''میاں وعدہ کر رکھا ہے''۔ پھر ان آنے والے صاحب سے حضرت کی طبیعت کے بارے میں بتایا۔

اللہ اللہ وہ دلداریاں! وہ زبان کی پاسداریاں!! اب کہاں وہ نظائر۔ اب کہاں وہ وفاشعاریاں!!

بات سے بات کہاں جانکلی۔ اگلے روز جمعرات کے دن عصر کی نماز کے بعد ایصال ثواب کے لیے۔ سوم کی فاتحہ کا اجتماع حضرت مسعود ملت کی رہائش گاہ کے سامنے سڑک پر ہوا۔ جو شب ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہا۔

نماز ظہر کے بعد جناح ایئرپورٹ جانا ہوا۔ دہلی سے ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب تشریف لارہے تھے۔ مفتی صاحب سب احباب سے بڑے تپاک سے ملے۔ ایئرپورٹ سے قبلہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر فاتحہ کے لیے حاضر ہوئے۔ وہاں سے دارالخیر سوسائٹی کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں سوئم کی تقریبات منعقد ہونا تھیں۔ قرآن خوانی جاری تھی جو کہ نماز مغرب تک جاری رہی۔ نماز مغرب کے بعد مختلف علمی شخصیات نے قبلہ حضرت مسعود ملت کے حوالے سے اظہار

marfat.com
Marfat.com

خیال کیا۔ اسی دوران نماز عشاء ہوئی۔ نماز عشاء کے بعد صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر صاحب نے خطاب فرمایا۔ خطاب کے دوران انہوں نے صاحبزادہ مسرور میاں کو اپنی تمام نسبتوں میں اجازت وخلافت عطا فرمائی اور فرمایا کہ "جس طرح میرے دادا ابا (مولانا رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ) نے مسرور میاں کے دادا ابا (مفتی شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کو اجازت وخلافت سے نوازا۔ اسی نسبت کو قائم رکھتے ہوئے میں اپنی تمام نسبتوں میں مسرور میاں کو اجازت وخلافت دیتا ہوں۔"

بعد ازاں ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب نے اپنی یادوں کو تازہ کیا۔ اور اپنے عم مکرم حضرت مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ کی کرم فرمائیوں کا ذکر کیا۔ مفتی مکرم صاحب کو حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے دربار عالیہ بغداد شریف سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں جو اجازت وخلافت ملی، صاحبزادہ مسرور میاں کو اس سلسلے میں بھی خلافت واجازت عطا فرمائی۔

یہ پروگرام ابھی جاری تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ آسمان پر گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ ہم نے صاحبزادہ مسرور میاں سے شب گیارہ بجے واپسی کے لیے اجازت چاہی۔ کہ بارہ بجے واپسی فلائیٹ کی روانگی تھی۔ پنڈال سے نکلتے نکلتے جب ہم باہر شاہراہ قائدین پر پہنچے تو صاحبزداہ مسرور میاں کی حضرت مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین کی حیثیت سے دستار بندی کا آغاز ہو چکا تھا۔ اور یوں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

الخطیب کراچی کا کتابی سلسلہ نمبر ۲۵ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس پر شائع ہوگیا ہے۔ خطیب اعظم پاکستان کا سالانہ عرس جمعہ ۲۵ جولائی ۲۰۰۸ء کو جامع مسجد گلزار حبیب سولجر بازار کراچی منعقد ہو رہا ہے۔ جو حضرات وہاں نہ پہنچ سکیں فاتحہ پڑھ کر اپنے ایصال ثواب کریں O

کتاب منگوانے کے لیے علامہ کوکب نورانی 53/B سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی سے رابطہ کریں فون 021-4525343۔

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# وہ گیا تاروں سے آگے......!

## پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ

(ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری)
L-317/5-B-2، نارتھ کراچی
motherailmi@yahoo.com

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ/ ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء کی شب بجلی کے پاور پلانٹ فیل ہو کر پورا شہر تاریکی میں ڈوب جانا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ آفتاب علم وحکمت غروب ہوا چاہتا ہے۔ ابھی شہر کو تاریکی میں ڈوبے چند ہی لمحات گزرے تھے کہ صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد کا فقیر کو فون آیا کہ حضرت مسعود ملت اچانک چلے گئے۔ اتنی خاموشی سے جتنی خاموشی سے پھولوں سے خوشبو چلی جاتی ہے...... اناللہ وانا الیہ راجعون۔ قلب مضطر پر قیامت ٹوٹ پڑی...... یہ خبر وحشت اثر خرمن صبر وقرار کے لیے برق ناگاہی ثابت ہوئی۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

اوسان خطا ہو گئے، دلی کیفیت کس قلم سے بیان کی جائے۔

کھویا کھویا سا پھر رہا ہوں میں     گویا صحرا میں لٹ گیا ہوں میں

آنکھوں سے اشک رواں ہیں...... کیا کریں، کیا نہ کریں...... شدت غم محو پرواز ہے...... آنسو ہیں کہ تھمتے ہی نہیں، پاس ادب تو صبر کی تلقین کرتا رہا مگر دل کو کیا کیجئے۔

کسی صورت سے بھولتا ہی نہیں     آہ یہ کس کی یادگاری ہے!

جب جب خیال آتا ہے، دل غم میں ڈوب جاتا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ نبہانی العصر حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کا غم آہ!...... یہ کسی ایک خاندان کا غم نہیں...... یہ اہل محبت کا غم ہے۔ یہ اہل سنت کا غم ہے...... یہ پورے عالم اسلام کا غم ہے...... یہ غم، غم عظیم ہے۔

میری ہوس کو عیش دو عالم بھی تھا قبول     تیرا کرم کہ تو نے دیا دل دکھا ہوا

marfat.com
Marfat.com

حضرت مسعود ملت مجسمہ، عجز وانکساری، سراپا شرافت وعلمیت اور اتباع سنت کا چلتا پھرتا حسین پیکر تھے ان کی صحبت سراسر محبت، ان کا کردار سراسر پیار اور اُن کی شخصیت باغ وبہار تھی...... حیف صد حیف یہ بہار نذر خزاں ہوگئی.... انا للہ وانا الیہ رٰجعون زخم دل کس کو دکھائیں..... درد دل کس سے کہیں

زخم وہ دل پہ لگا ہے کہ دکھائے نہ بنے اور چاہیں کہ چھپالیں تو چھپائے نہ بنے

وہ خوبیوں کا پیکر تھے، اُن کی یادیں دل میں بسی ہے نہ جانے کب تک بسی رہیں گی!.....

وہ چلے گئے مگر محسوس نہیں ہوتا کہ وہ چلے گئے...... اُن کی یادیں، اُن کی باتیں، اُن کی ملاقاتیں اور اُن کی نگارشاتیں، اللہ اللہ..... وہ آنکھوں سے دور سہی مگر دل سے قریب ہیں.....

دل کے آئینے میں تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

رب کریم ان کی تربت پاک کو اپنے انوار وتجلیات سے معمور فرمائے ..... آمین

عالمی سطح پر ابلاغ علم واشاعت دین کے لیے اُن کی تجدیدی خدمات اور بلند پایہ تصانیف عالم اسلام کا بیش قیمت سرمایہ اور دنیائے اہل سنت کا سنگھار ہیں..... انہوں نے ساری زندگی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے ابلاغ میں گزاری اور اس مشن کی تکمیل ان میں جان عزیز جان آفریں کے سپرد کردی..... انا للہ وانا الیہ رٰجعون

حضرت مسعود ملت فقیر پر بڑی شفقت وکرم فرماتے، فقیر کی تعلیم وتربیت اور رنگ ڈھنگ انہی کا عطا ہے ورنہ

میں کیا ہوں اور کیا میری حقیقت سب کچھ ہے سرکار کی نسبت
میں تو برا ہوں لیکن میری لاج ہے کس کے ہاتھ نہ پوچھو

ان کی دعاؤں نے قلم پکڑنا اور اُن کی حوصلہ افزائیوں نے باطل کے سینے میں دلائل کے راستے گھر کرنا سکھایا۔

کرم کردی الٰہی زندہ باشی

آج دنیا آدمیوں سے بھری پڑی ہے مگر انسان عنقا ہیں..... مخدوم ومحترم سید استاذی مرشدی حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نہ صرف خود ایک اچھے انسان تھے بلکہ ساری زندگی انسان سازی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

marfat.com
Marfat.com

وہ خود بھی ایک عظیم شخصیت تھے اور ایک عظیم علمی وروحانی خاندان کے چشم وچراغ تھے...... علوم قدیمہ وجدیدہ کے جامع، اپنی تحقیقی وتخلیقی تصانیف کے سبب دنیائے علم ودانش اور اپنے ہم عصروں میں نہایت محترم اور قدآور شخصیت کے مالک تھے...... ۱۹۳۰ء کو دہلی میں ولادت ہوئی، جد اعلیٰ فقیہ الہند شاہ محمد مسعود محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انیسویں صدی کے اُن عظیم علماء صوفیہ میں تھے جنہوں نے چالیس سال تک اپنے علم وفضل اور روحانیت سے دہلی کی سرزمین کو منور رکھا......

والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علوم اسلامیہ اور دیگر علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے متعدد علمی یادگاروں میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی ترجمہ قرآن کا اردو میں ''مظہر القرآن'' کے نام سے ترجمہ اور ''فتاویٰ مظہری'' نمایاں ہیں...... خانوادۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اُن کے خاص مراسم تھے...... ۱۹۴۷ء کے فسادات کے زمانے میں جب دہلی ویران ہو رہا تھا انہوں نے اپنے صبر واستقامت سے آباد کیا، مسجد فتحپوری (دہلی) میں تاحیات خطابت اور امامت فرماتے رہے، ان کے فتاویٰ اور مکاتیب زندگی کے لیے رہنما اصول فراہم کرتے ہیں......

حضرت مسعود ملت نے قرآن کریم اور عربی وفارسی کی کتب والد ماجد سے پڑھیں اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت وخلافت کا شرف بھی حاصل کیا...... ۱۹۴۱ء۔۱۹۴۵ء میں مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری میں چند سال درس نظامی میں شریک رہے، ۱۹۴۷ء میں اورینٹل کالج، دہلی۔ فارسی میں آنرز، ۱۹۴۸ء میں مشرقی پنجاب یونیورسٹی (سولن) سے فاضل اردو کا امتحان پاس کیا، ہجرت کے بعد ۱۹۵۶ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی۔اے، ۱۹۵۸ء میں سندھ یونیورسٹی جامشورو، حیدرآباد سے ایم۔اے کیا اور ۱۹۷۱ء میں ''قرآن پاک کے اردو تراجم وتفاسیر'' کے عنوان سے ایک ضخیم تحقیقی مقالہ لکھ کر کراچی یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی۔

۱۹۵۸ء میں گورنمنٹ کالج میرپورخاص سے بحیثیت لیکچرار ملازمت کا آغاز کیا اور اپنی علمی صلاحیتوں کے سبب پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوئے، آپ سندھ اور بلوچستان کے مختلف کالجوں میں پرنسپل رہے، نظامت تعلیم کراچی کی اردو نصاب کمیٹی کے رکن، سندھ یونیورسٹی حیدرآباد

marfat.com
Marfat.com

کے بورڈ آف اسٹیڈیز کے رکن، سندھ یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی لاہور، بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن حیدرآباد وکوئٹہ اور مغربی پاکستان کی طرف سے بی۔اے۔ایم۔اے اور درجہ اول افسران کے ممتحن مقرر ہوئے، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیر پور میرس (سندھ) اور کراچی یونیورسٹی کے ڈائریکٹر ریسرچ بھی رہے۔آپ کو دینی وعلمی خدمات پر پانچ گولڈ میڈل، ایک سلور میڈل اور دیگر تمغات کے علاوہ صدر پاکستان کی طرف سے "سند اعزاز فضیلت ۱۹۹۲ء" بھی دی گئی مگر ان کی طبیعت میں فقر وغنا تھا، ہمیشہ ان چیزوں سے بے نیاز رہے۔ جب کسی نے گولڈ میڈل چرا لیا تو فرمایا کوئی ضرورت مند تھا سو لے گیا...... ۱۹۹۲ء میں ایڈیشنل سکریٹری وزارت تعلیم حکومت سندھ کے منصب پر فائز ہوئے، اسی سال ریٹائرڈ ہو کر خود کو خدمت دین کے لیے وقف کر دیا... ۱۹۹۱ء میں سعادت حج حاصل ہوئی پھر پانچ بار حاضری نصیب ہوئی

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

۱۹۹۳ء میں عرب کے مشہور عالم وشیخ طریقت علامہ شیخ سید محمد علوی مالکی مکی سے مدینہ طیبہ میں خرقۂ خلافت کا اعزاز ملا......ان کو متعدد مشائخ سے سلاسل قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ وغیرہ میں اجازت تھی مگر تاحیات سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے ذریعے عشق رسول ﷺ کے جام پلا پلا کر عالم اسلام کو سیراب کرتے رہے آپ کے مریدین کا حلقہ پاکستان کے متعدد شہروں کے علاوہ آپ کا حلقہ ہندوستان، سعودی عرب، مسقط، اومان، دبئی، ابوظہبی، مصر، کینیڈا، امریکہ اور برطانیہ وغیرہ تک پھیلا ہوا ہے۔ پچاس سے زائد خلفاء میں اکثر علماء ومشائخ اور نامور اہل علم وقلم ہیں، زہے نصیب کہ راقم کو بھی یہ اعزاز عطا فرمایا

کرم کردی الٰہی زندہ باشی

آپ کا تصنیفی کام عالم اسلام کے لیے عظیم سرمایہ ہے، آپ کے علمی وتحقیقی مقالات کی تعداد سات سو سے متجاوز ہے جو کہ ملک وبیرون ملک کے علمی جرائد کے علاوہ پاکستان، ایران اور اردن کے انسائکلو پیڈیا میں شائع ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وتجدیدی کارناموں کی جدید انداز میں پیش کر کے علمی دنیا سے "ماہر رضویات" کا خطاب پایا اردو

marfat.com
Marfat.com

نثر کو مذہبی نکتہ سنجیوں سے ہمکنار کر کے قلمکاروں کو نئے انداز نگارش سے روشناس کرایا...... امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ پر جدید انداز میں علمی و تحقیقی کتب کی تصنیف و ترتیب کا شہرہ آپ کے سر ہے۔ جن میں جہازی سائز کا پندرہ جلدوں پر مشتمل عظیم انسائیکلو پیڈیا ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' دنیائے علم و معرفت کے آسمان پر نہایت آب و تاب سے چمک رہا ہے...... اہم معاشرتی مسائل کے حوالے سے ایک بین الاقوامی کتاب سلسلہ شروع کر کے تجدید و احیاء دین کی سعادت حاصل کی۔ تصانیف کے انگریزی، عربی، ہندی، سندھی، فارسی اور کئی زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ تصنیفات و تالیفات کی تعداد ۱۵۰ سے زائد ہے جن میں امام احمد رضا اور ترک موالات، امام احمد رضا علماء حجاز کی نظر میں، جان جاناں، فتاویٰ مسعودیہ، مکاتیب مظہریہ، فتاویٰ مظہریہ، محدث بریلوی، تحریک آزادی ہند اور السواد اعظم، مجدد الف ثانی حالات، افکار و خدمات، آخری پیغام، تمدن ہند پر اسلامی اثرات، جواہر مسعودیہ، مکتوبات مسعودیہ، شیخ احمد فاروقی سرہندی، موج خیال، مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال اور دین فطرت مقبول عام ہیں جو کہ ''www.almazhar.com'' نامی ویب سائٹ پر بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ آپ کی دینی، تبلیغی، تصنیفی، اشاعتی خدمات نیز آپ کے ذاتی اوصاف کی بنا پر شرف ملت شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ جیسی سراپا علمی اور صاحب بصیرت ہستی نے موجودہ دور کا مجدد قرار دیا......

آپ کی نگرانی میں کئی اسکالرز نے پی۔ایچ۔ڈی اور ایم۔فل کیا، آپ دنیا کی اُن چند ممتاز شخصیات میں تھے جن پر اُن کی زندگی ہی میں نہ صرف مقالات و کتابیں لکھی گئیں بلکہ پی۔ایچ۔ڈی کے تھیس لکھا گیا۔ چنانچہ آپ کی حیات اور علمی و ادبی خدمت پر بہار یونیورسٹی (بھارت) سے ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی نے ۱۹۹۷ء میں مقالہ ڈاکٹریٹ تحریر کیا...... اس کے علاوہ آپ کی حیات اور دینی و علمی کارناموں پر متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں......

آپ کی علمی و ادبی، تبلیغی و دینی اور روحانی فیض رسانی کا احاطہ یہاں محال ہے، مزید کے لیے مقالہ ڈاکٹریٹ دیکھ لیا جائے جو کہ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز اردو بازار کراچی نے شائع کر دیا ہے......

marfat.com
Marfat.com

آپ بین الاقوامی علمی واشاعتی اداروں، ادراۂ مسعودیہ کراچی، ادارۂ مظہرلاسلام لاہور، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی اور امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی کے سرپرست جبکہ علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ عالمی ادارہ، الرابطہ انٹرنیشنل پاکستان کے صدر تھے، ان اداروں کے علاوہ ماہ نامہ معارف رضا کراچی سالنامہ مجلہ یادگار مجدد اور مجلہ المظہر کراچی کا تعمیری واشاعتی اور تبلیغی سفر آپ ہی کی رہنمائی میں رواں دواں رہا......

آپ کا چلے جانا ایک عظیم سانحہ ہے جس پر ہر دل پرغم اور ہر آنکھ پرنم ہے...... ویسے تو ہر کوئی جانے کو آیا ہے مگر ہمارا جانا اور ہے، ان کا جانا اور ہے...... ان کا جانا جہان علم کا اٹھ جانا ہے...... وہ عالم باعمل تھے...... علم دین کی بہار عمل سے ہے اور عمل کی بہار اخلاص سے ہے...... وہ سراپا اخلاص تھے...... صاحب عزیمت تھے...... بے مثال شیخ طریقت تھے...... بے نظیر محقق، مصنف، مترجم اور اثر انگیز خطیب تھے...... ان کے آثار علمیہ اور ان کے فرزند و جانشین صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد ان کی یادوں کو ہمیشہ دلوں میں تازہ رکھیں گے...... انشاءاللہ

آہ...... ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ/۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء کی شب وہ گل حیات سے خوشبوں کی طرح چلے گئے ...... اگلے روز بعد نماز فجر وصیت کے مطابق راقم الحروف (فقیر اقبال احمد اختر القادری) نے صاحبزادہ محمد مسرور احمد اور احباب طریقت کی معیت میں سنت غسل ادا کی...... بعد نماز ظہر شاہراہ قائدین سے متصل وسیع گراؤنڈ میں وصیت کے مطابق فرزند و جانشین صاحبزادہ ابو السرور محمد مسرور احمد حفظ اللہ تعالیٰ کی امامت میں ہزاروں علماء و مشائخ، پروفیسرز، اسکالرز و دانشوران قوم اور زندگی کے ہر شعبوں سے تعلق رکھنے والوں نے نماز جنازہ ادا کی پھر کلام امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی برسات سے شرابور یہ قافلہ پرانا قبرستان ماڈل کالونی کے احاطۂ خاندان مجددیہ پہنچا جہاں عاشق صادق کو محبوب حقیقی سے ملاقات کے لیے آغوش لحد میں دے دیا گیا......

دل تو جاتا ہے اُن کے کوچے میں　　جا میری جاں جا جا خدا حافظ

marfat.com
Marfat.com

# میرے محسن! میرے مربی!

# ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ

شاہد احمد مسعودی
ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس پنجاب
0300-9472249

کئی زمانے آئے اور کئی زمانے گئے۔ اللہ کے محبوب بندے ازل سے اس حقیر دنیا کو معطر اور منور کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ابد تک اپنے اس مقدس مشن پر جان نثار کرتے رہیں گے۔ تاریخ پر نظر دوڑاتے ہوئے جب کبھی ایسی پاک طینت ہستیوں پر نظر پڑتی ہے۔ تو دم گھٹتی ہوئی زندگی کو ایک نئی طاقت اور ایک نیا حوصلہ ملتا ہے اور مایوسی کے کالے بادل چھٹ جاتے ہیں۔

پیر طریقت، ماہر رضویات و قطب وقت، محبوب خالق دو جہاں مسعود ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ انہیں عظیم بزرگوں میں سے ایک تھے۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ کے بے مثال مظہر تھے۔ احقر بہت خوش نصیب ہے کہ حضرت مسعود ملت کی مبارک صحبت میں چند گھڑیاں گزارنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ اور ان کی خانگی معاشرتی عالمانہ، صوفیانہ اور انفرادی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ آپ کی تمام زندگی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرقع تھی۔

آپ کلام فرماتے تو لگتا کہ گلاب کے پھول جھڑ رہے ہیں سکوت فرماتے تو ہیبت الٰہی طاری ہو جاتی۔ آپ کی مقدس محبت میں واقعی اللہ جل شانہ کی شان دل و دماغ پر غالب آ جاتی اور ایسا محسوس ہوتا کہ قلب کی غلاظت دھل رہی ہے۔ آپ کے محسنین و مخلصین بروقت اس بات سے ڈرتے رہے کہ کہیں ہم سے کوئی ایسی کوتاہی سرزد نہ ہو جائے کہ قبلہ حضرت صاحب ہم سے ناراض ہو جائیں آپ کی معمولی سی ناراضگی سے ایسا لگتا کہ قیامت ابھی ٹوٹ پڑی ہو۔

آپ اتنے اعلیٰ ظرف اور وسیع القلب تھے کہ کبھی آپ کو غصہ میں نہ دیکھا۔ اور اگر کسی

marfat.com
Marfat.com

سے کوئی غلطی سرزد ہو بھی جاتی تو آپ کمال شفقت اور محبت سے اسے فوراً معاف کر دیتے۔ آپ اپنے مخالفین اور بدخواہوں کا تعاقب نہیں کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا پیکر تھے کہ "برائی کو اچھائی سے ٹالو" آپ مریدین اور احباب کی غلطیوں اور بے پروارینیوں سے درگزر فرماتے۔ مریدین کو اولاد کی طرح سمجھتے اور ان کی ظاہری و باطنی تربیت کا خاص خیال رکھتے کسی کا دل نہ توڑتے اور دوسروں کی مکمل حوصلہ افزائی اور دادرسی فرماتے ایک دفعہ کچھ مریدین آپ کی بارگاہ میں حاضر تھے جب کھانے کیلیے کچھ چیزیں رکھی گئیں تو ایک مرید نے دوسروں کا خیال کیے بغیر کھانے کا آغاز کر دیا۔ دوسرے پیر بھائی اسے ناراضگی اور حیرانی سے دیکھنے لگے کیونکہ ابھی حضرت صاحب نے کھانا شروع نہ فرمایا تھا اور نہ ہی اس کی اجازت دی تھی۔ حضرت صاحب نے صورتحال کو بھانپتے ہوئے فوراً ارشاد فرمایا کہ جب کھانا سامنے لگ جائے تو اس کا حق ہے کہ اسے فوراً کھالیا جائے۔ اس پر سب نے خوش ہو کر کھانا شروع کر دیا۔

حضرت صاحب کی زبان سے کبھی شکوہ شکایت، گلہ یا کسی کی برائی وغیرہ بالکل نہ سنی۔ آپ بروقت راضی برضا رہتے اور اپنی توانائیوں کو صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو بلند کرنے میں صرف کرتے۔ حضرت کی یہ خواہش ہوتی کہ جہاں کہیں کوئی عالم دین یا عاشق رسول ہوتا اس سے رابطہ کیا جائے اور آپ اپنی تصانیف و مطبوعات ان کو ارسال کرتے آپ فرماتے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شخصیات کی بجائے نظریات کو ہدف بنانے کو کبھی کسی کو نام لے کر برا بھلا نہیں کہا۔ حتیٰ کہ جہانگیر بادشاہ جس نے آپ پر مظالم کے پہاڑ توڑ ڈالے تھے۔ اس کو بھی اچھے لفظوں میں یاد کیا۔ آپ کی اس وسعت قلبی اور شفقت و کرم نے جہانگیر جیسے سخت دل سلطان کو بالکل موم کر دیا اور آپ کا یہ روحانی فیض اس کی نسل میں منتقل ہو گیا۔

آپ کی نظر اتنی وسیع تھی کہ لگتا کہ آپ صدیوں آگے تک دیکھ رہے ہیں۔ آپ اللہ اور اس کے رسول کے مخالفوں کا ذکر تو دور کی بات ان کا نام سننا بھی پسند نہ فرماتے۔ ایک دفعہ ایک محفل میں ایک عالم دین بھی آئے ہوئے تھے۔ اور اپنی لکھی ہوئی کتاب بھی ساتھ لائے انہوں نے وہ کتاب حضرت صاحب کو پیش کی اور بتایا کہ یہ کتاب انہوں نے اردو میں بنائی جانے والی فلم کے

marfat.com
Marfat.com

خلاف لکھی ہے۔اس فلم میں اسلام کے خلاف باتیں ہیں۔تو حضرت صاحب نے کتنا بصیرت آموز جواب دیا فرمایا کہ فقیر تو T.V نہیں دیکھتا۔اور اس فلم کے بارے معلوم نہیں تھا۔اب فقیر کے علم میں بھی آ گیا یہ تو آپ نے اس فلم کی تشہیر کر دی۔یعنی اب جتنے لوگ یہ کتاب پڑھیں گے تو انہیں اس فلم کو دیکھنے کا تجسس بھی ہوگا جس میں خلاف اسلام مکالمات ہیں۔آپ کی سوچ مصالحانہ تھی مخالفانہ بالکل نہ تھی۔آپ لوگوں کے دلوں کو جوڑتے۔دشمنی کو دوستی میں تبدیل کر دیتے،نفرت کو محبت میں بدل دیتے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ کی معاونت کرتے تھے۔کتاب لکھنا اور بات ہے اور سچی او محقق کتاب لکھنا اور بات ہے۔مستند حوالوں کو کھنگال کر اور بہترین الفاظ سے مرصع کر کے کتاب لکھنا پل صراط پر چلنے کے مترادف ہے۔اور بعض صوفیائے کرام نے پوری زندگی محنت اور جستجو کر کے صرف ایک یا دو کتابیں لکھیں۔حضرت صاحب نے چند کتابوں پر اکتفانہ کیا بلکہ سینکڑوں کتابیں مقالات اور مضامین لکھے۔اور مختلف موضوعات مثلاً بزرگان دین حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مختلف اختلافی موضوعات پر کتب اور رسالے تحریر فرمائے۔اور علم عمل اور روحانیت کا ایک انوکھا جہاں آباد کر دیا۔آپ کی لکھی ہوئی کتب اتنی ٹھوس اور مستند ہیں کہ آج تک کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کتاب یا رسالے کا رد نہیں لکھ سکا۔آپ کی آرزو تھی کہ آپ اپنے سلسلہ کی بزرگ شخصیت حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک جامع انسائیکلوپیڈیا تحریر فرمائیں۔اللہ سبحانہ نے آپ کی یہ پر خلوص اور فیض رساں خواہش کو پورا کیا اور آپ نے ۱۵ جلدوں پر مشتمل ''جہان امام ربانی'' کے نام سے انسائیکلوپیڈیا مرتب فرمایا اور مارچ 2008ء میں کراچی میں ہونے والی ''امام رضا کانفرنس'' میں پوری دنیا کو آپ نے اپنا علمی سرمایہ پیش فرمایا۔اسی ماہ آپ انڈیا تشریف لے گئے۔مزارات پر حاضری دی اپنے عزیز و اقارب سے ملاقات کی واپس کراچی آئے اور ۲۸،اپریل 2008ء کو خاموشی سے وصال فرما گئے۔

اگر چہ انہوں نے اس دنیا سے ظاہری طور پر پردہ فرمالیا ہے۔لیکن ان کا علمی اور روحانی فیض ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔احقر کا آپ سے تعلق ایسا ہی ہے جیسا کہ

marfat.com
Marfat.com

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

یہ میرے حضرت صاحب کی بلند و بالا شان اور مراتب کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ انہوں نے مجھ جیسے سیاہ کار کو اپنی مقدس نسبت عطا فرمائی۔ اور ان شاء اللہ احقر کو اپنے خالق و مالک سے یہ امید واثق ہے کہ وہ اسی نسبت کے طفیل میرے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ باقی کیا ہمارا عمل؟ اور کیا ہماری عبادت؟ حضرت صاحب نے جانوروں کو انسان بنایا اور انسانوں کو جینے کا سلیقہ سکھایا۔ آپ خاموشی سے لوگوں کے دل بدل دیا کرتے تھے۔ اور مریدین و متعلقین کا تزکیہ نفس فرماتے تھے۔ آپ کا نظریہ تھا کہ قیمتی شے کو پردہ میں رکھا جانا چاہیے۔ اپنی باطنی قوت روحانیت اور تصرف کو چھپاتے تھے اور اخفا سے کام لیتے تھے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب کی شان مخلوق پر آشکار کر دیتا ہے۔ نہ صرف آشکار کر دیتا ہے۔ بلکہ روز بروز اس میں اضافہ فرماتا ہے۔ اور اللہ کی مخلوق کی ان کی طرف ایسی دوڑتی ہے۔ جیسے رزق کی تلاش میں دوڑتی ہے۔ حضرت صاحب اکثر یہ اشعار پڑھتے تھے۔

دو عالم سے بے گانہ کرتی ہے دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

حیات کیا ہے خیال ونظر کی مجذوبی خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناگوں

حضرت فرماتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں خیال بھی دیوانہ ہو جائے۔ اور نظر بھی دیوانی ہو جائے اور یہ نہ سوچے کہ میں یہ کروں گا اور لوگ کیا کہیں گے۔

آپ کے اٹھے ہوئے دست مبارک کی اللہ تعالیٰ لاج رکھتا اور آپ کی دعاؤں کو قبولیت سے سرفراز فرماتا تھا۔ آپ اپنوں کی مدد تو فرماتے ہی تھے۔ غیروں پر بھی کرم کرتے تھے۔ آپ کی پر اثر دعاؤں سے اور کوششوں سے پوری دنیا کے کئی ممالک کی یونیورسٹیوں میں اسلام پر اور اسلام کی شخصیات پر تحقیق کے نئے در کھل گئے۔

احقر پر قبلہ کے اتنے احسانات اور انعامات ہیں کہ تمام عمر ان کا شکریہ بھی ادا کرتا رہوں تو نہیں کر سکتا۔ اور ان کی صفات، مراتب اور مناقب کے بارے لکھنا شروع کروں تو الفاظ ختم ہو جائیں اور زندگیاں ختم ہو جائیں لیکن ان کی خوبیاں ختم نہ ہوں۔

marfat.com

Marfat.com

الختصر احقر حضرت صاحب کی مہکتی اور شاداب زندگی کو اور آپ کے اخلاق حسنہ کو آپ کے ہی الفاظ میں بیان کرنے کی جسارت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اور حضور اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ کو بیان فرمایا'' نکتہ چینیوں سے کوئی نہیں سدھرتا، سدھار محبت کی فراوانی سے ہوتا ہے خلوص سے ہوتا ہے۔ آوازیں کسنے سے نہیں قریب جا کر دلداری وغم خواری سے ہوتا ہے۔ اسی طرز عمل سے سرکار دو عالم ﷺ نے کتنے آہن صفت آن واحد میں پگھلا دیئے۔ اگر آپ کج خلق اور ترش رو ہوتے تو نوجوانان عرب پروانہ وار آپ پر فدانہ ہوتے۔ یہ ساری فدا کاریاں خلق عظیم کی کرامت ہیں۔

ہندوستان کے چار سو ۴۰۰ علماء اہلسنت نے حضرت مسعودِ ملّت کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کی O سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی کے روضہ پر حضرت مسعودِ ملّت کے لیے۔ مغفرت کی دعا کی گئی O ماہنامہ ''کنز الایمان دہلی'' نے ''حضرت مسعود ملت'' نمبر شائع کیا O ماہنامہ ''جہان رضا'' لاہور نے ''ماہر رضویات نمبر'' شائع کیا O

''جہانِ رضا'' سابقہ پندرہ سال سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کے افکار ونظریات شائع کر رہا ہے۔ اس کے اداریئے ''فکر فاروقی'' کے عنوان سے کتابی انداز میں چھپ گئے ہیں۔ یہ گلہائے رنگا رنگ آپ کے مطالعہ کی نگاہوں میں آنے ضروری ہیں۔ قیمت ۳۰۰ روپیہ مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ لاہور سے حاصل کریں۔

اگر آپ علمائے اہلسنت سے ملاقاتوں کے خواہش مند ہوں تو ''مجالس علماء'' مرتبہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کا مطالعہ کریں۔ قیمت ۳۰۰ روپیہ ملنے کا پتہ۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ۔ لاہور

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# یادوں کے چراغ

حضرت مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

پروفیسر ریحانہ شفاعت ناز مسعودی
104/A ہاؤسنگ سوسائٹی
مکلی ٹھٹھہ (سندھ) پاکستان

اچھی یادیں ہمیشہ حسین وقیمتی سرمایہ ہوتی ہیں۔ یہ دل کوتقویت اور دماغ کو مسرور رکھتی ہیں۔ جس طرح سیپ میں موتی پروان چڑھتا ہے۔ اسی طرح یادوں کے چراغ اپنی روشنی پھیلاتے ہیں تو احساسات نمو پاتے ہیں۔

جب پیچھے پلٹ کر دیکھتی ہوں تو روشنی کی کرن نظر آتی ہے۔، جو مجھے اپنے حصار میں لے لیتی ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے۔ کہ روشنی کے اس ہالے نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ یہی روشنی میرے ذہن کے ہر نقش کو منور کر رہی ہے۔

ہمارے ایک عزیز جنہیں ہم سب ظہیر بھائی کہا کرتے تھے۔ ظہیر بھائی میری محنت سے واقف تھے۔ اکثر میرے شوہر شفاعت اللہ خان اور ظہیر بھائی پڑھائی میں میری مدد کیا کرتے تھے۔ ایک دن ظہیر بھائی نے مجھے کہا کہ بی بی آپ اپنے نوٹس پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کو دکھاؤ۔ وہ پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں اور ان کا مضمون بھی اردو ہے۔ وہ ضرور آپ کی رہنمائی کریں گے۔ میں خود ہی آپ کے لیے ٹائم لوں گا۔ دو تین دن کے بعد ظہیر بھائی آئے کہنے لگے کہ میں پروفیسر صاحب کے پاس گیا تھا، لیکن انہوں نے کہا کہ میں عورتوں سے ملاقات نہیں کرتا ہوں۔ اس لیے میں ان سے نہیں مل سکتا۔

ظہیر بھائی نے کہا کہ میں نے انہیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ آپ کی صاحبزادی کے استاد ہیں۔ بہر حال آپ مایوس نہ ہوں۔ اللہ مالک ہے میں آج پھر پروفیسر صاحب کے بنگلے پر جاؤں گا اور آپ کے لیے اجازت طلب کروں گا۔

marfat.com
Marfat.com

ظہیر بھائی کے ذریعے ہی پروفیسر صاحب کے متعلق یہ بھی پتہ چلا کہ آپ کا ہر عمل احادیث شریفہ کی روشنی میں ہوتا ہے۔آپ اللہ والے ہیں اور علمی وادبی لحاظ سے بھی بہت قابل شخصیت ہیں۔جب یہ باتیں سنیں تو ملنے کا اور زیادہ اشتیاق ہوتا۔

آخر کار ظہیر بھائی کی جدو جہد رنگ لائی اور پروفیسر صاحب نے شام چار بجے کا وقت عنایت فرمادیا۔شفاعت صاحب،ظہیر بھائی اور پروفیسر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ پہلے سے ہی ہمارے منتظر تھے۔کمرے میں اس قدر سکون اور روحانیت تھی کہ ہم اُس ماحول میں کھو گئے۔یہ حضرت سے پہلی ملاقات تھی۔کچھ عرصے بعد آپ سے دوسری ملاقات ہوئی۔آپ خوش ہوکر فرمایا کرتے'' آپ تو میری بیٹی کی استاد بھی ہیں''۔

کچھ عرصے بعد آپ کا تبادلہ سکھر ہوگیا۔آپ کے جانے کے بعد آپ کی شخصیت کے بارے میں مزید انکشافات ہوئے کہ آپ تو بہت بلند ہستی ہیں۔ہم تو بدنصیب تھے کہ آپ سے فیض یاب نہ ہوسکے۔

جب میں نے ایم۔فل کا ارادہ کیا تو آپ سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہوگیا۔آپ نے بخوشی مجھے اجازت نامہ جاری کیا کہ ایم۔فل میں، میں آپ کا نگراں بنوں گا۔کچھ ہی عرصے بعد آپ کراچی تشریف لے آئے۔ پھر تو بے شمار ملاقاتیں ہوئیں۔ میری شدید خواہش تھی کہ میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد پر ایم۔فل کروں اور بعد میں پی۔ایچ۔ڈی بھی۔لیکن علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی والوں نے انکار کردیا کہ ہم زندہ شخصیات پر تحقیق نہیں کرواتے ہیں۔ایسی شخصیت یا ایسے موضوع پر تحقیق کریں کہ جس پر پہلے کام نہ ہوا ہو۔ میں نے محترم پروفیسر صاحب سے کہا میرے ذہن میں دو ٹاپک تھے ایک تو آپ کے حوالے سے اور دوسرا امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے۔لیکن یونیورسٹی کی شرائط عجیب ہیں۔آپ فرمانے لگے'' کہ زندہ شخصیت سے تو بھرپور مواد مل سکتا ہے۔وہ اپنے بارے میں زیادہ اچھی طرح معلومات دے سکتے ہے''۔بہر حال اب میری خواہش ہے کہ'' آپ یکتا دہلوی کے مکاتیب کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' پر کام کریں۔

ایک دو موضوعات امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی بتائے۔تین یا

marfat.com
Marfat.com

چار موضوعات بھیجنا تھے۔ کہا گیا کہ امام احمد رضا خان بریلوی پر کافی تحقیق ہو چکی ہے لہذا یکتا دہلوی کے حوالے سے موضوع منظور کرلیا گیا ہے۔

پروفیسر صاحب بہت خوش ہوئے۔ کہ "میری خواہش پوری ہوگئی کہ آپ عبدالواحد یکتا دہلوی پر کام کریں"۔ یکتا دہلوی ایم گم نام شخصیت تھے لیکن اس کے حقدار تھے کہ اُن کے کام کو منظر عام پر لایا جائے۔ پروفیسر صاحب نے بتایا کو" یکتا دہلوی ان کی ہمشیرہ کے سسر تھے دیندار، روحانی، علمی ادبی شخصیت تھے"۔

سچ تو یہ ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایک عظیم مفکر و دانشور تھے استاد ہونے کے ناطے سے بلند درجے پر فائز تھے آپ نے میری بہت رہنمائی فرمائی۔ یکتا دہلوی کے مکاتیب کے حوالے سے ایک ذخیرہ، مکاتیب مجھے عنایت فرمایا اور ساتھ ہی ان کے رشتہ داروں کے ایڈریس بھی مجھے دیے۔ ہر ممکن طریقے سے میری رہنمائی فرما کر مجھ کم علم کو علم عطا فرمایا۔ مشکل کام کو سہل بنادیا۔

آپ وقتاً فوقتاً اپنی کتابیں بھی مجھے عنایت فرماتے رہتے۔ میری بہت حوصلہ افزائی فرماتے کہ "آپ اتنا بڑا سفر طے کر کے علم حاصل کر رہی ہیں"۔

میں محسوس کرتی تھی کہ پروفیسر صاحب بہت مہمان نواز ہیں۔ اپنے ہاتھ سے چیزیں اٹھا کر مہمانوں کو پیش کرتے ہیں۔ شرافت، سادگی اور شائستگی کا پیکر ہیں۔ گفتار دلنشین، مظہری شان کا حقیقی مظہر دنیا کے بہترین مذہبی وادبی رسائل آپ کی عظمتِ تحریر کے قائل ہیں۔ آپ میں تصنع نام کو نہیں تھا۔ شہرت سے ہمیشہ دور بھاگتے تھے۔ سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ آپ کے دل میں جو عشق مصطفیٰ ﷺ موجزن تھا وہ اپنی مثال آپ تھے کیونکہ آپ کی تحریریں اس کا واضح ثبوت ہیں۔ آپ کی بلندی اور بزرگی آپ کی صورت اور سیرت سے ظاہر ہوتی تھی۔

جب بھی میں آپ کے دولت خانے پر گئی آپ بے حد خوشی و مسرت سے اپنے اہل خانہ سے ملاقات کرواتے اور سب بڑی خوشی اور گرم جوشی سے ملا کرتے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے حضرت امام احمد رضا بریلوی پر بہت کام کیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے زورِ قلم سے حضرت امام احمد رضا بریلوی کے علمی، تحقیقی اور مذہب حنفی پر اپنی فقید

marfat.com
Marfat.com

المثال تحریروں کا لوہا غیروں سے منوایا۔ آپ کو'' ماہرِ رضویات'' کے نام سے جانا جانے لگا۔
جہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا ذکر ہو، اور آپ کا ذکر نہ ہو، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ کی
تصانیف، مقالات، تحقیقات، تالیفات اور مکاتیب پڑھ کر اہل سنت کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔
آپ کا کیا ہوا کام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ یہ کام اب ہندو پاک کی سرحدوں سے نکل کر بیرونِ
ممالک تک پہنچ چکا ہے۔ آپ کے کئے ہوئے کام سے لوگوں کے ذہن و قلم منور ہوئے۔ آپ
۱۹۵۷ء سے مسلسل لکھ رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی لکھنے پر آمادہ کر رہے تھے۔ اور ان
سے بحسن و خوبی یہ کام لے رہے تھے۔

آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ حقائق کو بے لاگ پیش کرتے تھے۔ نہ کسی کی
دل آزاری ہوتی نہ کسی کی تذلیل، کیونکہ محققانہ انداز فکر کے ساتھ ساتھ آپ غیر متعصب قلب و نظر
بھی رکھتے تھے اور یہی چیز ایک محقق کے شایانِ شان بھی ہے۔

آپ روشنی کا ایسا عظیم مینار تھے جو کہ اپنی روشنی سے بہت لوگوں کو منور کر رہا تھا اور یہ مینار
تصوف کی روشنی سے مالا مال تھا۔

حضرت زمینی نشست کو پسند فرماتے، سب سے پیار و محبت اور بھرپور خلوص سے ملتے۔
بچوں پر خاص نظر عنایت کرتے۔ آپ کا مسلک محبت تھا دیگر فرقے کے لوگوں کیلئے فرمایا کرتے'' یہ
اپنے ہی لوگ ہیں، بس ذرا ادھر اُدھر ہو گئے ہیں''۔ سبحان اللہ! وسعتِ قلب و نظر دیکھئے کہ کسی کی
برائی مطلوب نہیں۔ کتنی چاہت سے فرمایا: ''یہ اپنے ہی لوگ ہیں بس ذرا ادھر اُدھر ہو گئے ہیں''۔

ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے میں سوچا کرتی کہ اتنی بلند شخصیت لیکن انداز عاجزانہ،
مخلصانہ اور نہایت پُر وقار تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کا تعلق ایسے خانوادے سے تھا جو علمی وادبی اور
روحانی مرتبے کی بلندیوں پر تھے، جس کی پرچھائیں آپ میں بخوب نظر آتی تھی۔

آپ کی ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ آپ خط کا جواب فوراً دیا کرتے اور جواب پا کر پڑھنے
والا نہال ہو جاتا۔ آپ کی تحریروں میں اپنائیت کا احساس اور حسن اخلاق پڑھنے والے کو ضرور متاثر
کرتا۔ پڑھنے والا یہی سمجھتا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میری رہنمائی فر

marfat.com
Marfat.com

مار ہے ہیں۔جبکہ آپ کا یہ انداز سب کے ساتھ یکساں تھا۔

میں اکثر کہتی کہ حضرت بہت مصروف رہتے ہیں۔خط کا جواب دینا (جو کہ ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں آسان نہیں ہے۔کچھ عرصہ خط نہ لکھتے۔کبھی کبھار فون پر خیریت معلوم کر لیتی، لیکن کچھ ہی عرصہ بعد پھر طبیعت حضرت کا خط پڑھنے کیلئے مچل اٹھتی۔یوں خط وکتاب کا سلسلہ پھر جاری ہو جاتا۔

میرے بچے جب آپ سے شرعی مسئلے پوچھا کرتے تو آپ بہت توجہ سے سنتے اور محققانہ وعالمانہ انداز سے جوابات سے نوازا کرتے۔اکثر مزید ہدایات بھی فرماتے۔

آپ کی زندگی کا ہر گوشہ سنت کی پیروی کا آئینہ دار ہے۔آپ سے مل کر، آپ سے بات کر کے طبعیت فرحت محسوس کرتی اور یہ اثر کئی دن تک قائم رہتا۔

ایک دن ہمارے یہاں میلاد شریف کی محفل تھی، میں نے حضرت کی لکھی ہوئی کتاب ''درودتاج قرآن وحدیث کی روشنی میں'' سے اقتباسات حوالہ جات کے ساتھ خواتین کو سنائے، سب نے بہت عقیدت اور خاموشی سے سنے۔یکدم میرے دل میں خیال آیا کہ میں حضرت کو خط میں لکھ کر بتاؤں گی کہ میں نے آپ کی کتاب سے اقتباسات پڑھ کر سنائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو'' درودتاج کے فضائل'' کے بارے میں آگاہی ہو، اور سب فیض حاصل کر سکیں۔

میلاد کی محفل ختم ہوئی تو بچوں نے بتایا کہ کراچی سے مسرور بھائی کا فون آیا تھا۔انہوں نے بتایا ہے کہ ہم لوگ کل ٹھٹھہ آرہے ہیں۔یہ سن کر ہم سب بہت خوش ہوئے۔حضرت، مفتی عبدالباری خطیب شاہجہانی مسجد ٹھٹھہ کے بزرگوار والد مفتی عبداللطیف مرحوم کی برسی میں شرکت کیلئے تشریف لارہے تھے میرے بیٹیوں سے بھی ارشاد فرمایا کہ وہ بھی وہاں پہنچ جائیں۔ہم سب بہت مسرور تھے کہ حضرت کے قدم مبارک ضرور غریب خانے پر آئیں گے۔

شام چھ بجے حضرت مسعود ملت، صاحبزادہ محمد مسرور احمد، محترم جاوید اقبال مظہری، یونائیٹڈ بیکری کے مالک اور دیگر معزز صاحبان کے ساتھ ہمارے غریب خانے پر جلوہ افروز ہوئے۔ خواب میں جس جگہ میلاد شریف ہو رہا تھا اُسی جگہ بیٹھے۔کیا روحانی منظر تھا ہر طرف فضا معطر تھی۔ہم

marfat.com
Marfat.com

سب اندر زنان خانے میں جذب کی ایک کیفیت میں مبتلا تھے یہ ایک روحانی کیفیت تھی جو ہم سب پر طاری تھی۔ حضرت کی خدمت میں شجاعت اللہ خان نے میری کتاب ''عقیدتوں کا سفر'' پیش کی (جو کہ حضرت نے خود اپنے دستِ مبارک سے پریس بھجوائی تھی) آپ نے کتاب کی رونمائی کی اور حاضرین میں کتابیں تقسیم کروائیں۔ دعا کروائی گئی۔

حضرت اندر زنان خانے میں مجھ سیاہ کار سے ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ میرے نصیب جاگے مجھے ''عقیدتوں کے سفر'' کی اشاعت پر مبارکباد دی۔ آپ سے بہت باتیں ہوئیں۔ میں نے آپ کو ''درود تاج'' کی کتاب کے بارے میں بتایا کہ میں نے آپ کی لکھی ہوئی باتیں سب کو پڑھ کر سنائیں۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ فرمایا: ''یہ بہت ضروری ہے''۔ پھر فرمایا ''جو لوگ اختلاف کرتے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ دلائل سے ایک ایک بات بتائی جارہی ہے''۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے دونوں بیٹیوں کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ایم۔ فل ۱۹۹۴ء میں نمایاں حیثیت سے پاس کر چکی تھی۔ اب گاہے بگاہے حضرت سے ملاقات کیلئے چلے جاتے تھے۔ یہ بات ۲۰۰۷ء کی ہے جب ہم حضرت سے ملنے گئے۔ آپ نے مجھے اپنی بہت سی کتابیں عنایت فرمائیں۔ اور فرمانے لگے۔ ''المظہر'' میں آپ کے مضامین خوب چھپ رہے ہیں یہ قلمی تعاون جاری رکھیئے گا''۔ میں حیران تھی کہ کہاں حضرت کا بلند درجہ اور کہاں میرا قلمی تعاون؟ معمولی حیثیت میں چھوٹی سی کوشش کر دیا کرتی تھی۔ جسے حضرت نے بہت سراہا۔ میں نے حضرت کی عنایت کی ہوئی کتابوں کو رشک سے دیکھتے ہوئے عرض کیا: ''سر، میرا بہت دل چاہتا ہے کہ میری بھی کتاب چھپے''۔ حضرت مسکرائے اور فرمانے لگے: ''آپ کی بھی کتابیں چھپیں گی''۔ یہ حضرت کی ایسی کرامت تھی جو میں نے اور میرے اہل خانہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ آپ کی دعاؤں کے نتیجے میں میری پانچ کتابیں آگے پیچھے پریس پہنچ گئیں۔ ایک کتاب ''عقیدتوں کا سفر'' (عمرے کا سفرنامہ) تو خود حضرت نے پریس بھیجی۔ یہ میری بڑی خوش قسمتی تھی کہ آپ نے میرے لیے ایک علمی راہ متعین کر دی اور اس عملی سفر کیلئے ایک دروازہ کھل گیا۔

''عقیدتوں کا سفر'' لکھنے سے پہلے میں غزلیں، نظمیں حمدیہ اور نعتیہ کلام لکھ رہی تھے۔ اخبارات

marfat.com
Marfat.com

ومیگزین میں بچوں کی کہانیاں اورافسانے چھپ رہے تھے شاعری کی سات کتابیں لکھ چکی تھی۔

ماہ ربیع الاول ۲۰۰۸ء میں حضرت ہمارے گھر تشریف لائے تو بہت سی کتابیں، مٹھائی قسم قسم کی نمکو، اور آپ کے یہاں جو میلاد شریف ہوئی تھی اُسکی مٹھائی کے چار ڈبے لے کر آئی۔'' مجھ سے فرمایا'' یہ آپ کا حصہ ہے۔'' دیکھئے حضرت نے مجھے یہاں بھی یاد رکھا۔ اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔

جب میں نے حضرت کو بتایا کہ میں نے بچوں کیلئے اصلاحی کہانیاں اور خواتین کیلئے سبق آموز کہانیاں افسانوں کا نام دے کر لکھی ہیں اور دونوں کتابیں چھپ رہی ہے۔ فرمانے لگے۔'' یہ بہت ضرورت تھی۔ اس کی بہت ضرورت تھی۔ بچوں کے ادب کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی جا رہی''۔ میں نے بتایا کہ ایم۔فل کا مقالہ'' یکتا دہلوی'' کے مکاتیب کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ بھی چھپ رہا ہے۔ حضرت بہت خوش ہوئے۔ اکثر مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ'' ایم۔فل کا مقالہ چھپوایئے۔ حالانکہ یونیورسٹی والوں کو چھپوانا چاہیے۔'' میں یہ سوچ کر خاموش ہو جاتی تھی کہ اپنے وسائل نہیں تھے۔ اب جو حضرت نے مقالے کی اشاعت کے بارے میں سنا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا'' خیال رکھیئے گا بہت احتیاط سے کام ہو۔''

حضرت ایک ماہ قبل بھی فون پر کہہ چکے تھے کہ آپ سب کو بہت یاد آ رہی ہے۔ ٹھٹھہ آنے کا پروگرام ہے۔ ہم سب بہت خوش تھے۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ ربیع الاول کے مہینے میں حضرت سے یہ الوداعی ملاقات ہے۔

حضرت کے وصال کا ذکر کرتے ہی کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ آنکھیں نیر بہانے لگتی ہیں:

بے بس ہو کر، آنکھیں چھلک رہی ہیں
یادوں کے چراغ بن گئے جناب مسعود ملت
یہ جانتے ہوئے بھی ناز، وصال مسعود ہے حکم ربی
سہا نہیں جاتا، داغ مفارقت جناب مسعود ملت

یہ سب کیفیت حضرت سے روحانی رشتہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ علمی و ادبی رشتہ تو تھا ہی

marfat.com
Marfat.com

ن روحانی رشتہ بہت مضبوط ہو گیا تھا۔

آہ! عالم اسلام ایک ایسی مقتدر شخصیت سے محروم ہو گیا جو ''گوہر نایاب تھے۔'' ایسی
ـیات روز، روز جنم نہیں لیتیں۔ آپ کی شخصیت تصوف کی روشنی کا وہ بلند مینار تھی جو اپنی روشنی سے
ن دلوں کو تڑپتی اور سسکتی تشنہ روحوں کو سیراب کر رہی تھی۔

اپنا تمام کام مکمل کر کے رضائے الٰہی سے پُرسکون انداز میں اپنی آخری منزل کی جانب
ں رواں ہو گئے۔ روانگی سے قبل ٹھٹھہ میں مکلی کے صوفیائے کرام کے مزارات پر حاضری دی گویا
ـمت کی اجازت طلب کی۔ سبحان اللہ ''اللہ والوں کے انداز کس قدر اللہ والے ہوتے ہیں اور یہ ہم
ب نے دیکھ لیا۔

حضرت کے سوئم میں ہم سب نے شرکت کی۔ اہل خانہ سے افسوس کرتے ہوئے میرے
ط کے بند ٹوٹ گئے۔ میرے ساتھ ساتھ سعدیہ بھی سسک پڑیں۔ ہم دونوں کا غم مشترکہ تھا۔ میں
ت غم میں نڈھال ہو رہی تھی۔ حضرت کی اہلیہ نے کافی دیر تک اپنے کندھے سے لگائے رکھا آپ
ـ نزدیک ہی غالباً حضرت کی پھوپی زاد بہن بھی تشریف رکھتی تھی۔ دونوں نے بیک زبان کہا کہ
پ کا حضرت سے روحانی رشتہ تھا۔ اسی لیے کیفیت میں یہ شدت ہے۔

عزیزی محمد مسرور احمد سے کوشش کے باوجود ملاقات نہ ہو سکی۔ البتہ ان کی اہلیہ سے تعزیتی
ـات ہوئی۔ رات گئے والدہ محمد مسرور احمد سے اجازت طلب کی۔ ہماری مجبوری دیکھتے ہوئے
ت مشکل سے اجازت دی۔ ہم سب ٹھٹھہ کی طرف غم زدہ دل کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

شجاعت گاڑی ڈرائیو کر رہے تھے۔ دردانہ سے باتیں کر رہی تھی۔ میری آنکھ لگ گئی۔
ـ نے دیکھا حضرت کھڑے ہیں اور اپنا دست مبارک میری طرف بڑھایا ہے۔ میں نے بھی اپنا
ر آگے بڑھایا۔ نامعلوم یہ نیند کا جھونکا پانچ منٹ کا تھا یا دس منٹ کا۔ کتنی دیر نیند کی کیفیت رہی۔
ب آنکھ کھلی تو میرا ہاتھ اُسی طرح سے اوپر اٹھایا ہوا تھا۔

کئی روز تک یہی کیفیت رہی آنسو امڈ امڈ کر آنکھوں میں بہنے لگتے۔ حالتِ نماز میں بھی
کیفیت رہتی۔ دل کو سمجھانا بہت مشکل تھا۔ آپ کی کمی شدت سے محسوس ہوتی یہ ایک ایسا خلاء تھا جو

marfat.com
Marfat.com

پر نہیں ہو سکتا تھا۔

نشانِ پا، ہے آپ کا، ہم سب کا سنگِ میل
نقشبندی فیض دریا ہیں، جنابِ مسعودِ ملت
عمل سے نہ خالی ہو، اب جھولی، ہماری
کچھ نہ تھے جو، انہیں بنا گئے جنابِ مسعودِ ملت

وجاہت کی اہلیہ کی طبیعت خراب تھی۔ اسی رات خواب میں وجاہت نے دیکھا کہ حضرت تشریف لائے ہیں اور قلم یا کتاب وجاہت کو دے رہے ہیں۔

آپ کی تعلیمات اور آپ کی رہنمائی ہم سب کے لیے قیمتی سرمایہ ہیں۔ آپ زندہ دا ہیں اور ولی کبھی مرا نہیں کرتے۔ آپ کی نسبت سے جتنے آپ کے خلفاء مریدین، آپ کے چا والے اور تمام اہلِ خانہ کے غم میں ہم سب برابر کے شریک ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ عارضی جدائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسمی طور پر دنیا سے آپ کا کام مکمل فرما دیا، لیکن باطنی طور پر حضرت اب بھی ہم سب کے درمیان موجود ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد عالم باعمل تھے۔ آپ نے جو کچھ بھی لکھا، باحوالہ اور دلائل روشنی میں لکھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے علم کے دریا میں اپنی تمام زندگی گزار دی ا ایسے ایسے گوہر نایاب دنیا تک پہنچائے کہ تا قیامت دنیا آپ کے اس احسان تلے دبی رہے گی۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ پر اتنا عظیم کام کیا کہ دنیا کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ عالم اسلام آپ کی قابلیت اور بلند درجے کا معترف ہو گیا۔ آپ نے کبھی اپنی شہرت یا ذاتی فائدے کیلئے کوئی کام نہیں کیا بلکہ دوسروں کو آگے بڑھاتے رہے اور آگے بڑھنے کا موقع دیتے رہے۔ بہت لوگوں کی ترقی کی راہیں متعین کر دی کہ منزل پر پہنچنے والا ورطۂ حیرت سے اپنے محسن کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جائے اور جب کڑی سے کڑی ملائے تو بات سمجھ میں آجائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ اس کے لیے کتنا بڑا وسیلہ بنایا ہے۔

آپ کے والد حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مظہر اللہ قدس سرہٗ شاہی جامع مسجد فتح پور

marfat.com
Marfat.com

کے خطیب وامام تھے۔ زہد وتقویٰ میں یکتائے روزگا، اپنی مثال آپ، سچے عاشق رسول ﷺ۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا تعلق عظیم علمی اور روحانی خاندان سے ہے۔ آپ نسبی صدیقی
ہیں۔ اور والدہ محترمہ سیدہ تھیں۔ آپ نے قرآن پاک کی تعلیم اور عربی وفارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے
والد محترم مفتی اعظم حضرت مولانا محمد مظہر اللہ قدس سرہٗ سے حاصل کی۔ انہی کی علمی رہنمائی کے
اثرات آپ کی شخصیت پر گہرے تھے۔ آپ کا پورا گھرانا شریعت وطریقت وسنت میں مقبولیت کے
درجے پر فائز تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے تمام بھائی بھی اصحاب علم وعمل اور خاندان کیلئے
باعث عزت وتوقیر کا باعث تھے یہ عزت وتوقیر اللہ رب العزت کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ وہ جسے
چاہے نواز دے جسے چاہے دھتکار دے۔

آپ نے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو منظر عام پر لانے کیلئے عمر تمام کردی اور دنیا آپ
کے اس کارنامے پر فخر کرتی ہے۔ آپ کو "ماہر رضویات" "مسعودِ ملت" کے خطابات سے نوازا گیا۔
آپ فرماتے تھے۔ کہ "امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر تحقیق مشکلات کے حل کیلئے نسخہ کیمیا ہے۔"

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کسی بھی تحقیق پر آپ کے اسمِ گرامی کا ثبت ہونا
اس کے بلند اور تحقیق معیاری کی ضمانت سمجھا جاتا تھا۔

آپ کی عظیم شخصیت پر دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں سے اساتذہ نے تحقیق کی ہے۔ آپ پر
تحقیق ہو رہی ہے بلکہ رہتی دنیا تک آپ پر اور آپ کے عظیم کارناموں پر تحقیق ہوتی رہے گی۔
دنیائے اسلام اپنے اس محسن اعظم کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔

سلام، اہل سُنّت کی بہار سلام سلام، اہل حق کے شہسوار سلام

marfat.com
Marfat.com

# حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! خیریت نیک مطلوب! یادگار رضا ۲۰۰۸ء مع چند مطبوعات

ارسال ہیں وصولیابی کی اطلاع ضرور دیں۔

مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ کا ارتحال دنیائے علم وفن کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ وہ خلوص و ایثار

کے پیکر تھے راقم پر بڑے مہربان تھے۔ جب اپنوں کی ستم آرائی عود کر آئی تو مسعود ملت کے حوصلہ

افزا جلوئے نے سہارا دیا اور بروقت راہنمائی فرمائی وہ سفیر فکر رضا تھے۔ افکار رضا کے فروغ کے لئے

علمی انداز میں کام کیا اور ارباب علم کو متاثر کیا۔ ان کے مقالات وکتب میں جہان علم آباد ہوا۔ فکر رضا

دل کی دھڑکن بنادیا۔ حوصلوں کو جلادیا۔ وہ فرد واحد تھے لیکن پوری اکیڈمی کا کام تنہا انجام دیا۔ بلکہ ان

کی تحریک وترغیب پر درجنوں اشاعتی ادارے قائم ہوئے اور آج مشن رضا اپنے انوار لٹا رہا ہے۔

مرکزی مجلس رضا لاہور، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اور دوسرے رضویات کے

اداروں کی شکل میں اور امام احمد رضا قدس سرہ پر جس کام کی انہوں نے بنیاد ڈالی وہ بڑھتا ہی رہے گا

رکے گا نہیں۔ اس میں فراز ہی فراز ہے۔ اس راہ میں نشیب کا گزر نہیں اس لیے کہ رضویات پر تحقیق

کی بنیاد خلوص پر ہے۔ صداقت پر ہے اور اس میں دوام ہے۔ اس وجہ سے تعلیمات امام احمد رضا سے

استفادہ بڑھتا ہی رہے گا۔ ''نوری مشن (انڈیا)'' کے زیر اہتمام مسعود ملت کے متعدد مقالات

بعد دیگرے شائع ہوں گے۔ جو بعد اشاعت۔ آپ کی خدمت میں ارسال کیے جائیں گے۔

نوری مشن اور جامعہ لرضا برکات العلوم کے ارکان واعوان نے سلام عرض کیا

بالخصوص مجاہد سنیت الحاج محمد سعید نوری مدظلہ العالی بانی رضا اکیڈمی کا بھی سلام قبول فرمائیں۔ ج

رضا کی رضا زیارت سے کئی ماہ محروم ہوں۔

احقر غلام مصطفےٰ رضوی

موبائل:091-9325028586

marfat.com

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ المعروف مسعود ملت و ماہر رضویات پر ایک مختصر مگر جامع مقالات کا مجموعہ شائع کرنے پر ارکان جہانِ رضا لاہور کو ادارہ آغوش محمد ﷺ کے چیئرمین علامہ عبدالحق ظفر چشتی نے مبارکباد کا پیغام دیا ہے۔ علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے ڈاکٹر صاحب مرحوم پر چند لکھنے والوں کے قلم کی تابنا کی کو "جہانِ رضا" کے صفحات پر بکھیر کر نہ صرف جہانِ رضا میں اپنے اہل علم قارئین کو خوش کر دیا ہے۔ بلکہ حقیقت شناس اور حقیقت آشنا حضرات پر احسان عظیم کیا ہے۔ موجودہ اشاعت میں جن مضامین کو آپ نے حرفاً حرفاً پڑھا ہے۔ دادِ تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکے۔

علامہ فاروقی صاحب کا خود اپنا مضمون آنکھوں دیکھا حال اور آپ بیتی کا حسین امتزاج ہے محمد کاشف اسلام آف عارف والا نے اختصار میں کہکشاں بھر دی ہے۔ شاہد احمد مسعودی ڈپٹی سپرنڈنٹ پولیس نے اپنی کہانی بیان نہیں کی۔ چند مہکتے پھول اٹھا کر صحن قرطاس میں سجا دیے ہیں۔ ایک گمنام شخصیت کے مضمون میں مصنف واقعتاً اپنا نام کمایا ہے۔

تفصیلی تبصرہ تو بعد میں رقم کیا جائے گا۔ سرِ دست اہل محبت سے درخواست ہے اپنی مقبول ترین دعاؤں کی ادا میں فاروقی صاحب کو لپیٹ کر محفوظ کر لیں تاکہ تا دیر ہمیں ایسی نعمتوں سے نوازتے رہیں۔

حافظ محمد عامر چشتی

مصطفےٰ آباد لاہور

۰۸/۷/۰۹

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالخالق سعیدی عارف والا

ڈاکٹر مسعود احمد کی پیدائش ایک معروف دینی خاندان مفتی شاہ مظہر اللہ دہلوی کے گھر ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۴۹ھ بمطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو ہوئی۔

آپ کی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل آپ کے نانا جان نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ان کی بیٹی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو عالم اسلام میں نام پیدا کریگا۔ وہ بیٹی حضرت مسعود ملت کی والدہ ماجدہ تھیں، اس پیدائش کے ساتھ ہی آپ کی پیشانی پر سعادت مندی کے آثار ہویدا تھے۔ حضرت مسعود ملت جب بولنے کی عمر کو پہنچے تو والد گرامی نے اپنی تربیت میں تعلیم کا آغاز فرمایا قرآن پاک والد گرامی نے پڑھایا جو جامع مسجد فتح پوری دہلی کے امام تھے۔

۱۳ شوال المکرم ۱۳۵۹ھ بمطابق ۱۴ نومبر ۱۹۴۰ء میں آپ کے جد امجد کے قائم کردہ مدرسہ عالیہ عربیہ جامع مسجد فتح پوری دہلی میں داخل ہوئے۔ ۱۹۴۵ء تک مسلسل پانچ سال تک فارسی، عربی علوم وفنون اپنے والد سے حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۴۶ سے ۱۹۴۷ تک اورینٹل کالج دہلی سے تعلیم حاصل کی۔ اس دوران تقسیم ہند کے نتیجے میں ہونے والے خون ریز فسادات نے حالات کو زیروزبر کردیا جس کا اثر مسعود ملت کے خاندان پر بھی ہوا۔

انہیں نازک حالات میں آپ نے ۱۹۴۸ء میں مشرقی پنجاب یونیورسٹی شملہ سے فاضل فارسی کا امتحان پاس کیا۔

والدہ ماجدہ ۲۰ جون ۱۹۴۷ء کو وصال فرما چکی تھیں۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا منظور احمد حیدرآباد، سندھ میں سخت علیل تھے۔ آپ کو بھی حیدرآباد ان کی تیمارداری کے لیے ۱۹۴۸ء میں آنا

marfat.com
Marfat.com

پڑا پہلے شفقت مادری سے محروم تھے اب شفقت برادر سے بھی بظاہر محروم ہو گئے۔

کراچی آباد ہونے سے پہلے آپ پندرہ سال ۱۹۴۹ء سے ۱۹۶۴ء تک حیدر آباد میں اپنی بڑی ہمشیرہ اور برادر بزرگ مفتی مظفر احمد اور پھوپی جان کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ بھائی کے انتقال کے بعد بھی آپ نے ہمت نہ ہاری البتہ حالات کے تقاضوں سے مجبور ہو کر عارضی طور پر تعلیم کا رخ بدل گیا۔

۱۹۵۱ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اسی سال لیوپولڈ اسد کی انگریزی کتاب کے بعض ابواب کا اردو میں ترجمہ کیا بعنوان "اسلام دوراہے پر" پھر ۱۹۵۶ء میں بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔

اساتذہ کرام ہمیشہ آپ کی غیر معمولی ذہانت و قابلیت کے معترف رہے ۱۹۵۸ء میں آپ نے حیدر آباد یونیورسٹی سے ایم اے پاس کیا۔ علوم شرقیہ کے امتحانات نیز ایم اے اور ایم ایڈ کے امتحانات میں اول پوزیشن حاصل کر کے گولڈ میڈل اور سلور میڈل سے نوازے گئے۔

## پی ایچ ڈی کی ڈگری

ڈاکٹر مسعود احمد نے اپنے تعلیمی سفر کو جاری رکھتے ہوئے پی ایچ ڈی کے لئے اردو زبان میں اپنا گرانقدر مقالہ "اردو میں قرآنی تراجم و تفسیر" کے عنوان سے پایۂ تکمیل کو پہنچایا یہ مقالہ ٹائپ شدہ ۷۴۶ صفحات پر مشتمل ہے، ۱۹۷۱ء میں سندھ یونیورسٹی حیدر آباد سے اسی مقالے پر آپ کو پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی۔ اس حسین موقع پر صدر شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اپنے اس شاگرد رشید (ڈاکٹر مسعود احمد) کو ان تعریفی کلمات سے نوازا:

"میری پوری مدت ملازمت میں وہ میرے سب سے بہتر شاگرد رہے ہیں، میں ان پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہوں ان جیسے باوقار با کردار اور باصلاحیت طلباء موجودہ حالات میں خال خال نظر آتے ہیں۔ ۸ فروری ۱۹۷۱ء کو انہیں پی ایچ ڈی کی ڈگری کا مستحق قرار دیا گیا اس وقت تک ان کے متعدد بلند پایہ تحقیقی مقالات شائع ہو چکے تھے۔ آپ ان محققین میں سے ہیں جن پر فضلاء اعتماد کر سکتے ہیں

marfat.com
Marfat.com

اور جن پر کسی یونیورسٹی کو فخر ہوسکتا ہے میری دعا ہے کہ وہ زندگی میں کامیاب و بامراد رہیں۔

## اساتذہ کرام

جن جن اساتذہ نے حضرت مسعود ملت کو محنت و مشقت سے پڑھایا اور جن کی بدولت آپ ملک و بیرون ملک غیر معمولی شہرت کے حامل ہوئے ان کے نام سلسلہ وار درج ہیں۔

### درس نظامی:

۱۔حضرت مفتی شاہ محمد مظہر اللہ صاحب دہلوی
۲۔مولانا محمد شریف اللہ صاحب
۳۔مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب
۴۔مولانا ولایت احمد صاحب
۵۔مولانا عبدالرحمٰن صاحب
۶۔مولانا سجاد حسین صاحب
۷۔مولانا عبدالقادر صاحب
۸۔مولانا ناصر خلیق صاحب
۹۔مولانا عبدالحنان صاحب

۱۔ بچپن میں قرآن کریم کے ساتھ ساتھ حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہار شریعت سے اردو پڑھنا سکھایا، گلستان سعدی سے فارسی پڑھنا سکھایا، عربی کی ابتدائی کتابیں بھی ساتھ ساتھ پڑھاتے رہے۔ پھر درجہ ثانیہ سے درجہ سادسہ تک ساری کتابیں مدرسہ عالیہ مسجد فتح پوری میں پڑھیں۔

۲۔ مولوی محمد شریف اللہ اور مولوی اشفاق الرحمٰن کاندھلوی۔ ابو الاعلیٰ مودودی کے بھی اساتذہ میں تھے۔ مودودی صاحب نے مدرسہ عالیہ عربیہ مسجد فتح پوری میں ۲۸۔۱۹۲۶ء میں ان دونوں حضرات سے پڑھا تھا۔ (تذکرہ سید مودودی۔ص ۹۴۴، ۹۴۷ مرتبہ از خلیل احمد رانا)

### علوم شرقیہ:

۱۔پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب
۲۔پروفیسر غلام مرتضیٰ صاحب
۳۔پروفیسر ڈاکٹر رشید اللہ خان صاحب
۴۔پروفیسر ڈاکٹر سید یحیٰی احمد ہاشمی صاحب

marfat.com
Marfat.com

۵۔ پروفیسر عبدالرشید صاحب

**عادات واطوار**: علوم متداولہ پر عبور کی شہرت نے ڈاکٹر مسعود احمد کو ہر ایک کی نظر میں محبوب ومحترم بنا دیا، ۱۹۵۹ء میں آپ کالج میں شعبہ اردو کے لیکچرار ہو گئے، آپ کا طرز تدریس نرالا تھا، مخلصانہ ومشفقانہ انداز میں درس دیتے۔ جس سے طلباء کے ذہنوں میں اصل موضوع راسخ ہوتا چلا جاتا، کلاس میں پڑھایا ہوا مضمون برسوں یاد رہتا اور تلامذہ آپ سے شرف تلمذ پر فخر کرتے، آپ کے شاگردوں کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہوتا تھا۔ انتظامی امور اور علمی مشاغل میں ممتاز صلاحیتوں کی وجہ سے ارباب کالج کی نظر انتخاب آپ پر پڑی اور آپ کالج کے صدر شعبہ اردو مقرر کیے گے۔ ذمہ داریوں کی انجام دہی میں آپ نے صداقت ودیانت کا جو بے مثال مظاہرہ فرمایا اس سے آپ کی قدر ومنزلت افسران اور اسٹاف کی نظروں میں دوبالا ہوگئی، چند ہی سال میں آپ کالج کے پرنسپل مقرر فرما دیے گئے۔ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۹۲ء تک صوبہ سندھ کے چھ متعدد کالجوں میں اسی عظیم منصب جلیل پر فائز رہے۔ حکومت پاکستان آپ کی امانت، دیانت، قابلیت اور حسن انتظام کیلئے ہمیشہ آپ کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتی رہی، ملازمتی زندگی کے آخری ایام میں آپ کراچی میں وزارت تعلیم کے دفتر میں ایڈیشنل سیکریٹری کے عظیم عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ نے چند ماہ بڑے لگن کے ساتھ اس دفتر میں کام کیا اور مختصری مدت میں بہت سارے امور کو پورا کر دیا، آپ سکھر کے پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج اینڈ پوسٹ گریجویٹ سینٹر کے منصب سے ریٹائر ہوئے۔ آپ نے ملازمت کی طویل مدت میں کبھی بھی اپنے عظیم منصب کا بے جا استعمال نہیں فرمایا بلکہ پوری مستعدی کے ساتھ کالج کی خدمت کو اپنا فرض اولین سمجھا۔

### مقبولیت

پروفیسر صاحب کی مقبولیت اور احترام جتنا کالج میں تھا اتنا ہی گھر میں اور رشتہ داروں میں تھا سب سے یکساں سلوک کرتے تھے۔ مسعود ملت نے سنت نبوی کی مکمل پیروی کی جس کے نتیجے میں آپ کامیابیوں سے ہم کنار ہوئے۔

marfat.com
Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کی زندگی کے ان پہلوؤں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ڈاکٹر صاحب نے سادگی کو اپنا شعار بنایا، وہ سیدھے سادے کپڑے پہنتے اور اکثر زمین پر سوتے، زمین پر ہی علمی کام کرتے، گھر کا سودا سلف بھی اکثر خود لے آتے مہمانوں کی میزبانی کرتے، خواہ غریب ہو یا امیر...... آنے والے خطوط کے خود جواب دیتے۔ جس کا تسلسل آخری عمر تک جاری رہا، سرکاری ملازمت کے دوران ۳۳ سال کے اندر ڈاکٹر صاحب نے کالج میں کبھی فوٹو نہ بنوایا، اور سلف کے طریقے پر چلتے تھے۔۔ اسی کو اپنی سعادت سمجھتے...... وہ چغل خوروں کی چغل خوری، بدخواہوں کی بدخواہی اور دشمنوں کی دشمنی کا برا نہیں مانتے تھے بلکہ ضرورت پڑنے پر ان کی مدد کرتے، ان کو دعائیں دیتے، ان کی دشمنی کو ترقی درجات کا وسیلہ جانتے...... تحریر وتقریر میں کبھی سہو ہوجائے تو اصرار نہیں کرتے تھے اصلاح کرلیتے تھے، وہ ہمیشہ اخوت ومحبت اور اتحاد واتفاق کا درس دیتے...... ڈاکٹر صاحب مع اہل وعیال ۱۹۹۱ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین وشریفین کے لے حاضر ہوئے۔ پھر ۱۹۹۵ء میں حاضر ہوئے، پھر ۱۹۹۶ء میں حاضر ہوئے، پھر ۱۹۹۹ء میں مع اہل وعیال حاضر ہوئے، الحمد للہ یہ سلسلہ آخری عمر تک جاری رہا۔

## سراپا

دوسرے صفات حمیدہ کی طرح آپکا سراپا سید المرسلین ﷺ کے مطابق اسلامی تھا۔ سادا لباس پہنتے چہرے اپر پوری ڈاڑھی سجائے ہوئے تھے ۱۹۹۳ء میں شرف ملت مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

## فرض شناسی

ڈاکٹر مسعود احمد نے پوری زندگی کالج کی ذمہ داریوں کو پورے انہماک کے ساتھ انجام دینے کی کوشش کی اور ساتھ ہی ساتھ ہمیشہ اپنے وقت کو مرتب انداز میں تصنیف وتالیف اور تعمیری کاموں میں مصروف رکھا، ڈاکٹر مسعود احمد کی باعمل اور پراثر شخصیت کا فیض یہ تھا کہ کالج میں ہر وقت مصروف عمل نظر آتے اور ساتھ ہی ساتھ طلباء بھی۔ شاید ہی آپ کو تنبیہ یا تاکید کرنے کی نوبت آئی

marfat.com
Marfat.com

ہو، استاد ہو یا طالب علم ہر ایک اپنے پرنسپل کی فرض شناسی اور احساس ذمہ داری سے اخلاقی طور پر مرعوب نظر آتا تھے، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ آپ یکسوئی سے تصنیف وتالیف کے کام میں مصروف رہتے حکام بالا سے بوقت ضرورت ملتے تھے مذہبی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے پوری عظمت اور وقار کے ساتھ، کبھی نام ونمود یا شہرت کے لئے آپ کسی سے نہیں ملے، آپ کی شہرت پورے پاکستان میں تھی۔

## اصلاح معاشرہ

ڈاکٹر مسعود احمد بے حد مصروفیات کے باوجود احباب کی دلجوئی میں سنت نبوی ﷺ کی پوری پیروی فرماتے احباب کی دعوت قبول فرماتے اور کبھی ناگواری کا اظہار بھی نہیں کرتے آج کل کے مریدین ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ باادب بھی اور بے ادب بھی، آپ مریدین کی اصلاح اور تربیت میں فراخ دلی کے ساتھ بڑی برداشت اور عفو و درگزر سے کام لیتے کچھ مشائخ اپنے مریدین کو ڈانتے اور مارتے بھی ہیں۔ کچھ مشائخ اپنے مریدین سے ملازموں اور نوکروں کا برتاؤ کرتے ہیں آپ کا ہر معاملہ ہی نرالا تھا۔ مریدین آپ کی محبت سے قریب آتے اور پھر قریب آتے ہی چلے جاتے۔ آپ کی مجالس میں ظرافت اور علمیت کا مناسب امتزاج ہوتا۔ مریدین آداب مجلس سیکھنے میں پریشان نہیں ہوتے بلکہ بغیر کسی مشکل کے آداب مجلس سے آشنا اور اس کے خوگر ہو جاتے۔ آپ مریدین کو زیادہ اوراد و وظائف کی تلقین بھی نہیں فرماتے تھے، آپ اپنے مریدین کے اندر اپنی نظر فیض اثر سے وہ ملکہ پیدا فرما دیتے کہ وہ خود بخود شریعت وسنت کے خوگر ہو جاتے، اور لایعنی باتوں سے احتراز کرتے احباب و مریدین پر مشتمل ایک روحانی محفل کراچی میں ہر ماہ منعقد ہوتی جس کی سرپرستی اور نگرانی خود آپ فرماتے یہ ماہانہ محفل کیا ہوتی ایک اصلاحی کورس ہوتا، اس محفل میں ہر طرح کی تربیت ملحوظ خاطر رہتی۔ مختصر اور جامع بیان ہوتا۔ جس میں سنت نبویہ کی تعلیم بڑی حسین اور دلچسپ پیرائے میں دی جاتی۔ اس محفل کی رونق اور اس کا فیض قابل رشک ہوتا، اس میں شریک ہونے والے ہر ماہ اس محفل کا انتظار کرتے اس کے علاوہ دو خصوصی اصلاحی محفلیں بھی ہوتیں۔

marfat.com
Marfat.com

## تصانیف وتالیفات

ڈاکٹر مسعود احمد کی تصنیفی زندگی کا آغاز ۱۹۴۱ء سے ہوا جو آخر تک جاری وساری رہا سب سے پہل انہوں نے ۱۹۵۱ء میں لیوپولڈ اسد کی کتاب" ISLAM AT THE CROSS ROAD-" کے بعض ابواب کا اردو میں ترجمہ کیا۔ڈاکٹر صاحب نے ان موضوعات پر بھی تحقیقی کام کیا ہے جن پر کسی فاضل نے قلم نہیں اٹھایا تھا یا نہیں لکھا تھا سرسری طور پر آپ کی تصنیف وتالیف کا یہ علمی سرمایہ تاریخ علم وادب میں ایک گراں قدر سرمایہ ہے اس کو ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی اولیات میں شمار کیا جا سکتا ہے وہ موضوعات وعنوانات جن پر آپ نے مقالات یا مضامین تحریر کئے ان میں قرآن،حدیث وفقہ،سوانح،سیرت،اخلاقیات،ادب،شخصیات،تصوف،اقبالیات،فلسفہ،تاثرات ،نفسیات ، سیاست وغیرہ شامل ہیں ان کی تعداد ۵۰۰ سے زیادہ ہے اس کے علاوہ تصنیفات وتالیفات کی تعداد بھی ایک سو (۱۰۰) سے کافی زیادہ ہے۔

اس کے علاوہ مختلف کتابوں پر آپ کے تبصرے،پیش لفظ،مقدمے،تقاریظ،تاثرات اور پیغامات بھی شائع ہو چکے ہیں۔یہ تمام تحریری سرمایہ اور تحقیقی خزانہ ملکی وغیر ملکی مقتدر مشہور ومعروف رسائل وماہنامے اور اخبارات میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

**بیعت وخلافت:** ڈاکٹر مسعود احمد ۱۹۵۷ء میں پاکستان سے دہلی تشریف لے گئے اور اپنے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ صاحب نقشبندی مجددی سے شرف بیعت حاصل کیا اس سعادت کے بارے میں ڈاکٹر صاحب خود ارشاد فرماتے ہیں:

"فی الحقیقت یہ تعلق بہار زندگی ہے اگر بیعت نہ ہوتا تو باوجود تحصیل علم کے ناتمامی کا شدید احساس باقی رہتا،علوم وفنون ذہن کی اصلاح تو کر سکتے ہیں مگر دل کی اصلاح ان کے بس کی بات نہیں بلکہ دماغ کی اصلاح بھی دل ہی کی روشنی میں ہوتی ہے۔

کاروبار جہاں سنورتے ہیں　　ہوش جب بے خودی سے ملتا ہے

۱۔آپ کو سلسلہ نقشبندیہ میں مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت واجازت حاصل تھی۔

marfat.com
Marfat.com

۲۔ سلسلہ قادریہ میں خواجہ سید زین العابدین شاہ گیلانی (نورائی شریف، سندھ) سے اجازت حاصل تھی۔
۳۔ سلسلہ چشتیہ میں حکیم سید اکرام حسین سیکری سے عملیات کی اجازت حاصل تھی۔
۴۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے معروف شیخ خواجہ محمد صادق (اگہار شریف، آزاد کشمیر) سے دلائل الخیرات شریف کی اجازت تھی۔ اس کے علاوہ سید محمد علوی مالکی (مکہ معظمہ) نے ۱۹۹۲ء میں مدینہ منورہ میں خرقہ البا س عطا فرمایا جو ان کے خاندان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے چلا آرہا تھا۔ مشائخ کرام آپ کی تعظیم کرتے اور نذریں پیش کرتے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں آپ خواہشمند حضرات کو مرید کرتے آپ کے مریدین کی تعداد کافی ہے۔ اور وہ بیرون ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کا روحانی فیضان جاری وساری رہا۔ آپ کے مریدین ہندوستان، پاکستان، انگلستان، کینیڈا، سعودی عرب، مسقط وغیرہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے چند خلفاء کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ علامہ مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد، دہلی
۲۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد، دہلی
۳۔ شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، لاہور
۴۔ شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد جان نعیمی مجددی، کراچی
۵۔ صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد، کراچی
۶۔ شارح حدیث علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری رحمۃ اللہ علیہ، لاہور
۷۔ شیخ محمد بن عبداللہ، دمشق
۸۔ شیخ الحدیث علامہ محمد ذاکر اللہ نقشبندی
۹۔ پروفیسر ابوالکمال محمد ضیاء الدین احمد شمسی، طہرانی مہو، اندرو (بھارت)
۱۰۔ صاحبزادہ سرمد مقصود الحسینی، کراچی
۱۱۔ مولانا جاوید اقبال مظہری، کراچی
۱۲۔ حکیم محمد عاقل مظہر، دھام پور

marfat.com
Marfat.com

۱۳۔ جناب غلام قادر خان مظہری، راولپنڈی

۱۴۔ مولانا الحاج محمد یونس باڑی مظہری، کراچی

۱۵۔ صوبیدار نبی شاہ، سرحد

۱۶۔ مولانا عطا محمد درس مٹھی، سندھ

۱۷۔ صاحب زادہ سید محمد فاخر مظہری، بہاولپور

۱۸۔ مولانا محمد الیاس زیدی، لاہور

۱۹۔ پروفیسر ڈاکٹر حافظ قاری محمد رفیق احمد لاہور

۲۰۔ مولانا ڈاکٹر اقبال احمد قادری، کراچی

## نکاح مسنون

حضرت مسعود ملت کا نکاح ۱۳ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۲، اگست ۱۹۶۳ء کراچی میں سید مظہر علی کی بیٹی نعیمہ بیگم سے مسجد طیبہ میں نہایت تزک واحتشام سے ہوا۔ آپ کے نکاح کے وقت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی دہلوی کے علاوہ دیگر علماء ومشائخ، نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ درگاہ خواجہ غریب نواز کے شہزادے پیرزادہ سید آل احمد معینی شاکر اجمیری نے گیارہ اشعار پر مشتمل یادگار سہرا پیش کیا جس کو حاضرین نے بہت پسند فرمایا۔

## دینی ادبی خدمات

ڈاکٹر مسعود احمد کی پرورش اور تعلیم وتربیت دینی اور پاکیزہ ماحول میں ہوئی وہ عالم وفاضل بھی تھے اور سکالر بھی۔ انہوں نے کالج اور یونیورسٹی میں تعلیم پائی۔ پھر حصول تعلیم کے بعد کالجوں کے پروفیسر اور پرنسپل رہے اور صوبہ سندھ پاکستان میں ڈپٹی ڈائریکٹر تعلیمات کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ لیکن انہوں نے ہر جگہ اور ہر ماحول میں اپنا دینی وقار بحال رکھا وہ اپنے والد مفتی مظہر اللہ کے جانشین وصاحب سجادہ بھی تھے اور پیر طریقت بھی، وہ اپنے مریدین کی باقاعدہ تربیت بھی کرتے۔ البتہ وہ عصر حاضر کے بیشتر متعصب اور تنگ نظر علماء وپیران طریقت کی طرح لکیر کے فقیر پیشہ در اور

marfat.com
Marfat.com

صدی نہیں تھے انہوں نے دینیات میں فاضل کا کورس مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ دینیات اور اسلامیات کا عمیق نظر سے مطالعہ کیا اور اسلام کو دین فطرت کی حیثیت سے عام کرنے کی کوشش کی۔ بلکہ جدید اور سائنٹیفک طرز پر وہ صحیح معنی میں محقق ہے اور ہر بات کو تحقیق کی روشنی میں پیش کرتے اور ہر اصول ونظریہ کو قرآن وحدیث نیز اسلاف کی تعلیمات ونظریات کو کسوٹی پر پرکھتے تھے۔

وہ نقشبندی سلسلے سے وابستہ تھے انہوں نے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارناموں پر بھی لکھا۔ اپنے والد اور دادا کے فتاویٰ وملفوظات ومکتوبات کو بھی مرتب کیا۔ علاوہ اس کے اسلام کے عقائد واعمال پر بھی قلم اٹھایا، ذیل میں ان کی دینی ادبی خدمات کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔

## دینی خدمات

دینی خدمت کے وسائل وذرائع بہت وسیع ہیں ایک شخص کسی کو منکر سے روک کر یا امر بالمعروف پر عمل کرا کر بھی دینی خدمت کا چھوٹا سا فریضہ انجام دے سکتا ہے اس طرح دینی تعلیم وتدریس کے ذریعے وعظ وتبلیغ کے ذریعے فی زمانہ قلم کا زمانہ ہے۔ اور صالح لٹریچر کے توسط سے صرف محدود پیمانے پر ہی نہیں عالمی پیمانے پر دینی خدمات کا فریضہ انجام دیا جا سکتا ہے جیسا کہ بزرگوں کا شیوہ رہا ہے۔ اور بالخصوص چودھویں صدی ہجری میں جس قلمی وتحریری ذریعہ سے امام احمد رضا نے زبردست دینی خدمات کا فریضہ انجام دیا اور اسی دینی خدمات کے حوالے سے زبان وادب اور علوم وفنون کی تحقیق کو نئی جہتوں سے آشنا کیا کہ ڈاکٹر مسعود احمد ایک خالص دینی وتقدیسی خاندان کے چشم وچراغ تھے انہوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر تفصیل سے روشنی ڈال کر دینی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا۔ ذیل میں ہم ان کی سیرت نگاری کا مختصر جائزہ پیش کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر مسعود احمد نے جب سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قلم چلانا شروع کیا تو سب سے پہلا مضمون ''نقطۂ کمال'' تحریر کیا، یہ سیرت مصطفیٰ پر بھی پہلا مضمون تھا جو اپریل ۱۹۵٦ء میں لاہور سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''معمار حرم'' کی زینت بنا تھا۔ یہ سلسلہ چلا آخر وقت تک قائم رہا، بلکہ اب تو قلم کی جولانگاہ سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھی..... ۱۹۹۱ء میں زیارت حرمین شریفین کے موقع پر مدینہ منورہ میں قیام

marfat.com

Marfat.com

کے دوران اللہ نے جو عزت دی وہ دربار نبوی ﷺ میں مقبولت کی دلیل ہے...... ۱۹۹۲ء میں عید میلاد النبی ﷺ پر مختصر اور جامع دو ورقہ کتابچہ ''عیدوں کی عید'' لکھا یہ اتنا مقبول ہوا کہ ساری دنیا میں اس کی پذیرائی ہوئی اردو، انگریزی، فرانسیسی، ڈچ، ہندی، سندھی وغیرہ میں ایک سال کے اندر اندر اس کی ایک لاکھ سے زائد کاپیاں شائع ہوئیں اور برابر شائع ہو رہی ہیں۔

## سیرت مبارکہ اور فضائل وکمالات پر نگارشات

محترم محمد عبدالستار طاہر نے ڈاکٹر مسعود احمد کے سیرت پر مقالات ومضامین کو ایک ضخیم جلد میں جمع کر دیا ہے۔ میں یہاں سیرت پر صرف چند اہم کتب ورسائل کا ذکر کروں گا:

| | |
|---|---|
| ۱۔ محبت کی نشانی | ۲۔ نظام مصطفیٰ ﷺ |
| ۳۔ جشن بہاراں | ۴۔ جان ایماں ﷺ |
| ۵۔ جان جاناں ﷺ | ۶۔ دعائے خلیل ﷺ |
| ۷۔ رحمۃ للعالمین ﷺ | ۸۔ عشق ہی عشق |
| ۹۔ عیدوں کی عید | ۱۰۔ جان جاں ﷺ |
| ۱۱۔ علم غیب | ۱۲۔ جشن ولادت |
| ۱۳۔ تعظیم وتوقیر | ۱۴۔ قبلہ |
| ۱۵۔ سلام وقیام | ۱۶۔ انتخاب حدائق بخشش |
| ۱۷۔ عید میلاد النبی ﷺ | ۱۸۔ مصطفوی نظام معیشت |
| ۱۹۔ عید کونین | ۲۰۔ اجالا |

ڈاکٹر صاحب نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ زبردست دینی خدمات انجام دی ہیں ویسے تو انہوں نے اپنی تصنیفات میں بہت سے بزرگوں کے کارنامے اور حیات پر روشنی ڈالی ہے لیکن جس طرح سے انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات کو عام سے عام تر کرنے کی کوشش کی ہے یہ صرف ان کی ہی کا حصہ ہے کہ آج دنیا انہیں ''ماہر رضویات'' کے نام سے جانتی

marfat.com
Marfat.com

تک پہنچاتی ہے۔

| | |
|---|---|
| تصنیفات کی تعداد | ۳۱ |
| تالیفات | ۱۴ |
| تراجم | ۳ |
| تحقیق مقالات | ۲۴ |
| مضامین کی تعداد | ۱۴۵ |
| مقدمات کی تعداد | ۴۶ |
| پیش لفظ | ۱۷ |
| مختلف اداروں کو پیغامات جاری کیے | ۸ |
| تبصرے | ۴۸ |
| رسائل کیلئے مضامین ۱۹۸۵ء تک | ۱۴۵ |

اس میں امام احمد رضا پر تالیفات وتصنیفات انگلش اردو عربی کتب جو آپ نے لکھیں ان کی تعداد ۱۹۹۹ء تک ۴۰ تک تقریباً پہنچتی ہے۔ دیگر شخصیات پر جو لکھا وہ الگ ہے، اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر جو لکھا وہ الگ ہے۔ ڈاکٹر صاحب دریا کو زے میں بند کرنے کے ماہر تھے جس کی چند مثالیں...... نسبتوں کی بہاریں، عیدوں کی عید، سلام وقیام، تعظیم وتوقیر وغیرہ ہے۔ آپ نے اپنے پیچھے تین بیٹیاں ایک بیٹا بنام محمد مسرور احمد چھوڑے۔ ۲۸، اپریل ۲۰۰۸ء بروز پیر ڈاکٹر صاحب ار دنیائے فانی سے اپنے رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

علم عرفان کا سورج کہیں دور افق پہ ڈوب گیا　　لوگ صدیوں تک اس سحر کو ترسیں گے

حضرت مسعودِ ملت علامہ محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اور روحانی کمالات کو ہدیۂ تحسین پیش کرنے کے لیے ۲۹ جون ۲۰۰۸ء بروز اتوار۔ سماع ہال۔ داتا دربار لاہور میں اجلاس منعقد کیا گیا۔ جس میں علمائے کرام نے آپ کی علمی خدمات پر ہدیۂ تحسین پیش کیا۔

marfat.com
Marfat.com

# مکتوبات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

## (بنام محمد عالم مختار حق گولڈ میڈلسٹ خطاطی)

توڑا وہ پھول حسن میں جو لاجواب تھا
پہلی پھڑک اٹھی نگہ انتخاب کی

یہ تھے بانی مرکزی مجلس رضا حکیم محمد موسیٰ امرتسری (م ۱۹۹۹ء۔۱۱۔۱۷) جن کی نگہ انتخاب نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (م ۲۰۰۸ء۔۴۔۲۸) کو ۱۹۷۰ء میں دریافت کیا اور انھیں رضویت کی طرف مائل کیا۔ پروفیسر صاحب نے ان کی دعوت پر لبیک کہی اور حکیم صاحب کے ایما پر انھوں نے مولانا احمد رضا خاں کی تصانیف کے عمیق مطالعہ کے بعد ان پر لکھنا شروع کر دیا، مضامین کی شکل میں اور کتابی شکل میں بھی۔ اس سلسلے میں انھوں نے مجلس کے لیے جو کتابیں تصنیف کیں، ان میں (۱) فاضل بریلوی اور ترک موالات (۲) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں (۳) عاشق رسول (۴) رہبر و رہنما (۵) حیات امام اہلسنت (۶) گناہ بے گناہی (۷) مبتری مشرق (انگریزی) کتابیں شامل ہیں۔ ان کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ایک ایک کتاب کے کئی کئی ایڈیشن چھپے اور ہزاروں کی تعداد میں۔

پروفیسر صاحب نے جس انداز سے حضرت امام احمد رضا کی تعلیمات کی تفہیم اپنے انداز میں کی اور موصوف کی تعلیمات کو اغیار نے جس بے دردی سے مسخ کیا ہوا تھا اسے صحیح کر کے عوام میں پیش کیا کہ اپنے تو کیا بیگانے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور بہت سے ان کے طرز استدلال سے متاثر ہو کر اپنے فاسد خیالات سے تائب ہو گئے اور مولانا کی فقہی و سیاسی مسائل پر گرفت اور فقاہت کے قائل ہوئے۔ چنانچہ ایک دانشور نے اعتراف کیا کہ "ہم نے تو امام احمد رضا خاں بریلوی کو دفنا دیا تھا لیکن ایک پروفیسر (محمد مسعود احمد) نے قبر سے نکال کر پھر زندہ کر دیا۔" اپنے اس مشن میں کامیابی کے جھنڈے گاڑنے کے سبب اہل علم نے انھیں "ماہر رضویت" کے خطاب سے نوازا جو ان کے نام کا جزو لاینفک بن گیا۔ اب انھوں

marfat.com
Marfat.com

نے رہوار قلم و تحقیق کی طرف موڑا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں یوم مجدد الف ثانی کے انعقاد کا سہرا شیخ المشائخ حضرت میاں جمیل احمد صاحب زیب سجادہ شیر ربانی شرقپور شریف کے سر سجتا ہے اور میاں صاحب نے اس سلسلے میں بعض کتابیں بھی شائع کر کے بلا قیمت ملک میں پھیلائیں مگر پروفیسر صاحب نے مجدد صاحب کی تعلیمات کو بزور قلم پھیلانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں انھوں نے جو یادگار کارنامہ انجام دیا، وہ ہے ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی'' کی چودہ ضخیم جلدوں میں اشاعت، جس کے مجموعی صفحوں کی تعداد ۹۳۹۰ بنتی ہے (آخری تین جلدیں ''باقیات جہان امام ربانی'' کے نام سے چھپیں)۔

راقم الحروف کی شناسائی موصوف سے حکیم صاحب کے مطب پر ہوئی تھی۔ ازاں بعد ان سے رابطہ بذریعہ خط کتابت قائم رہا مگر غیر مسلسل تا آنکہ انھوں نے جہان امام ربانی مجدد الف ثانی کا ڈول ڈالا اور اس ربط کو نئی زندگی عطا کی۔ چنانچہ آپ اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

> محترم جناب محمد عالم مختار حق زید لطفہ سے فقیر کے دیرینہ مراسم ہیں۔ وہ علمی ذوق رکھتے ہیں، اہل علم سے محبت کرتے ہیں، ان کی بڑی علمی خدمات ہیں، کئی سال تک روابط منقطع رہے لیکن جہان امام ربانی مجدد الف ثانی کے طفیل روابط کی تجدید ہوگئی اور یہ بھی اندازہ ہوگیا کہ طویل غیر حاضری محبت و اخلاص کو مضمحل نہ کر سکی۔ ۲۰۰۲ء میں ''جہان امام ربانی'' کی تدوین کا آغاز ہوا۔ مقالات آنا شروع ہوئے، کمپوزنگ ہوئی، تصحیح کا مرحلہ آیا جو مختلف حضرات نے انجام دیا جن کا فقیر ممنون ہے لیکن اطمینان قلب کے لیے ایسے مصحح کی تلاش تھی جس کی تصحیح کے بعد متن قابل اعتبار ہو جائے تو اچانک نظر محترم محمد عالم مختار حق زید عنایتہ، پر پڑی۔ وہ ملک کے مشہور قابل اعتماد و باوقار مصحح ہیں لیکن علالت و ضعف اور معروفیات کی وجہ سے یہ فریضہ ترک کر دیا تھا لیکن جب ان سے فقیر نے عرصہ دراز کے بعد رابطہ کیا، تو معلوم ہوا محبت تازہ ہے اور وہ کسی ادنیٰ تذبذب کے بغیر اس فریضہ کی انجام دہی کے

marfat.com
Marfat.com

لیے فوراً تیار ہو گئے اور وہ بھی بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے۔ ۲۰۰۳ء سے
۲۰۰۷ء تک مسلسل چار سال یہ فریضہ انجام دیتے رہے۔ یہ ان کی محبت
تھی، یہ ان کا اخلاص تھا، یہ ان کا ایثار تھا۔ مولا تعالیٰ اجر عظیم عطا
فرمائے۔ آمین! (ص ۹۲۲ جہان امام ربانی (جلد نمبر ۱۱) امام ربانی
فاؤنڈیشن کراچی ۲۰۰۶ء)

یہ بات میرے لیے باعث صد اعزاز ہے کہ انھوں نے از رو خردہ نوازی سرورق پر راقم کا نام بھی مرتبین کے ساتھ بطور نظر ثانی ضبط کیا۔ جہانِ امام ربانی کے سلسلے میں آپ نے بذریعہ خط کتابت رابطہ جاری رکھا۔ البتہ "جہانِ امام ربانی" کے مسودات اور کمپوز شدہ کام کی آمد و رفت بذریعہ ڈاک محترم میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ کے توسط سے ہوتی رہی اور پروف ریڈنگ کے کام میں میاں صاحب کی دلچسپی کام کی رفتار میں مہمیز کا کام کرتی رہی۔ اس سلسلے میں آپ نے راقم کو جو مکاتیب ارسال فرمائے، میرے لیے ایک گراں بہا سرمایہ ہیں۔ میری خواہش ہے کہ "جہانِ رضا" کے خوانندگانِ گرامی بھی ان کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوں تو آیئے مطالعہ فرمایئے پہلے خط نمبر ۱ پھر بتدریج اگلے خطوط۔ وما علی الا البلاغ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱)

۸ ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ/ یکم جنوری ۲۰۰۴ء

محترم ومکرم دام عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوں گے۔ اس سے قبل ایک عریضہ ارسال کیا ہے ملا ہوگا۔ فروری کے پہلے ہفتے میں فقیر کا بہاولپور جانے کا ارادہ ہے۔ ہمت ہوئی تو ان شاء اللہ لاہور بھی حاضر ہوں گا اور آپ سے بھی ملاقات ہوگی۔ مرسلہ مواد کے متعلق مطلع فرمائیں کہ کب تک عنایت فرمائیں گے۔

نئے مقالات کا سلسلہ مسلسل جاری ہے اب اندازہ یہ ہے کہ جو مواد موصول ہوا ہے وہ چھ جلدوں میں آئے گا۔ نئے مقالات کے دو تین سو صفحات اور ہو جائیں گے۔ جو محرم شریف تک ارسال کرسکوں گا۔

دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اور احباب کو سلام کہہ دیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲)

۱۳ جولائی ۲۰۰۴ء

محترم ومکرم زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوں گے۔ عرصۂ دراز کے بعد شرف ملاقات حاصل کر کے بڑی مسرت ہوئی۔ مولائے کریم آپ کو سلامت باکرامت رکھے۔ آمین!

واپسی میں صرف ایک روز قیام رہا اس لیے ملاقات سے محروم رہا۔ خیال نہ فرمائیں۔

تیسری قسط وصول ہوگئی۔ نوازش وکرم کا ممنون ہوں۔ کمپوز کرنے والوں کو استقامت نہیں اس لیے بدلتے رہتے ہیں۔ ایک ماہ سے ایک کمپوزر کے جانے کی وجہ سے کام بھی معطل ہے۔ تربیت یافتہ جب بے وفائی کریں تو بڑا افسوس ہوتا ہے۔ بہر حال دعا کریں۔

آپ کے مقالے میں مکتوبات شریف کے عربی ترجمے کے جدید ایڈیشن (مطبوعہ بیروت) اور مکتوبات "معارف مکتوبات امام ربانی" مطبوعہ دہلی ۲۰۰۲ء از محمد نعیم اللہ خیالی کا شاید ذکر نہیں اگر فرمائیں تو اضافہ کر دیا جائے۔

marfat.com
Marfat.com

اس وقت پروف کی نگرانی ڈاکٹر اقبال احمد قادری کر رہے ہیں۔
کبھی کبھی فقیر سرسری طور پر دیکھ لیتا ہے، ذہن پر زیادہ بوجھ نہیں ڈال سکتا، سر چکرانے لگتا ہے، ڈاکٹر اور حکیم نے لکھنے پڑھنے کو منع کیا ہے، پھر بھی تین گھنٹے کام کرتا ہوں۔ بس دعا فرماتے رہیں۔ شروع میں اندازہ نہ تھا کہ یہ کام اتنا پھیل جائے گا۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ دعا کرتے رہیں۔

چیک واپس مل گیا تھا۔ یہ مولانا جاوید اقبال مظہری نے پیش کیا تھا۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے اخلاص کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

دہلی، اندور، بریلی شریف اور سرہند شریف حاضری ہوئی۔ الحمدللہ یہ سفر بحسن وخوبی انجام پذیر ہوا۔ سفر میں ہندوستانی مطبوعات احباب نے عنایت فرمائیں۔ وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے بذریعہ ڈاک بھیج دی گئیں جو بحمداللہ تعالیٰ کراچی میں مل گئیں۔ سوچ رہا ہوں کہ ان کے نام "ماہنامہ المظہر" میں شائع کرادوں تاکہ اہل علم مستفید ہوں۔

دعاؤں میں یاد رکھیں۔ آپ کی ہدایات پر عمل کے لیے ڈاکٹر اقبال احمد قادری سے کہہ دیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ وہ پوری پوری کوشش کریں گے مگر کوشش کے باوجود غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ حضرت میاں جمیل احمد صاحب سے ملاقات ہو تو سلام عرض کردیں پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کو سلام کہہ دیں۔ دیگر احباب کو بشرط یاد سلام کہہ دیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۳)

۲۰ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ/ ۶ ستمبر ۲۰۰۴ء

محترم ومکرم زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوں گے۔ عنایت نامہ اور روداد حوزۂ نقشبندیہ نظر نواز ہوئے...... پڑھ کر مسرت ہوئی...... اور دل سے دعا نکلی...... اللہ تبارک وتعالیٰ آرزوؤں اور تمناؤں کی تکمیل فرمائے...... آمین!

"جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی" کا کام چل رہا ہے......کوشش یہ ہے کہ کم از کم پانچ جلدیں صفر المظفر ۱۴۲۶ھ تک تیار ہو جائیں۔ رکاوٹوں کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی ہے۔ دعا

marfat.com
Marfat.com

فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس منصوبے کو مکمل فرمائے...... آمین...... دعاؤں میں یاد رکھیں۔
حاضرین مجلس کو سلام کہہ دیں۔ فقط والسلام

احقر
محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۴)

۱۹ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ/ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۴ء

محترم و مکرم زید مجدکم السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہٗ

عنایت نامہ نظر نواز ہوا۔ کرم فرمائی اور کیلنڈر کی پذیرائی کا ممنون ہوں۔ یہ اشعار ان شاہی خطاطوں نے کتابت کیے ہیں جو حضرت فقیہہ الہند کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اس طرح سے ان کا مسجد فتح پوری سے قوی تعلق ہے۔ حضرات مجددیہ نے اُن اشعار کی بہت تعریف کی۔ "فقیہہ الہند" کی اصلاح کر لی گئی ہے۔ ممنون ہوں کہ آپ غلطیوں کی نشاندہی فرما دیتے ہیں۔ تعریف کرنا بہت آسان ہے۔ مخلصانہ تنقید کرنا بہت مشکل ہے۔ بالعموم لوگ سہل پسند ہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ حضرت صاحبزادہ جمیل احمد شرقپوری اور پیرزادہ محمد اقبال مجددی کو بشرطِ یاد سلام کہہ دیں۔ فقط والسلام

احقر
محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۵)

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ/ ۲۵ اکتوبر ۲۰۰۴ء

محترم و مکرم زید عنایتکم! السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہٗ

مکتوب گرامی موصول ہوا۔ شکریہ، اشعار وصلیوں کی صورت میں فقیر کے پاس محفوظ ہیں۔ دیواروں پر کندہ نہیں۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی کے ساتھ "پیرزادہ" غلطی سے لگا دیا ہوگا۔ اعراب واقعی درست نہیں۔ نشاندہی کا شکریہ۔ ماہنامہ المظہر کے لیے کہہ دیا گیا ہے۔ یاد پڑتا ہے کہ ایک مرتبہ اور آپ نے تحریر فرمایا تھا جس کے جواب میں مطلوبہ کا پیاں ارسال کر دی گئی تھیں۔ آپ کے نام کے سلسلے میں بھی ہدایت کر دی گئی ہے۔ از راہِ کرم لفافے پر پتا

marfat.com
Marfat.com

تحریر فرمادیا کریں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر
محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۶)

۳ دسمبر ۲۰۰۴ء
مکرمی زید عنایتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کرم نامہ باعث مسرت ہوا۔ "مقاماتِ معصومی" کی طباعت کی خبر نے اور مسرور کیا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ "جہان امام ربانی" کی چھ جلدیں اور ایک مزید جلد رنگین قلموں کی مارچ ۲۰۰۵ء تک چھپ جائیں گی۔ ۱۰ اپریل محفل تشکر کی تاریخ مقرر کی ہے۔ آپ ضرور شریک ہوں اگر حضرت صاحب زادہ میاں جمیل احمد شرقپوری زید لطفہ لاہور میں اہتمام فرمائیں تو "جہان امام ربانی" کی کاپیاں بھیجی جاسکتی ہیں۔

ابتدا میں دو جلدوں کی توقع تھی۔ اب الحمد للہ سات جلدیں ہوگئیں اور دو جلدیں مزید ان شاء اللہ ۲۰۰۶ء میں چھپ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ ورنہ بظاہر امید نظر نہ آتی تھی۔ محفل تشکر کا انتظام سادگی سے ہوگا۔ دعا فرماتے رہیں۔

حسب ارشاد دو جلدوں کی عکسی کاپیاں ارسال کر رہا ہوں۔ وصول فرما کر مطلع کریں۔

اگر یاد رہے تو صاجزادہ میاں جمیل احمد صاحب اور پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب اور پروفیسر اقبال احمد مجددی زید عنایتہم کو سلام کہہ دیں۔۔۔ فقط والسلام۔

احقر
محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۷)

۱۱ جنوری ۲۰۰۵ء
مکرمی زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں گے۔ آپ کے تینوں کرم نامے موصول ہوئے۔ نوازش پیہم کا ممنون ہوں۔ الحمد للہ جہان امام ربانی مجدد الف ثانی کی تین جلدیں

marfat.com
Marfat.com

چھپ گئی ہیں، چوتھی آج شروع ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ باقی دو اس کے بعد ایک ایک جلد رنگین فلموں کی آرٹ پیپر پر چھپنے والی ہے۔ اس طرح سات جلدیں ہو جائیں گی۔ باقی دو جلدیں (۷۔۸) آئندہ سال تک طبع ہو جائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس سلسلے میں آپ سے ضروری مشورہ کرنا ہے۔ خیال یہ ہے کہ جو مضامین باقی رہ گئے ہیں، وہ سب ایک جلد میں آ جائیں اور آخری جلد میں صرف کتابیات واشاریات اور صحت نامہ وغیرہ۔ یہ جلد عام مطبوعہ جلدوں کی روشنی میں تیار کی جائے گی۔ اگر اس کی تیاری برادرم محمد عبدالستار طاہر صاحب آپ کی نگرانی میں لاہور ہی میں کریں تو کیا یہ ممکن ہوگا؟ یہاں اب تک جو کام ہوا ہے اگر چہ ڈاکٹر اقبال اختر القادری نے احتیاط سے کرایا ہے مگر آپ کا اندیشہ درست ہے۔ اس لیے فقیر نے اپنا نام بحیثیت تقدیم نگار لکھوایا ہے، وہ بھی سب سے نیچے لکھوایا تھا جو اوپر لکھ دیا گیا۔

محفل تشکر، اگر لاہور میں ہو تو زیادہ مناسب ہے۔ ایوان اقبال اس کے لیے موزوں ہے۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب سے مشورہ کریں۔ چورا شریف کے ایک جوان سجادہ نشین محمد عارف شاہ گیلانی آئے تھے، ان سے کہا تو انھوں نے وعدہ کیا ہے۔ پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی کو بھی لکھ رہا ہوں۔ یہاں کراچی میں ۱۰ اپریل ۲۰۰۵ء رکھی ہے۔ یہ معلوم ہو کر اطمینان ہوا کہ ''جہان رضا'' میں اشتہار شائع ہو رہا ہے۔ کتاب کے سرورق میں جو سنین کا اختلاف نظر آیا وہ بقول ڈاکٹر اقبال صاحب رفع کر دیا گیا ہے۔ البتہ کاتب کی اغلاط شاید باقی ہیں۔ جو آپ نے تمنا کی فقیر کی بھی وہی تمنا تھی مگر ہر تمنا پوری نہیں ہوتی۔

فقیر لاہور حاضر ہوا اور ایسے مکان میں قیام کیا جہاں رسائی مشکل تھی اور فون بھی نہ تھا۔ ایک صاحب موبائل لائے وہ بھی بے دم ہو گیا اس لیے آپ سے بات بھی نہ ہو سکی۔ صبح و شام کی مصروفیت نے مہلت بھی نہ دی۔ محترم پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب سے بھی چند منٹ ملاقات رہی۔

دعاؤں میں یاد رکھیں اور آخری دو مجلدات کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔ ہاں ایک بات اور یاد آئی۔ اشاریات میں نمبر صفحہ، جلد کے حوالے سے مناسب ہوں گے یا مسلسل نمبر لکھے جائیں گے؟ اس طرح چار اور پانچ ہندسوں والے نمبر بھی ہوں گے کیونکہ کتاب چار ہزار صفحات سے بڑھ جائے گی۔ ہر جلد میں اوپر جلد کے نمبر ہیں اور نیچے مسلسل نمبر

marfat.com
Marfat.com

محترم پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب اور دیگر احباب کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۸)

۲ فروری ۲۰۰۵ء

مکرمی زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نوازش نامہ موصول ہو کر باعث طمانیت ہوا۔ اشاریات کے بارے میں احباب سے مشورہ کیا۔ یہ تجویز سامنے آئی کہ اس کو ضرور مرتب کیا جائے۔ ایک ایک اشاریے کی تیاری مختلف حضرات سے کرائی جائے اس طرح کام آسان ہو جائے گا۔ اس جلد کو سب سے آخر میں شائع کیا جائے اور ایک ہی جلد میں تمام اشاریوں کو جمع کر دیا جائے۔ یہ تجویز بہت مناسب ہے کہ اشتہار کا انگریزی ترجمہ شائع کیا جائے۔ یہ اشتہار ایک سو رسائل کو بھیجا تھا، صرف دو نے جزوی طور پر شائع کیا ہے کیونکہ تاجرانہ لین دین نہیں کیا گیا۔ فقیر کا بھروسا حق جل مجدہٗ پر ہے، وہی کارساز و مشکل کشا ہے۔ لاہور میں محفل کے انعقاد کے سلسلے میں صاحبزادہ جمیل احمد صاحب زید لطفہ نے معذرت فرمادی تھی اس لیے فقیر نے صوفی غلام سرور صاحب کو لکھا انھوں نے مثبت جواب دیا ہے۔

اقبال صاحب دورۂ بھارت کے سلسلے میں مضمون مصروفیت کی وجہ سے نہ لکھ سکے۔ قسط وار لکھتے ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ جب کتابی صورت میں شائع کریں گے تو نظر ثانی کے لیے پیش کر دیں گے۔ اس مرتبہ ۱۵ غلطیاں صرف دورۂ بھارت کی قسط میں تھیں جس کے لیے اقبال صاحب نے معذرت کی ہے۔

مونوگرام کی بات صحیح ہے۔ خطاط ایک حرف سے کئی فائدے حاصل کرتے ہیں مگر قرآن کریم کی کتابت میں جائز نہیں۔ آپ نے جن اغلاط کی نشان دہی کی ہے وہ نوٹ کر لی گئی ہیں۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ احباب کو بشرط یاد سلام کہہ دیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

marfat.com

Marfat.com

(۹)

۲۰ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ / ۲ مارچ ۲۰۰۵ء

محترم و مکرم زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دونوں عنایت نامے موصول ہوئے۔ نوازش و کرم کا ممنون ہوں...... الحمدللہ! ''جہانِ امام ربانی'' کی سات جلدیں چھپ چکی ہیں...... چار کی بائنڈنگ ہو چکی ہے...... مزید کام بقول بائنڈر دو ہفتے میں مکمل ہو جائے گا۔ آپ دعا فرماتے رہیں۔

اشاریے کے سلسلے میں مآخذ و مراجع کی تدوین نو کے لیے آپ کو تکلیف دی جائے گی...... چھٹی جلد میں جو مآخذ و مراجع شامل کیے ہیں وہ ناقص معلوم ہوتے ہیں۔ اسماء الکتب آپ کی نگرانی میں صوفی محمد عبدالستار طاہر مرتب کریں گے۔ باقی اسماء الرجال اور اسماء الاماکن یہاں تیار کر لیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بیروت سے چھپنے والے مکتوبات شریف کی جلدیں فقیر نے خرید لی تھیں...... المظہر کی اغلاط کی نشاندہی کا ممنون ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ بہرحال احتیاط کی ہدایت کر دی گئی ہے۔

محترم مشفق خواجہ صاحب کی جدائی دنیائے ادب کے لیے ایک المیہ ہے۔ ۱۹۵۷ء میں فقیر نے اپنا پہلا تحقیقی مقالہ تمکین و غالب پر ان کو دیا جو مولوی عبدالحق کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جس پر انھوں نے تعریفی کلمات لکھے اور مشفق خواجہ صاحب نے فقیر کو مبارکباد دی...... یہ فقیر کی تحقیقی کاوش کا آغاز تھا...... پھر اللہ نے کرم فرمایا...... ۱۹۷۰ء تک ان سے ملاقاتیں ہوتی رہیں...... پھر شاذ و نادر ہی کبھی ملاقات ہوئی...... اور وہ حسرت سے مجھے دیکھتے کہ اعلیٰ حضرت کی طرف ایسے متوجہ ہوئے کہ ادبی دنیا کی طرف لوٹ کر نہ آئے...... چند ماہ قبل ایک خاتون کی انھوں نے سفارش کی جو فیصل آباد میں تمکین دہلوی پر ڈاکٹریٹ کے لیے مقالہ قلمبند کر رہی تھیں...... پھر ایک اور ملاقات ہوئی...... وہ بہت کمزور نظر آ رہے تھے...... وہ ایک خاموش محقق تھے...... بڑے خلیق، بڑے ملنسار...... مگر عقائد کے معاملے میں کبھی اظہار تو نہ کیا لیکن اُسی طرف معلوم ہوتے تھے۔

''جہانِ امام ربانی'' میں فقیر نے جلد پر اپنا نام نہیں لکھوایا تھا۔ لیکن احباب و مریدین نے اصرار کیا...... اس لیے فقیر نے اجازت دی...... اللہ تعالیٰ ہر حال میں اپنی طرف

marfat.com

Marfat.com

متوجہ رکھے...... اور اپنی اور اپنے حبیب کریم کی یاد میں دنیا سے اُٹھائے آمین۔

جس کتاب کا آپ نے حوالہ دیا ہے...... جب ضرورت ہوگی...... منگوالی جائے گی...... ان شاء اللہ تعالیٰ۔

''جہانِ امام ربانی'' کے حوالے سے ۲۴ اپریل کو ایوانِ اقبال لاہور میں ایک کانفرنس منعقد کی جا رہی ہے...... کراچی سے بھی چند احباب جائیں گے...... ان کے ہاتھ جہان امام ربانی کے چند نسخے بھیج دیے جائیں گے...... ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایک نسخہ آپ کی خدمت میں بھی پیش کر دیا جائے گا دعاؤں میں یاد رکھیں...... اور احباب کو بشرطِ یاد سلام کہہ دیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۰)

۲ مئی ۲۰۰۵ء

مکرمی زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نوازش نامہ باعث فرحت و سرور ہوا۔ الحمدللہ دونوں کانفرنسیں شایانِ شان طریقے سے اختتام پذیر ہوئیں۔ آپ کے مخلصانہ تعاون کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں؟

صاحبزادہ میاں جمیل احمد زید لطفہ کو نظرانداز کیا گیا تو یہ افسوسناک بات ہے۔ مولانا جاوید اقبال صاحب نے رابطہ کیا تو میاں صاحب کہیں تشریف لے گئے تھے۔ فقیر نے تو پہلے ہی عرض کیا تھا مگر میاں صاحب نے معذرت فرمائی جس کی امید نہ تھی۔ بہر حال کی جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا ظہور میں آیا۔

اب آئندہ دو جلدوں کی تیاری اور اشاعت کی طرف توجہ ہے۔ دعا کریں مولیٰ تعالیٰ ان کو بھی مکمل فرمائے۔ آمین!

رسالے میں اغلاط کے بارے میں پہلے ہی متوجہ کر چکا تھا۔ اس کا علاج یہی معلوم ہوتا ہے کہ فائنل پروف اصل کاپی کے ساتھ آپ کو پیش کر دیا جائے، اگر بار خاطر نہ ہو۔ مناسب خیال فرمائیں تو رسالے میں نام بھی شامل کر دیا جائے۔

''جہان امام ربانی'' کے مآخذ و مراجع کی از سرِ نو تیاری کے لیے آپ سے عرض کیا

marfat.com
Marfat.com

جائے گا۔ اس میں زیادہ دوسری نہیں کیونکہ صفحات کا اتمام نہیں۔

اسماء الکتب والرسائل کے لیے صوفی محمد عبدالستار طاہر کو تکلیف دی ہے۔ اسماء الرجال کے لیے پروفیسر مقصود علی صاحب اور اسماء الاماکن کے لیے صبا مسعود کو...... آخر میں آپ نظر ثانی فرمالیں۔

مقالات اور آرہے ہیں، یہ بھی شامل کرلیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۱)

۵ مئی ۲۰۰۵ء

مکرمی زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس سے قبل ایک عریضہ ارسال کیا ہے، ملا ہوگا جہان امام ربانی کے مآخذ ومراجع کی فہرس کا ایک پرنٹ نکلوا کر پیش کر رہا ہوں۔ جہان امام ربانی کے مطالعہ کے دوران اس پر نظر رکھیں اور اضافہ فرماتے جائیں۔ غالباً افتتاحیہ کے بہت سے حوالے رہ گئے ہیں۔

آٹھویں اور نویں جلد کے جب فائنل پروف پیش کیے جائیں تو اس سے بھی استفادہ فرماکر حوالے شامل کرلیں۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کام کو مکمل فرمادے۔ آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۲)

۸ جون ۲۰۰۵ء

مکرمی زید عنایتہٗ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نوازش نامہ موصول ہوا۔ شکریہ۔ ان شاء اللہ مآخذ ومراجع کی فہرست مرتب کرالی جائے گی۔ آپ تکلیف نہ کریں۔ صوفی عبدالستار صاحب آئیں تو ان کو فوٹو اسٹیٹ کاپی

marfat.com
Marfat.com

عنایت کردیں۔

دو جلدوں کے مقالات کمپوز ہوئے ہیں۔ آخری پروف تصحیح کے لیے آپ کو بھیج دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۳)

۱۲ جولائی ۲۰۰۵ء

مکرمی زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نوازش نامہ باعث فرحت ہوا۔ یاد آوری کا ممنون ہوں۔ فہرست مآخذ و مراجع مکمل کر کے عبدالستار طاہر صاحب نے بھیج دی ہے۔ دو جلدیں مقالات اور ایک جلد صرف اشاریات کی ہوگی۔ آپ دعا فرماتے رہیں۔ ڈاکٹر اقبال اختر القادری کی اہلیہ اچانک ۱۱ جولائی کو صبح انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔ چار بچے ہیں ایک لڑکی ڈیڑھ سال کی۔ گھر میں بوڑھی والدہ کے سوا کوئی نہیں۔ جہان امام ربانی میں ان کا اہم کردار ہے۔ وہی مقالات کمپوز کرا رہے ہیں۔ ان شاء اللہ آخری پروف آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔

آپ نے اہم کام کیا کہ مشفق خواجہ کے مکتوبات کو مرتب فرمایا۔ جب کتاب چھپ جائے تو ضرور عنایت فرمائیں۔

ناگوار خاطر نہ ہو تو یہ درخواست پیش کروں کہ پتا ضرور لکھ دیا کریں۔ بہت سے خطوط ہوتے ہیں۔ پتے یاد نہیں رہتے، ڈائری کے انتظار میں دیر ہو جاتی ہے۔

الحمدللہ کتاب روس، چین، امریکہ، ہندوستان، دوبئی، افغانستان وغیرہ پہنچ چکی ہے۔ صحیح صورت حال مولانا جاوید اقبال مظہری بتائیں گے۔

دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

marfat.com
Marfat.com

(۱۴

۱۲ اگست ۲۰۰۵ء

مکرمی زید عنایتہٗ!      السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

کرم نامہ موصول ہوا اس کے بعد خوبصورت وحسین تحفہ علمی نظر نواز ہوا۔ اس عنایت خاص کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ ان شاء اللہ مطالعہ کروں گا۔

تعزیت نامہ مولانا اختر القادری کو دے دیا جائے گا۔ مولائے کریم آپ کی نظر کو محفوظ رکھے۔ آمین! اہل نظر کی نظر بہت قیمتی ہے۔

جہان امام ربانی پر تنقید کسی طرف سے نہیں آئی۔ تعریف ہو رہی ہے۔ یہ مولیٰ تعالیٰ کا کرم ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ محترم اقبال احمد فاروقی صاحب کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۵)

۲۸ اگست ۲۰۰۵ء

مکرمی زید عنایتکم!      السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

نوازش نامہ نظر نواز ہوا۔ یاد آوری کا ممنون ہوا جہان امام ربانی کا جو نسخہ آپ کے پاس ہے اس کی پہلی جلد کی جلد بندی میں غلطی ہوگئی۔ جلد بھیج دیں دوسری بھیج دی جائے گی۔

کتابوں کے ٹائٹل آخری جلد میں شامل کیے جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آپ کی خدمت میں تصحیح کے لیے اشاریات بھی پیش کیے جائیں گے۔ ان میں صرف یہ باتیں ملحوظ خاطر رکھیں۔

۱۔ نام صحیح ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو تصحیح کر دیں اور شک ہو تو سوالیہ نشان لگا دیں۔

۲۔ ایک میں نام کو دو مختلف طریقوں سے لکھا گیا ہو تو جو مناسب طریقہ ہو تجویز کر دیں اور نشاندہی فرما دیں۔

اشاریہ کی تصحیح محض صوابدید پر ہوگی کیونکہ اس کی اصل وہ سیکڑوں چٹیں ہیں جن کا دیکھنا جوئے شیر لانا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

مقالات بھی فائنل پروف نکلنے کے بعد بھیج دیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ
دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر
محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۶)

۱۵ اکتوبر ۲۰۰۵ء
مکرمی زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مرسلہ کتاب اور دونوں عنایت نامے موصول ہوئے۔ فقیر ۲۰ روز کے لیے عمرہ اور زیارت حرمین شریفین کے لیے گیا ہوا تھا۔ حال ہی میں واپسی ہوئی اس لیے جواب میں غیر معمولی تعویق ہوگئی۔ معذرت خواہ ہوں۔

چوری کا سن کر صدمہ ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ کرم فرمائے فقیر دعا کرتا ہے..... زلزلے نے جو قیامت برپا کی اس کا بھی شدید صدمہ ہے۔ وہ تعالیٰ شہداء کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر واستقامت عطا فرمائے آمین۔ یہ ایک قومی المیہ ہے۔

اشاریہ مل گیا آپ نے کرم فرمایا ممنون ہوں ڈاکٹر اقبال قادری نے مضامین کے آخری پروف بھی ارسال کیے ہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر
محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۷)

۱۶ نومبر ۲۰۰۵ء
محترم المقام زید عنایتہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مکتوب گرامی اور صحت نامہ نظر نواز ہوئے۔ کرم فرمائی کا ممنون ہوں۔ پروف ابھی تک نہیں ملے۔ جب ملیں گے ڈاکٹر اقبال اختر القادری صحت نامہ کی روشنی میں دیکھ لیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مکتوب منہ فقیر کے مرید نہیں مگر پھر بھی ایسے القاب سے یاد کرتے ہیں، ان کو منع کیا گیا۔ نہ مانے۔ یہ مکتوب مدیر اعزازی نے شامل کیا فقیر ملک سے باہر تھا اگر دیکھتا تو ضرور

marfat.com
Marfat.com

...ف کرا دیا۔ مدیر اعزازی نے حذف کر نا سوء ادبی جانا۔ جو اعتراض کرے اس سے ...
...یں کہ مکتوب منہ سے رجوع کریں وہی جوابدہ ہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۸)

۵ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

مکرمی زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

دونوں کرم نامے موصول ہوئے۔ تعزیت کا ممنون ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کی ...عائیں قبول فرمائے۔ آمین!

آپ کی علالت کی طرف سے تشویش ہے شافی مطلق صحت عاجلہ اور شفائے کاملہ ...عطا فرمائے اور بصارت بحال فرمادے۔ آمین

فقیر کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۱۹)

۲۰ مئی ۲۰۰۶ء

مکرمی زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

نامۂ گرامی نظر نواز ہوا۔ آپ کی صحت فقیر کے لیے باعث صد مسرت ہے۔ ...مولائے کریم آپ کو بصحت و عافیت سلامت رکھے۔ آمین۔

ممنون ہوں کہ آپ نے اصلاح فرمائی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مقالات ارسال کر دیے ...جائیں گے۔ اب ارادہ ہے کہ پانچ جلدیں مزید شائع کریں۔ مواد کافی مل گیا۔ فالحمد للہ ...علی ذلک. دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

marfat.com
Marfat.com

(۴۰)

۲۰ جون ۲۰۰۶ء

مکرمی زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کرم نامہ باعث فرحت ہوا۔ چند مطبوعہ اور ایک غیر مطبوعہ مضامین پیش کر دیے گئے ہیں۔ مل گئے ہوں گے...... جہان امام ربانی کے مضامین بھی ڈاکٹر اقبال صاحب پیش کریں گے۔ ساتویں جلد چھپ گئی۔ آٹھویں جلد چھپ رہی ہے۔ نویں جلد کمپوز ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مشفق خواجہ صاحب کے خطوط مل گئے تھے۔ ان سے ۱۹۵۶ء سے رابطہ رہا جو ۱۹۷۰ء کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر کام کی وجہ سے منقطع سا ہو گیا۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۴۱)

۳۰ جون ۲۰۰۶ء

محترم المقام زید عنایتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں گے...... درود تاج کے مؤلف کا نام اور ان کے حالات کا آپ کو علم ہو تو مطلع فرمائیں نیز تفصیلی حوالے بھی تحریر فرما دیں...... دعاؤں میں یاد رکھیں فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۴۲)

۲۳ جولائی ۲۰۰۶ء

مکرمی زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کرم نامہ موصول ہوا۔ کرم فرمائی کا ممنون ہوں...... مرسلہ مضامین ابھی تک نہیں ملے، جنرل پوسٹ آفس سے یہ تصدیق ہوئی کہ پیکٹ کراچی آیا ہی نہیں۔ واللہ اعلم۔ اب کیا کیا جائے؟ تشویش ہے، نویں جلد کا کام رکا ہوا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

تجویز واعتراضات کی نقل اقبال صاحب کو دے دی تھی۔
دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر
محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۳)

۱۰ فروری ۲۰۰۷ء

محترم المقام زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں گے۔ تحفہ ایقہ نظر نواز ہوا یاد آوری اور
رم فرمائی کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ اوراق پریشان کو جمع کر دیا۔
نے والے مفکرین و مؤرخین ماضی کا مطالعہ کر کے اپنے حال کی تعمیر کر سکیں گے اور نئی نسل کو
ئینہ دکھا سکیں گے۔ دانا و بینا تجربات و مشاہدات سے فائدہ اٹھاتا ہے اور زندگی سنوارتا ہے۔
پ نے رفاقت و دوستی کا حق ادا کیا مولیٰ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے آمین۔

آج کل فقیر جہان امام ربانی کی تیاری میں ہمہ تن معروف ہے۔ آخری جلد
ئنٹنگ کے مرحلے میں ہے۔ ۱۱ مارچ کو کانفرنس ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ جو ہم ۲۰۰۲ء میں شروع
ا تھی۔ وہ ۲۰۰۷ء میں پوری ہونے والی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے مسلسل تعاون کا کس
ن سے شکریہ ادا کروں؟ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ محترم اقبال احمد فاروقی صاحب کو سلام کہہ
یں۔ فقط والسلام

احقر
محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۴)

۲۵ فروری ۲۰۰۷ء

محترم و مکرم زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

کرم نامہ باعث طمانیت ہوا۔ ہمدردی و غمخواری اور نوازش و عنایت کا ممنون
ں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کا مخلصانہ تحفہ قبول فرمائے۔ آمین اور مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

marfat.com
Marfat.com

چند کتابیں آپ کی خدمت میں ارسال کی تھیں غالباً اس میں رسالہ درود۔ تاج بھی تھا۔ گا
ارسال کر دوں گا۔ آج کل ڈاک کا نظام کچھ ٹھیک نہیں۔

دعاؤں میں یاد رکھیں۔ احباب کو بشرط یاد سلام کہہ دیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۴۵)

۲۰ مارچ ۲۰۰۷ء

محترم ومکرم زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کرم نامہ نظر نواز ہوا۔ یاد آوری کا ممنون ہوں۔ اربعین تلاش کی مگر نہ ملی۔ برادر
عبدالستار طاہر صاحب کراچی آئے تھے، ایک مجلس میں یہ کتاب تقسیم ہوئی تھی، ان کو بھی د
گئی۔ ان سے رابطہ کرلیں۔ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے بھی غالباً اپنے دادا کی اربعین چھا
ہے اور اس میں مزید چالیس احادیث کا اضافہ کیا ہے۔ یہ مطالعہ سے نہ گزری ہو تو حیدر آ
سندھ خط لکھ کر منگوالیں۔

امید ہے کہ آپ امام ربانی کانفرنس میں شریک ہوئے ہوں گے اور جہان ا
ربانی کی ۵ جلدیں مل گئی ہوں گی۔ نہ ملی ہوں تو مطلع کریں۔ (ابھی عزیزم مسرور میاں نے بتایا
آپ کا سیٹ ملک محمد سعید صاحب کے پاس ہے۔ وہ پیش کریں گے۔ فقیر محمد مسعود احمد عفی عنہ) بھیج ا
جائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۴۶)

۲ اپریل ۲۰۰۷ء

مکرمی زید عنایتہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نوازش نامہ موصول ہوا۔ عنایت وکرم کا ممنون ہوں۔ مکتبہ نبویہ بند تھا اس۔
جہان امام ربانی ملک سعید صاحب کو دے دی تھی۔ آپ فون پر رابطہ کرلیں۔ ان شاء اللہ
مزید سیٹ بھی پیش کر دیا جائے گا۔

marfat.com

Marfat.com

صوفی غلام سرور صاحب سے میاں صاحب کی ناراضگی پر سخت قلق ہے۔ ان شاء اللہ جب ملاقات ہوئی تو عرض کروں گا کیونکہ خط کا جواب خود عنایت نہیں فرماتے دوسرے خدام جواب لکھتے ہیں۔

فقیر آج ملتان جا رہا ہے پھر اسلام آباد جائے گا۔ ۲۴ اپریل تک واپسی ہوگی سردست لاہور حاضری کا ارادہ نہیں۔

اربعین کے بارے ملک سعید صاحب سے دریافت کریں ممکن ہے کہ ان کے پاس صاحبزادہ زبیر کی اربعین بھی ہو۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۷)

۲۵ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ ۶ جنوری ۲۰۰۸ء

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں گے۔ لاہور میں آپ سے ملاقات کر کے دلی مسرت ہوئی۔ مکرمی پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب سے فون پر بات ہوگئی تھی۔ ان کے جذبات واحساسات قابل قدر ہیں۔

تفسیر مظہر القرآن کی اغلاط کی تفصیلی فہرست تیار ہوگئی ہو تو ارسال فرمادیں۔ فقیر کا خیال ہے کہ صحت نامہ مرتب کر کے چھپوالیا جائے اور دوسرے ایڈیشن کے ہر سیٹ میں رکھ دیا جائے۔ تیسرے ایڈیشن پر تصحیح کر لی جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۸)

۲۲ جنوری ۲۰۰۸ء

مکرمی زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرم نامہ موصول ہوا۔ یاد آوری کا ممنون ہوں۔ تفسیر مظہر القرآن کے پہلے ایڈیشن

marfat.com
Marfat.com

(۱۹۴۲ء) کی ایک کاپی صاحبزادہ محمد حنیف البرکات صاحب کے پاس ہے، یک کاپی صوفی محمد عبدالستار صاحب کے پاس اور عکسی کاپی فقیر کے پاس، جن آیات کی آپ نے نشاندہی فرمائی جب اصل سے مقابلہ کیا گیا تو یہ نتائج سامنے آئے۔

ص ۹۷۷۔ ا۔ آیت نمبر ۶۷ کا ترجمہ دراصل آیت نمبر ۶۸ کا ترجمہ ہے، آیت نمبر ۶۹ کے ترجمے کو آیت نمبر ۶۸ اور ۶۹ میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اصل ترجمہ یہ ہے۔

اُف تم پر اور اُن بتوں پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو تو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

ص ۱۰۳۷۔ ۲ آیت نمبر ۸۵ کا ترجمہ، آیت نمبر ۸۴ پر ہے۔ آیت نمبر ۸۴ کا ترجمہ نہیں۔ آیت نمبر ۸۶ میں آیت نمبر ۸۵ کا ترجمہ ہے۔ آیت نمبر ۸۷ پر آیت نمبر ۸۶ کا ترجمہ ہے پھر آیت نمبر ۸۷، ۸۸ کے تحت آیت نمبر ۸۸ کا ترجمہ ہے۔

ص ۱۱۷۷۔ ۳۔ ترجمہ آیت نمبر ۶۹ دراصل آیت نمبر ۷۰ کا حصہ ہے، آیت نمبر ۶۹ کا ترجمہ نہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

اور تمہارا پروردگار جانتا ہے جو کچھ اُن کے دلوں میں چھپا ہے (یعنی کفر و عداوت) اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں۔

ص ۹۹۶ اور ۱۰۵۹ پر الفاظ کو توڑنا بھی مناسب نہیں، پاروں کی تقسیم بھی دونوں جلدوں میں برابر ہونی چاہیے۔ صوفی محمد عبدالستار طاہر صاحب ضیاء القرآن والوں سے قریب ہیں۔ صحت نامہ کی تدوین بھی ان کے ذمہ لگائی ہے، جب وہ مرتب کر لیں آپ ضرور نظر ثانی فرمالیں۔ ضروری باتیں ان کو لکھ دی جائیں گی...... ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فقیر کو یاد نہیں رہا کہ کیا کہا تھا، آپ کے حافظہ میں محفوظ ہو تو قلم بند کر لیں...... اس نشست کی باتیں محفوظ ہو جائیں تو اچھا ہے۔

باقیات جہان امام ربانی پیسٹنگ کے مرحلے میں ہے۔ اس وقت کسی مقالے کا شامل کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

دعاؤں میں یاد رکھیں۔ مکرمی پیرزادہ اقبال احمد فاروقی زید لطفہ کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

marfat.com
Marfat.com

(۲۹)

۲ مارچ ۲۰۰۸ء

مکرمی زید عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نوازش نامہ اور صحت نامہ موصول ہوئے۔ ان شاء اللہ آپ نے بڑی محنت سے صحت نامہ مرتب فرمایا ہے۔ فقیر کانفرنس میں معروف ہے پھر دہلی کی کانفرنس میں شرکت کا ارادہ ہے۔ شاید ۵ مارچ کو روانگی ہو اور ۲۵ مارچ کو واپسی۔ واپسی پر تفصیلاً عرض کروں گا۔ اس وقت یہ رسید ارسال کر رہا ہوں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۳۰)

۵ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ/۱۲ اپریل ۲۰۰۸ء

محترم ومکرم زید لطفکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

صحت نامہ مل گیا تھا۔ جس کے لیے سراپا ممنون ہوں۔ اس کے بعد اس سلسلے میں کوئی عنایت نامہ نہیں ملا۔ باقیاتِ جہانِ امام ربانی کی پذیرائی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ وہ اس سیہ کار سے کام لے رہا ہے۔ کس زبان سے اس کا شکر ادا کیا جائے۔

جس حوالے کا آپ نے ذکر فرمایا ہے اس کا ملنا تو بہت مشکل ہے۔ فقیر کینیڈا میں اپنے فرزند طریقت کو لکھ رہا ہے کہ وہ میک گل یونیورسٹی سے یہ حوالہ فراہم کر دیں۔ اگر انھوں نے بھیج دیا تو پیش کر دیا جائے گا۔

فقیر کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ جہانِ امام ربانی اور باقیات کے منتخب مقالات کو معیاری انگریزی میں ترجمہ کرا کے ایک دو جلدوں میں شائع کر دیا جائے۔ یہ کام بین الاقوامی اہمیت کا حامل ہوگا۔ اس سلسلے میں محترمی صاحبزادہ جمیل احمد شرقپوری مدظلہٗ اور برادرم پروفیسر محمد اقبال مجددی کو بھی لکھا ہے۔ یہ کام لاہور ہی میں ہو سکتا ہے۔ آپ ضرور توجہ فرمائیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ محترم پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب کو سلام کہہ دیں۔ فقط والسلام

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

marfat.com
Marfat.com

محترم و مکرم حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

امید کہ آپ بفضلہٖ خیر و عافیت سے ہوں گے۔ ماشاء اللہ آپ بوڑھے ضرور ہو گئے ہیں لیکن آپ کی ہمتیں اب بھی ہم جوانوں سے زیادہ ہیں۔ میں تو تھک گیا لیکن آپ برابر امام احمد رضا کے کام کو "جہانِ رضا" کے ذریعے آگے بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ رب العزت آپ کا سایہ ہم سُنّیوں پر تادیر قائم و دائم رکھے۔ آمین

حسب حکم حضرت مسعود ملت پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ پر چند سطریں بھیج رہا ہوں۔ اس کج مج تحریر کو آپ قابل اشاعت جانیں تو درست فرما کر شائع کر دیں۔

ہم نے "افکار رضا" خاص نمبر کی اشاعت کے بعد بند کر دیا۔ آپ یقین جانیں ہماری جماعت میں اس قدر بے حسی آ گئی ہے کہ خاص نمبر کی اشاعت کو چار ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ لیکن کسی ایک فردِ واحد نے اب تک اپنے تاثرات و تبصرہ نہیں بھیجا۔ خیر ہم نے تو اللہ کے ایک ولی امام احمد رضا کی خدمات کو اپنی مقدور بھر اُجاگر کرنے کے لیے یہ کام کیا تھا، کسی تحسین یا انعام کے لیے نہیں۔ لیکن کام کے نتائج کے مطابق ہی آگے کا لائحہ عمل مرتب کیا جاتا ہے۔ لہٰذا افکار رضا کو اب بند ہی سمجھیے۔

لیکن مسلکِ اہلِ سنّت کی ترویج و اشاعت کی راہیں بے شمار ہیں۔ ان شاء اللہ ہمارا کام دوسرے سلسلے کی شکل میں جاری رہے گا۔ جلد ہی ہم سہ ماہی "سلسلہ" کے عنوان سے ایک مجلّے کا اجرا کرنے جا رہے ہیں۔ جو پوری دنیا کے اہلِ سنّت و جماعت کی نمائندگی کرے گا، ان شاء اللہ۔ یہ مجلّہ ہند و پاک کے علاوہ دنیا بھر کے اہلِ سنّت و جماعت کے علما، مشائخ، مدارس، اداروں اور تنظیموں کی خبروں و مضامین پر مشتمل ہوگا۔ لہٰذا اس سلسلے میں تمام ہی قارئین سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ ہمارا تعاون فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ مفید معلومات فراہم کرنے کی کوشش فرمائیں۔ تاکہ یہ "سلسلہ" ہمیں اور آپ کو دنیا بھر کے اہلِ سنّت سے جوڑنے کا ذریعہ بن جائے۔ ہمارا رابطے کا پتہ ہے:

MUHAMMAD ZUBAIR QADRI

C/o. Ajmeri Book Depot, 251-253, M. A. Road, Shop No.8, Zainab Tower, Mumbai - 400 008. India

Cell No. 098679 34085 email: editor@fikreraza.net

طالب دعا: محمد زبیر قادری عفی عنہ

marfat.com
Marfat.com

# حضرت مسعودِ ملّت چند یادیں چند باتیں

از: محمد زبیر قادری، ممبئی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایک نام نہیں ایک تحریک تھی۔ یہ تحریک اب خاموش ہوگئی ہے۔ وہ کشتی ملّت کے ناخدا تھے۔ خدا جانے اب کون ناخدا اِس کشتی کو سنبھالنے آئے۔

امام احمد رضا کی شخصیت پر جس نے بھی کچھ کام کیا، وہ خود بھی دنیا بھر میں نام وَر ہوگیا۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور کے بانی حکیمِ اہلِ سُنّت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی وہ شخصیت ہے جن کے سر دنیا بھر میں امام احمد رضا کے تعارف کا سہرا باندھا جاسکتا ہے۔ ربّ کریم حضرت حکیمِ اہلِ سُنّت کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقامات میں جگہ مرحمت فرمائے۔ آمین...... قحط الرجال کے اس دور میں ایسی ہستی کہاں ملے گی۔ چراغ رخِ زیبا لے کر بھی ڈھونڈیں تو اُن کا ملنا مشکل ترین ہے۔ اب کون ہے جو ہماری دستگیری و راہنمائی کرے اور کون ہے جو ہم جیسے نااہلوں پر نظرِ کرم اور توجہ خاص فرمائے۔

اگر حکیمِ اہلِ سُنّت علیہ الرحمہ، حضرت مسعودِ ملّت کی توجہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی جانب نہ موڑتے تو آج مسعودِ ملّت، جماعتِ اہلِ سُنّت میں اِس قدر محمود و مسعود نہ ہوتے۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگوں کو یہ اقتباس مبالغہ معلوم ہو، لیکن حقیقت یہی ہے۔ آپ موجودہ صدی کے تناظر میں دیکھیں۔ یہ صدی، امام احمد رضا کی صدی ہے...... ضرورت کا تقاضا تھا کہ امام احمد رضا کی عبقری شخصیت پر پڑی دھول کو صاف کیا جائے، مخالفین کو لاجواب کیا جائے اور اپنوں میں امام احمد رضا کا صحیح تعارف پیش کیا جائے۔ حضرت مسعودِ ملّت نے اس ضرورت کو کماحقہٗ پورا کیا، لہٰذا وہ لائقِ تحسین و آفرین بن گئے...... اور یہی وجہ ہے کہ آج حضرت مسعودِ ملّت ہم سنّیوں کی آنکھ کا تارہ ہیں۔

حکیمِ اہلِ سُنّت علیہ الرحمہ نے مسعودِ ملّت کو امام احمد رضا پر لکھنے کی طرف راغب کیا، ورنہ قبل ازیں وہ مختلف مذہبی عنوانات پر مضامین لکھا کرتے تھے اور اُن کی تحریریں غیروں کے رسالوں میں بھی شائع ہوا کرتی تھیں۔ جس سے سُنّی حلقے میں اُنہیں شک و شبہے کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ویسے بھی اُن کے نام کے آگے پروفیسر ڈاکٹر لکھا ہوتا ہے، جس سے یہ شناخت نہیں کی جاسکتی تھی کہ موصوف کس مسلک سے وابستہ ہیں۔ حکیمِ اہلِ سُنّت کی نظرِ کرم سے حضرت مسعودِ ملّت نے امام احمد رضا پر کام شروع کیا۔ پھر جب لکھنا شروع کیا تو

marfat.com
Marfat.com

لکھتے ہی چلے گئے۔ بلکہ وہ خود اس راہ کے نشانِ منزل بن گئے۔

حضرت مسعودِ ملت جب تک باحیات رہے، امام احمد رضا پر علمی و تحقیقی کام کرنے والوں کے مرکزِ نگاہ بنے رہے۔ دنیا بھر سے جس کسی نے بھی بغیر کسی وسیلے یا حوالے کے، اُن سے امام احمد رضا کی شخصیت پر کام کرنے کے لیے رہ نمائی طلب کی، حضرت مسعودِ ملت نے اُس کی طلب سے بڑھ کر رہ نمائی کی ..... وہ بھی ایسی رہ نمائی کہ حق ادا کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم نے تحریکِ فکرِ رضا کے تحت "افکارِ رضا" کی اشاعت کا بیڑہ اُٹھایا اور اُن سے رہ نمائی کے طلب گار ہوئے تو ہم جیسے ناکارہ اور کم فہم کو انہوں نے محبت و خلوص سے اپنے قیمتی مشورے عنایت فرمائے، ہمت بندھائی اور رہ نما خطوط فراہم کیے۔

ستمبر ۱۹۹۵ء کو ہم نے "افکارِ رضا" کا پہلا شمارہ جولائی تا ستمبر ۱۹۹۵ء شائع کیا۔ یہ شمارہ ہندو پاک اور بیرون ممالک مخصوص جگہوں پر بھیجا گیا۔ حضرت مسعودِ ملت کو جب "افکارِ رضا" کا پہلا شمارہ موصول ہوا تو انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار ان لفظوں میں کیا

"افکارِ رضا" کا ٹائٹل خوب صورت سا بنوالیں۔ پھر مختلف رنگوں میں چھاپتے رہیں۔ "معارفِ رضا" کراچی میں جو مضامین شائع ہوتے ہیں اُنہی میں سے انتخاب کر کے شائع کر دیا کریں یا جو ہندوستان میں شائع ہوں۔ مضامین مختصر اور جامع ہوں۔"

(مکتوب محررہ ۱۶/ مارچ ۱۹۹۶ء از کراچی)

(بحوالہ: مکتوباتِ مسعودی، مرتب: محمد عبدالستار طاہر مسعودی، ناشر رضا دارالاشاعت، لاہور ۲۰۰۵ء)

آپ اس خط کو بار بار پڑھیے۔ اِس میں حضرت نے کسی بھی رسالے کو جاری رکھنے کے لیے جو لوازم ہوتے ہیں، اُس پر بڑے بھرپور انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ قلم کار حضرات کی قلمی بے اعتنائی کا اُنہیں بخوبی علم تھا اور اسی بے اعتنائی نے ہمیں نڈھال کر دیا۔ (اسی بنا پر ہمیں پچاسویں شمارے (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۷ء) کی اشاعت کے بعد افکارِ رضا بند کرنا پڑا۔) اس لیے وہ ہمیں مشورہ دے رہے تھے کہ "معارفِ رضا" کراچی میں طبع شدہ مضامین کو شائع کر دیا کریں۔ نیز مضامین مختصر اور جامع ہوں۔ اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ مختصر بات تادیر یاد رہتی ہے اور جلد اثر انداز ہوتی ہے۔

امام احمد رضا پر پی ایچ ڈی کا خواہش مند اگر کوئی شخص حضرت مسعودِ ملت سے رابطہ کرتا، حضرت اُس کی بھرپور رہ نمائی فرماتے، مناسب عنوان تجویز فرماتے، بلکہ اُسے کتب سے بھی نوازتے۔ پھر موضوع سے متعلق مواد کی نشان دہی فرماتے اور تحقیق سے متعلق مفید باتیں سمجھاتے۔ اس طرح سیکڑوں افراد کو حضرت نے

marfat.com
Marfat.com

اُنگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔ آج اکثر پی ایچ ڈی ہولڈر اُن کے ہی رہنما خطوط کی بدولت ڈاکٹریٹ کی سند سے مشرف ہوئے ہیں۔

غالباً آج سے دس سال قبل احقر کی حضرت سے پہلی ملاقات دہلی کی فتح پوری مسجد میں ہوئی تھی۔ عرسِ رضوی کا موقع تھا۔ ہم عرس میں شرکت کے لیے بمبئی سے دہلی گئے۔ جب ہمیں پتہ چلا کہ حضرت مسعودِ ملت صاحب ہندستان آئے ہوئے ہیں، اور اس وقت دہلی کی فتح پوری مسجد میں تشریف فرما ہیں تو ہماری مسرّت کا ٹھکانہ نہ رہا۔ ہم نے پہلی فرصت میں اُن سے ملاقات کا پروگرام بنالیا۔ احقر کے ہم راہ مولانا رحمت اللہ صدیقی، ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی اور جناب اسحاق برکاتی صاحب تھے۔ اُن سے پہلی ہی ملاقات بہت مفید اور متاثر کن رہی۔ اُن کی بارعب شخصیت، سادگی و متانت، اخلاص و انکسار کا مرقع تھی۔

حضرت مسعودِ ملت مجھ ناکارہ و کم علم سے بڑے تپاک سے پیش آئے۔ وہ "افکارِ رضا" کے سلسلے کو بہت پسند کرتے تھے۔ اس موقع پر اُنھوں نے اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ فرمایا کہ اِسے مستقل جاری رکھیں۔ اشاعت میں دشواری پیش آئے تو آپ بھلے ہی اس کے صفحات کم کردیں، مگر یہ سلسلہ جاری رکھیں۔ (لیکن افسوس! ہم نے یہ سلسلہ رضوی اسکالروں کی عدم توجہی کی وجہ سے موقوف کردیا۔ خصوصاً ہندستان کے رضویات پر پی ایچ ڈی کرنے والے اور محقق حضرات ہمارا تعاون نہیں کرتے۔ پھر رسالہ کیسے جاری رکھا جائے۔ یہ بات اب تک احقر کی ناقص عقل میں نہیں آئی کہ رضویات پر پی ایچ ڈی کرنے کے بعد بیش تر حضرات رضویات پر لکھنا بالکل ہی چھوڑ کیوں دیتے ہیں؟ کیا کوئی اسکالر اس کا جواب دے سکتا ہے؟ سند یافتہ افراد کو تو ضرور رضویات پر لکھنے کی طرف توجہ دینی چاہیے کہ اُن کی باتیں ٹھوس اور تحقیقی ہوں گی اور بطورِ دلیل پیش کرنے کے کام بھی آئیں۔ اِس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اتنے بے شمار اسکالر تیار ہوگئے لیکن رضویات پر کوئی نیا کام ہوتا نظر نہیں آتا۔ یوں لگتا ہے کہ لوگ بس اپنے "نام و شہرت" کی خاطر پی ایچ ڈی کرتے ہیں ورنہ نتائج کے اعتبار سے دیکھا جائے تو مایوسی ہی ہوتی ہے۔) اُسی سال مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب اپنے مجلّہ "پیغامِ رضا" کا پہلا شمارہ شائع کرنے جارہے تھے۔ موصوف نے حضرت مسعودِ ملت سے ملاقات کے وقت اُس پر تبادلۂ خیالات کیے۔ حضرت نے انہیں بھی اس سلسلے میں مفید مشورے عنایت کیے۔

کچھ عرصے بعد احقر کو جب پاکستان کا سفر درپیش ہوا۔ وہاں بھی اُن سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۹۸ء کے سفر میں راقم نے ملاقات کے لیے رابطہ کیا تو انہوں نے اپنی قیام گاہ پر بلایا۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی کے اُس وقت کے جنرل سیکریٹری جناب اقبال احمد اختر القادری صاحب نے مجھے حضرت مسعود

marfat.com
Marfat.com

ملت کے صاحب زادے کی شادی کی تقریب کا دعوت نامہ بھی عنایت کیا۔ میں اپنے کزن کے ہم راہ اُن کی قیام گاہ واقع پی ای سی ایچ سوسائٹی پہنچا۔ وہ ایک یادگار ملاقات ثابت ہوئی۔ بہت دیر تک وہ مجھ سے ہندستان کے علما اور کام کے حالات دریافت کرتے رہے۔ پھر مجھے انہوں نے اپنی تحریر کردہ تمام کتب جو اُس وقت موجود تھیں، تحفے میں عنایت کیں۔

اسی طرح اُن کے صاحب زادے سرور احمد صاحب کی شادی کی تقریب میں شرکت کا موقع ملا تو ایسی انوکھی تقریب دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ یہ ہر قسم کے تصنع و بے جا اسراف سے مبرّا ایک سادہ و پُر وقار تقریب تھی۔ تقریب کے تمام شرکا کو حضرت مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مصنفہ ایک کتاب تقسیم کی گئی۔ کچھ دن بعد حضرت مسعودِ ملت کے ایک مُرید کے گھر محفلِ میلاد کی تقریب میں شرکت کا موقع ملا۔ یہ محفل بھی عام محافلِ میلاد سے یک سر ہٹ کر ثابت ہوئی۔ جس میں حضرت مسعودِ ملت، مفتی مکرّم دہلوی اور دیگر افراد نے سیرت النبی ﷺ و دیگر موضوع پر تحریر کردہ مقالے پڑھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے احقر کسی سیمی نار میں شریک ہے۔ اِس محفل کے اختتام پر بھی تمام شرکا کو حضرت مسعودِ ملت کا ایک رسالہ تقسیم کیا گیا۔ حضرت مسعودِ ملت کا یہ طریقہ کار لائقِ تقلید اور قابلِ افتخار ہے۔ اہلِ سُنّت کا لٹریچر پھیلانے کا یہ بہت اچھا طریقہ ہے۔ جہاں ہم اپنے گھرانوں کی چھوٹی موٹی تقاریب میں لاکھوں روپے صرف کردیتے ہیں، اگر اس موقع پر صرف چند ہزار روپے کسی کتاب کی تقسیم میں لگادیں تو ثوابِ جاریہ بھی ہو اور اہلِ سُنّت کے لٹریچر کی اشاعت کا بہترین ذریعہ بھی بنے۔

حضرت مسعودِ ملت نے تصنیف و تالیف کو خدمتِ دین کا ذریعہ بنایا۔ اُنھیں کتابیں پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ پھر یہ کہ وہ دوسروں کو بھی اچھی کتابیں پڑھتے دیکھنا چاہتے تھے۔ سو انہوں نے اپنے اس شوق کو مشن بنا لیا۔ ہمیشہ لکھنا پڑھنا ہی اُن کا اوڑھنا بچھونا رہا۔ قلم کو اُنہوں نے کبھی خود سے جُدا نہیں کیا۔ اللہ کے کرم سے اُنھیں مرید بھی ایسے ہی ملے، جو خود پڑھنے لکھنے سے شغف رکھتے تھے یا اِسے حضرت کا فیضِ نظر کہہ لیں۔ یہ مُرید منتظر رہتے کہ کب حضرت کوئی نئی کتاب تصنیف کرتے ہیں اور کب وہ اُسے شائع کردیں۔ حضرت مسعودِ ملت نے ایسا ماحول بنادیا کہ رفتہ رفتہ تصنیف و تالیف سے شغف رکھنے والے مُریدین و شاگردوں کا ایک حلقہ بن گیا، جو سُنّی لٹریچر کی اشاعت میں سرگرم ہوگیا۔ اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اُن کے مریدین نے ادارۂ مسعودیہ، ادارۂ مظہرِ اسلام اور امام ربانی فاؤنڈیشن قائم کیا، (اس کے علاوہ اور بھی ادارے ہیں، جن کا احقر کو علم نہیں) جن کے تحت وہ حضرت مسعودِ ملت کی جملہ تصانیف و تالیفات کو

marfat.com

Marfat.com

فوراً شائع کردیتے۔ یہی کتابیں ہمہ وقت حضرت مسعودِ ملت کے پاس موجود رہتیں، جنھیں وہ اپنے ملنے والے تمام مہمانوں کو تقسیم کرتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مہمانوں کو کئی کئی مجلدات کی کتب بھی تقسیم کرتے۔ احقر کو بھی ۲۰۰۵ء کے سفر میں سات جلدوں پر مشتمل "جہانِ امام ربانی" تحفتاً عنایت فرمائی، جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مبسوط سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ اس کے مزید حصے بعد میں شائع کیے گئے اور اُن کے وصال سے قبل یہ ۱۲/جلدوں میں مکمل ہوگئی۔

حضرت مسعودِ ملت ان معنوں میں خوش نصیب ہیں کہ جن پر اُن کی زندگی میں ہی کتابیں لکھی گئیں اور پی ایچ ڈی کی گئی اور وہ سب شائع بھی ہوگیا۔ اُن کے ایک مُرید ہیں جناب عبدالستار طاہر مسعودی صاحب، یہ لاہور میں رہتے ہیں۔ جس طرح حضرت مسعودِ ملت مستقل اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات پر تحقیقات کرتے رہے، اُسی طرح یہ جناب، حضرت مسعودِ ملت کی حیات و خدمات پر تحقیقات کرتے رہے اور اُن کے ایک دوست و دست راست محمد سعید مسعودی مجاہد آبادی صاحب اپنے ادارہ مظہرِ اسلام (لاہور) سے اُن کتابوں کو شائع کرتے رہے۔

حضرت مسعودِ ملت نے عرصہ پہلے "دائرۂ معارفِ امام احمد رضا" عنوان سے امام احمد رضا کی ۱۵/ جلدوں میں مبسوط سوانح حیات شائع کرنے کا خاکہ پیش کیا تھا۔ جو اَب تک شائع ہوکر پایۂ تکمیل تک تو نہیں پہنچا، لیکن احقر نے ۲۰۰۱ء کے سفر میں دیکھا تھا کہ ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب، حضرت کی نگرانی میں اس کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب مجوزہ خاکے میں تجویز کردہ عنوانات کے مطابق وہ مواد جمع کرنے میں لگے ہوئے تھے، جن پر لکھا جاچکا ہے۔ اپنی جمع و ترتیب کو ڈاکٹر صاحب، حضرت مسعودِ ملت کو دکھا رہے تھے اور اُن سے ہدایات بھی لے رہے تھے۔ خدا کرے کہ جلد یہ پروجیکٹ مکمل ہوجائے۔

احقر نے جستہ جستہ حضرت مسعودِ ملت کے شب و روز کا مطالعہ کیا اور یہ پایا کہ وہ ہمہ وقت مسلکِ اہلِ سُنّت کی ترویج و اشاعت میں لگے رہتے ہیں۔ انھوں نے رضویات کے علاوہ بھی تقریباً تمام ہی اسلامی موضوعات پر قلم اُٹھایا اور تقریباً ۷۰۰ سے زائد علمی و تحقیقی مضامین تحریر فرمائے۔ اُن کی مصروفیات کے پیشِ نظر احقر نے اُن کو بار بار پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا اور کبھی اپنے رسالے کے لیے کچھ تحریر نہیں مانگی۔ البتہ جب بھی کراچی جانا ہوا تو اُن سے مستفیض ہونا اپنے لیے باعثِ شرف جانا۔

یہ بات بڑے اچنبھے کی ہے کہ حضرت مسعودِ ملت کی عمر کے آخری ایّام میں اُن کے اہلِ خانہ اور مریدین نے اُنھیں "مجددِ عصر" کہنا شروع کردیا۔ یہ لقب وہ اُن کی موجودگی میں دیتے رہے، لیکن وہ اس پر

marfat.com
Marfat.com

خاموش رہتے۔ بلکہ جناب عبدالستار طاہر مسعودی صاحب نے "مجدد عصر" کتاب لکھ کر اس پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ یہ کتاب حضرت مسعودِ ملت خود اپنے ہاتھوں سے اپنے ملنے والوں میں تقسیم فرماتے۔ اُن کے اہلِ خانہ اور مُریدین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ "دو مجددوں پر کام کرنے اور مسلکِ اہلِ سُنت کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں انہیں زمانے نے "مجدد والعصر" کے لقب سے یاد کیا۔" (ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد نقش بندی، بحوالہ ماہ نامہ کنزالایمان، دہلی جولائی ۲۰۰۸ء)

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مسعودِ ملت کے کارہائے نمایاں اس قابل ہیں کہ اُنہیں ہیرے موتیوں سے تولا جائے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا میں اُن کی خدمات کا کوئی مول نہیں ادا کیا جاسکتا۔ اس کا اَجر تو اللہ عزوجل ہی عطا فرمائے گا۔ لیکن کسی بھی سلسلے کے مریدین یا اہلِ خانہ کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ اپنے پیر یا خاندان کی بزرگ ہستی کو مجدد کے لقب سے سرفراز کریں۔ آج پاکستان میں یہی ہو رہا ہے۔ جسے دیکھو اپنے پیر کو مجدد کے عہدے پر فائز کر رہا ہے۔ اگر ہمارا مقصد صرف اور صرف دین وسُنیت کی اشاعت ہے تو ہم کیوں اپنے بزرگوں کو بڑے بڑے القاب دے کر اُنہیں تمام ہی مناصب پر فائز دیکھنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے وصال کے بعد حضور مفتیِ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کچھ علما نے مجدد کہنا شروع کردیا تھا۔ لیکن اُن کی ذات پر بھی اب تک اجماع نہیں ہے۔ پھر کسی کو بھی کوئی مجدد کیسے تسلیم کرسکتا ہے؟...... کون کس منصب پر فائز ہے، یہ فیصلہ اکابر علما و مشائخ کے ذمے چھوڑیے۔ ہر کسی کو اپنا پیر ضرور پیارا ہونا چاہیے مگر دوسرے پیروں کا احترام بھی لازمی ہے۔

حضرت مسعودِ ملت کو ایک دن دُنیا سے جانا تھا، سو وہ چلے گئے۔ لیکن اپنے پیچھے اتنا کام چھوڑ گئے کہ رہتی دنیا اُنہیں یاد رکھے گی۔ اُن کی یاد میں ہمارا بہترین خراجِ عقیدت تو یہ ہونا چاہیے کہ ہم اُن کے مشن کو جاری و ساری رکھیں۔ وہ ہمارے لیے بہترین نمونہ عمل ہیں، آئیڈیل ہیں ...... اللہ رب العزت ہم میں وہ عزم و حوصلہ عطا فرمائے کہ ہم بھی اُن کے کام کو آگے بڑھانے کی سعی میں کام یاب ہوسکیں۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com
Marfat.com

# الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ

یہ کتاب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ پر مشتمل ہے جسے سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی نے مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران تصنیف کیا تھا۔ اور شریف مکہ کے ایوان میں علم غیب مصطفی کے منکرین اور علمائے حجاز کی موجودگی میں پڑھا تھا۔ شریف مکہ اور علمائے حجاز نے ایک ایک سطر سنی اور مصنف علام کی تحقیق اور تحریر کو بے حد پسند کیا اور اسے اشاعت عامہ کے لیے منظور کیا گیا۔

برصغیر ہندوستان میں انیسوی صدی کی آخری دھائیوں میں کئی دینی اعتقادی فتنے ابھرے۔ ان فتنوں میں ایک فتنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی تخفیف کرتا تھا پھر اسی فتنے نے انکار علوم غیبیہ پر طوفان برپا کر دیا تھا اس فتنے کو چند علمائے ہندوستان کی تائید حاصل تھی جن دنوں اعلیٰ حضرت امام رضا محدث بریلوی ۱۹۰۵ء میں حج کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے تو چند فتنہ باز علمائے ہند نے اعیان مکہ کو باور کرانے کے لیے مکے کے بعض مولویوں کو تیار کیا اور کہا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی حضور کے علوم غیبیہ کو اللہ کے علوم سے ملا رہے ہیں ان فتنہ پردازوں نے اپنا پراپیگنڈا اپنے ہم نوا علماء کی وساطت سے شریف مکہ تک پہنچایا۔

شریف مکہ نے عالم اسلام کے ان علمائے کرام کو جو ان دنوں حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ میں موجود تھے طلب کیا اور فتنہ پرداز مولویوں اور مقامی اہل علم کو بھی بلایا اس مجلس میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو اپنا نکتہ نظر بیان کرنے کے لیے طلب کیا۔ آپ نے صرف آٹھ گھنٹے میں ایک اہم مقالہ قلمبند کیا تھا جو اس مجلس میں پیش کیا گیا جس پر شریف مکہ اور علمائے کرام نے فاضل مقالہ نگار کی تحقیق کو نہ صرف پسند کیا بلکہ ہدیۂ تحسین و تبریک پیش کیا۔ منکرین علوم مصطفیٰ مکہ مکرمہ چھوڑ کر جدہ کی طرف بھاگ گئے مگر دوسرے علماء نے اس کتاب پر اپنی تقاریظ ثبت کیں۔

یہ معرکہ آرا تاریخی کتاب "الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" جو ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ میں لکھی گئی تھی علمائے عرب وعجم کی تقاریظ کے ساتھ ۱۳۲۶ھ میں پہلی بار شائع ہوئی۔ ہم نے اسے عربی زبان سے اردو میں منتقل کیا ہے۔

یہ ایک نہایت اہم کتاب ہے۔ جس کا مطالعہ حضور نبی کریم صاحب کوثر و تسنیم کے علوم غیبیہ پر بڑی مفید معلومات مہیا کرے گی۔ آپ محسوس کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کو اپنے خزانہ غیب سے کیسے کیسے علوم غیبیہ سے نوازا ہے وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبیہ الامی النبی بعلوم مغیبات الکائنات وعلی آلہ الطیبین و صحبہ اصحاب الاحسان و الخیرات٥

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

نگران مرکزی مجلس رضا لاہور